قرآن وسنت کی روشنی میں دوسو سے زائد سوالوں کے جوابات

سنت کے اُونچے لہراتے پرچم

یعنی روزِ قیامت نجات پانے والی اور اللہ کی نصرت وتائید کی مستحق جماعت کا

صحیح اسلامی عقیدہ

علامہ حافظ بن احمد الحکمی (رحمہ اللہ)



ترجمہ
مشتاق احمد کریمی
فاضل جامعہ سلفیہ بنارس

اہتمام ونظرثانی
(ڈاکٹر) محمد لقمان السلفی

المنار للنشر والتوزيع دلهي الهند

صحیح اسلامی عقیدہ

تالیف

علامہ حافظ بن احمد حکمی رحمہ اللہ

ترجمہ
مشتاق احمد کریمی

اہتمام ونظر ثانی
ڈاکٹر محمد لقمان السلفی

ناشر

المنار للنشر والتوزیع دلهی الهند


بسم الله الرحمن الرحيم

عرض ناشر

انسان کی تخلیق کا مقصد خالص اللہ کی بندگی ہے۔ابتدائے آفرینش سے جب بھی اس میدان میں بندوں کے اندر نقائص رونما ہوئے تو اللہ نے اپنے برگزیدہ بندوں کو رسول بنا کر دنیا میں بھیجا تاکہ وہ اللہ کی الوہیت، اس کی ربوبیت اور اس کے اسماء وصفات کو کسی بھی قسم کی اعتقادی آمیزش سے اور شرک کی آلودگی سے پاک بنائے رکھیں۔

یہ سلسلہ خاتم النبیین حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم تک جاری رہا۔ اور اب یہ ذمہ داری علماء حق پر عائد ہوگئی ہے۔

اسی ذمہ داری کے پیش نظر علامہ حافظ بن احمد الحکمی رحمہ اللہ کی زیر مطالعہ کتاب ''صحیح اسلامی عقیدہ'' منظر عام پر آئی ہے۔ گو اس موضوع پر بے شمار کتابیں تالیف کی گئی ہیں مگر اس کتاب کے اسلوب نگارش نے جو انفرادیت حاصل کی ہے اس نے اسے دیگر تالیفات سے ممتاز کردیا ہے۔اس کتاب کو ہندوستان کا ایک معروف علمی واشاعتی ادارہ مرکز علامہ عبدالعزیز بن باز للدراسات الاسلامیة دھلی نے زیور طبع سے آراستہ کیا ہے۔اس کتاب کی افادیت کے پیش نظر اسے علامہ ڈاکٹر محمد لقمان السلفی حفظہ اللہ کی اجازت سے **المنار پبلی کیشنز دھلی** کی طرف سے شائع کیا جارہا ہے۔

اس کتاب کی اشاعت کا مقصد خالص اللہ کی رضاء ہے ہم اللہ تعالیٰ سے دعا گو ہیں کہ ناشرین کے اخلاص اور ہماری کوششوں کو شرف قبولیت بخشے۔آمین

ناشر
المنار پبلی کیشنز
دھلی

17/3/2009

تقدیم

علامہ ڈاکٹر محمد لقمان السلفی حفظہ اللہ

إن الحمد لله، نحمده ونستعينه ونستغفره، ونعوذ بالله من شرور أنفسنا وسيئات أعمالنا، من يهده الله فلا مضل له، ومن يضلل فلا هادى له، وأشهد أن لا إله إلا الله وحده لاشريك له، وأشهد أن محمداً عبده ورسوله. أما بعد:

دینی مسائل کو دو حصوں میں تقسیم کیا گیا ہے، ایک حصہ "ایمانیات" کہلاتا ہے جسے ہم عقائد کے نام سے موسوم کرتے ہیں. دوسرا حصہ "عبادات" کہلاتا ہے، جسے ہم "اعمال" کے نام سے جانتے ہیں. دین میں "عقائد" کو وہی حیثیت حاصل ہے جو بدن میں ریڑھ کی ہڈی کو اور درخت میں جڑ کو حاصل ہے. "اعمال" کا درجہ بدن میں بمنزلہ، گوشت وپوست اور درخت میں بمنزلہ برگ وبار کے ہے. جس طرح ریڑھ کی ہڈی کے بغیر بدن، بدن نہیں رہتا اور جڑ کے بغیر کوئی درخت زندہ نہیں رہ سکتا، اسی طرح اگر عقیدہ درست نہ ہو تو سارے اعمالِ خیر اکارت جائیں گے. اللہ تعالیٰ نے نبی کریم ﷺ کو خطاب کر کے فرمایا: (لئن أشركت ليحبطن عملك) "اگر آپ شرک کریں گے تو آپ کے اعمال بیکار ہوجائیں گے". [1] جب نبی کریم ﷺ کا جبکہ ساری مخلوقات میں سب سے زیادہ آپ اللہ کو محبوب ہیں، یہ حال ہے تو ہما شما کا کیا شمار؟ یہی وجہ ہے کہ منافقین کے صوم وصلاۃ اور اعمال خیر کی کوئی قیمت نہیں ہوگی. معلوم ہوا کہ سب سے پہلی چیز جس کی اصلاح کی جانی چاہئے اور سب سے زیادہ جس پر توجہ دی جانی چاہئے وہ عقائد کا باب ہے.

---

[1] سورہ الزمر: ٦٥

مگر بدقسمتی سے سب سے کم توجہ عقائد پر دی گئی. اور جس کو اولین درجہ دیا جانا چاہئے تھا اس کو ثانوی درجہ تک نہیں دیا گیا.

برصغیر ہند و پاک میں عربی مدارس کے نصاب تعلیم میں عقائد کی کتابوں کو سرے سے شامل نہیں کیا گیا، اگر بعض مدارس میں شامل بھی کیا گیا تو سلف کے عقائد کی کتابوں کے بجائے "اشعری و ماتریدی" عقائد کی کتابیں شامل کی گئیں، جن کتابوں میں قرآن کریم کو اللہ تعالیٰ کا حقیقی کلام بتانے کے بجائے" کلام نفسی "یعنی اللہ تعالیٰ کے کلام کا ترجمہ شدہ ایڈیشن کہا گیا. اللہ تعالیٰ کے اسماء کو بلا صفت 'اور صفات کو صرف سات صفات میں محصور کر دیا گیا. باقی صفات کی بے جا تاویل کی گئی یا انکار کی ناروا جسارت، جس کی وجہ سے توحید کی حقیقی صورت مسخ ہو کر رہ گئی، اور وحدانیت کی حقیقی شکل دھندلی. یہی نہیں، بلکہ اعمال کا رشتہ ایمان سے کاٹ دیا گیا اور وحدتِ ایمان کا عجوبہ پیش کیا گیا. اور یہ دعویٰ کر دیا گیا کہ نبی کریم ﷺ کا ایمان اور ایک عام امتی کا ایمان برابر ہے' دونوں میں کوئی فرق نہیں.

اردو زبان میں عقیدہ سلف پر کئی کتابیں منظر عام پر آچکی ہیں، بعض تو مستقل لکھی گئی ہیں، اور بعض عربی سے اردو میں منتقل کی گئی ہیں، مگر ان کتابوں میں چند مسائل پر بحث کی گئی ہے، سارے مسائل کا استقصاء نہیں کیا گیا ہے.

علامہ حافظ بن احمد حکمی رحمہ اللہ (۱۳۴۲-۱۳۷۷ھ) کی کتاب "**أعلام السنة المنشورة**" میں عقائد کے تقریباً سارے مسائل کا استقصاء کیا گیا ہے، اور ہر مسئلہ کو کتاب و سنت کے دلائل سے مزین کیا گیا ہے، اور سب سے اہم بات یہ ہے کہ سلف صالحین کا منہج اختیار کیا گیا ہے.

اللہ تعالیٰ میرے بھائی جناب شیخ مشتاق احمد کریمی صاحب کو جزائے خیر دے،

جنہوں نے اپنی گوناگوں ملازمتی مصروفیات کے باوجود، کتاب کا عمدہ ترجمہ کیا ہے. مترجم سلمہ اللہ نے ترجمہ میں درج ذیل امور کا التزام کیا ہے:

۱. ترجمہ عام فہم اور سلیس اردو میں کیا گیا ہے. حتی الامکان مشکل الفاظ اور دشوار ترکیبوں سے احتراز کیا گیا ہے.

۲. ہر لفظ کا ترجمہ کرنے کی کوشش کی گئی ہے تاکہ کوئی لفظ ترجمہ سے نہ رہ جائے.

۳. دینی اصطلاحوں کو اردو یا فارسی لفظ میں منتقل کرنے سے گریز کیا گیا ہے، البتہ پہلی بار برائکٹ میں عام رائج لفظ لکھ دیا گیا ہے تاکہ عوام کے لئے سمجھنے میں دشواری نہ ہو، مثلاً صلاۃ، صوم، ملائکہ وغیرہ.

۴. صفات والی آیات کے ترجمہ میں سلف صالحین کے طریقہ کو ملحوظ رکھا گیا ہے. صفات کی تاویل نہیں کی گئی ہے، اگر کہیں مقتضائے حال کے مطابق اس قسم کی بات آگئی ہے تو فوراً اس کے بعد وضاحتی جملے کا اضافہ کر دیا گیا ہے، تاکہ جادۂ سلف سے انحراف نہ ہو.

۵. تخریج احادیث میں اگر روایت بخاری ومسلم کی ہے تو کتاب وباب اور جزء وصفحہ نمبر پر اکتفا کیا گیا ہے. اگر بخاری ومسلم کے علاوہ دوسری کتب حدیث کی روایت ہے تو اس روایت کا درجۂ صحت وضعف بیان کرنے کا خاص التزام کیا گیا ہے.

٦. اگر مؤلف نے کسی مسئلہ میں کسی ضعیف حدیث سے استدلال کیا ہے، تو حاشیہ میں اس مسئلہ کی صحیح حدیث یا قرآنی آیات کا ذکر کر دیا گیا ہے، تاکہ کسی بھی عقیدہ کی بنیاد ضعیف حدیث پر نہ ہو.

میں نے اس ترجمہ کا تقریباً تین چوتھائی حصہ خود پڑھا ہے، اور عربی نص کے ساتھ مقارنہ کر کے اس بات کا اطمینان کیا ہے کہ ترجمہ اصل کے مطابق ہو. اس کام کے لئے مجھے تقریباً ایک ماہ لگانا پڑا ہے. آخری ایک چوتھائی وقت کی قلت کی وجہ سے شیخ

عبدالسنان عبداللطیف فاضل کلیہ حدیث، جامعہ اسلامیہ کے حوالہ کیا، اور اُنہیں میں نے اپنے منہج کے مطابق اصل کے ساتھ مقارنہ کی زحمت دی، الحمدللہ کہ انہوں نے اس کام کو بحسن وخوبی انجام دیا ہے. اور اب یہ کتاب ناظرین کے ہاتھوں میں ہے. اگر اس کتاب سے کسی ایک مسلمان بھائی کا بھی عقیدہ درست ہو جائے تو ہم سمجھیں گے کہ ہماری یہ کاوش کامیاب ہے. اگر کہیں ترجمہ یا طباعت میں غلطی واقع ہوئی ہو تو ہم قارئین کرام سے درخواست کریں گے کہ وہ ہمیں مطلع کریں، تاکہ آئندہ ایڈیشن میں اُسے دور کر دیا جائے.

اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ ہماری اس حقیر کوشش کو مؤلف، مترجم، ناشر، ناسخ اور مصحح کی نجات کا ذریعہ بنائے. آمین.

و آخر دعوانا أن الحمدلله رب العالمين والصلاة والسلام على النبى الأمين و على آله وأصحابه أجمعين .

(ڈاکٹر) محمد لقمان السّلفی
مؤسس مرکز علامہ عبدالعزیز بن باز للدراسات الإسلامیہ
جامعہ ابن تیمیہ مدینۃ السلام. بہار. ہند

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

عرض مؤلف

ہر قسم کی تعریف اس اللہ کے لئے ہے جس نے آسمانوں اور زمین کو بنایا، اور تاریکی وروشنی کو پیدا کیا، پھر جنہوں نے کفر کیا، وہ اپنے رب کے ساتھ دوسروں کو شریک کرتے ہیں. وہی ذات ہے جس نے تم کو مٹی سے پیدا کیا پھر موت کا فیصلہ فرمایا، اور اسی کے پاس اس کا مقرر وقت ہے، پھر تم شک کرتے ہو. وہی اللہ آسمانوں میں ہے اور زمین میں، وہ تمہارے راز کی باتوں کو جانتا ہے، اور کھلی باتوں کو بھی، اور جو کچھ تم کماتے ہو اسے بھی وہ جانتا ہے.

اور میں اس بات کی گواہی دیتا ہوں کہ اللہ کے سوا کوئی معبود برحق نہیں، وہ ایک ہے اس کا کوئی شریک نہیں، وہ یکتا ہے، بے نیاز ہے، نہ اس کی اولاد ہے، اور نہ وہ کسی کی اولاد، اور نہ ہی اس کا کوئی ہمسر، ﴿**وَقَالُوا اتَّخَذَ اللَّهُ وَلَدًا سُبْحَانَهُ بَلْ لَهُ مَا فِي السَّمَوَاتِ وَالأَرْضِ كُلٌّ لَهُ قَانِتُونَ (١١٦) بَدِيعُ السَّمَوَاتِ وَالأَرْضِ وَإِذَا قَضَى أَمْرًا فَإِنَّمَا يَقُولُ لَهُ كُنْ فَيَكُونُ(١١٧)**﴾ "البتہ جو آسمانوں میں ہے اور جو زمین میں سب اسی کے مطیع وفرمانبردار ہیں. وہ آسمان وزمین کا موجد ہے، اور جب کسی امر کا فیصلہ فرماتا ہے تو اس سے صرف اتنا کہتا ہے کہ "ہو جا" تو وہ ہو جاتا ہے". (١)

﴿**وَرَبُّكَ يَخْلُقُ مَا يَشَاءُ وَيَخْتَارُ مَا كَانَ لَهُمُ الْخِيَرَةُ سُبْحَانَ اللَّهِ وَتَعَالَى عَمَّا يُشْرِكُونَ(٦٨)**﴾ "اور آپ کا رب جو چاہتا ہے پیدا فرماتا ہے، اور جو چاہتا ہے پسند کرتا ہے. ان (باطل معبودوں) کو کوئی اختیار نہیں، وہ ان چیزوں سے پاک وبلند ہے جنہیں یہ

---

(١) البقرہ: ١١٦-١١٧

شریک ٹھہراتے ہیں"۔(۱)﴿لاَ يُسْأَلُ عَمَّا يَفْعَلُ وَهُمْ يُسْأَلُونَ (٢٣)﴾ "وہ جو کچھ کرتا ہے اس کے بارے میں اس سے باز پرس نہیں ہوگی، البتہ وہ ان لوگوں سے ضرور باز پرس کرے گا"۔(۲)

اور میں اس امر کی شہادت دیتا ہوں کہ ہمارے سردار اور نبی محمد ﷺ اللہ کے بندے اور اس کے رسول ہیں، اللہ تعالیٰ نے انہیں ہدایت اور دین حق دے کر بھیجا﴿هُوَ الَّذِي أَرْسَلَ رَسُولَهُ بِالْهُدَى وَدِينِ الْحَقِّ لِيُظْهِرَهُ عَلَى الدِّينِ كُلِّهِ وَلَوْ كَرِهَ الْمُشْرِكُونَ(٣٣)﴾ "تاکہ تمام ادیان پر اس دین کو غالب کردے، گرچہ مشرکین یہ بات ناپسند کریں"۔(۳)

درود و سلام نازل ہو آپ ﷺ پر، آپ کے آل پر اور آپ کے اصحاب پر جنہوں نے اپنے دین کا حق ادا کر دیا، اور وہ اسی کو عدل و انصاف کا معیار سمجھتے تھے، اور تابعین پر بھی جو نہ سنت سے انحراف کرتے تھے، اور نہ اس سے بال برابر ہٹتے تھے، بلکہ سنت ہی کی پیروی کرتے تھے، اسی کو مضبوطی کے ساتھ پکڑے ہوتے تھے، اسی کی بنیاد پر دوستی و دشمنی کرتے تھے، اور اسی پر جاکر رک جاتے تھے، اور اسی کے ذریعہ بدعت کا دفاع و مقابلہ کرتے تھے، اور رحمت الٰہی ان پر بھی ہو جو قیامت تک ان کی اتباع میں ان کے راستے پر چلیں۔

امابعد! یہ مختصر کتاب جو آپ کے ہاتھ میں ہے، نہایت ہی مفید اور کثیر المنافع کتاب ہے، اس میں دین کی بنیادی باتوں سے بحث کی گئی ہے، اور توحید کے ان اصولوں کو بیان کیا گیا ہے جن کی تمام رسولوں نے دعوت دی تھی، اور جن کے لئے آسمان سے کتابیں نازل کی گئی تھیں۔ اس کتاب میں شاہراہِ دین اور واضح حق پر چلنے کی رہنمائی

(۱)القصص: ٦٨ (۲)الأنبیاء: ۲۳ (۳)التوبہ: ۳۳

کی گئی ہے، اور ایمان اور اس کے شعبوں نیز کمالِ ایمان یا ایمان کے منافی امور کی تفصیل بیان کی گئی ہے۔ اور ہر مسئلہ کو قرآن وسنت کی دلیل کے ساتھ بیان کرنے کا التزام کیا گیا ہے، تاکہ مسئلہ پوری طرح واضح ہو جائے اور اس کی حقیقت کھل کر سامنے آجائے اور کسی قسم کا غموض باقی نہ رہے۔

اس امر کی وضاحت کر دینا بھی ضروری ہے کہ اس کتاب میں صرف اہل سنت واتباع (یعنی صحابہ اور تابعین کا) مذہب بیان کیا گیا ہے، اور اہل بدعت و گمراہ لوگوں کے اقوال اور ان کے مذہب سے اعراض کیا گیا ہے، گمراہ فرقوں اور بدعتیوں کے اقوال صرف تردید کے لئے نقل کئے جائیں گے، تاکہ سنت کے ہتھوڑے سے بدعت کا بھیجا پاش پاش کر دیا جائے۔ جلیل القدر علماء کرام نے اس کا پردہ پہلے ہی چاک کر دیا ہے، اور اس کے رد و نقد پر مستقل کتابیں لکھی ہیں۔ اس لئے کہ مخالف کی پہچان اس کے مخالف کے ذریعہ ہو جاتی ہے۔ اور جب آفتاب نکل آتا ہے تو دن ثابت کرنے کے لئے دلیل کی ضرورت نہیں پڑتی، اور حق واضح ہو جانے کے بعد اگر اسے کوئی قبول نہیں کرتا ہے تو اس کے پاس صرف گمراہی رہ جاتی ہے۔

اس کتاب میں سوال و جواب کا اسلوب اس لئے اختیار کیا گیا ہے تاکہ قاری سوال دیکھ کر پوری طرح بیدار اور متوجہ ہو جائے اور اس کے بعد جب جواب پڑھے تو پوری بات ذہن نشیں ہو جائے اور کچھ بھی غموض باقی نہ رہے۔ اور میں نے اس کا نام (أعلام السنة المنشورة لاعتقاد الطائفة الناجية المنصورة) ''نجات پانے والی اور اللہ کی طرف سے تائید حاصل کرنے والی جماعت کے عقائد'' رکھا ہے۔

اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ میری اس حقیر کوشش کو اپنی خوشنودی و رضا کا ذریعہ بنائے، اور ہمارے علم سے ہمیں فائدہ پہنچائے، اور اپنے فضل و کرم سے ہمیں وہ علم سکھائے

جو ہمارے لئے مفید ہو. وہ ہر چیز پر قادر اور اپنے بندوں پر مہربان اور ان سے باخبر ہے. وہی مرجع و پناہ گاہ ہے اور وہی ہمارا مولیٰ ہے.

اور وہ سب سے اچھا مولیٰ، اور سب سے بہتر مددگار ہے.

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

سوال ۱: وہ کون سی پہلی چیز ہے جو بندوں پر واجب ہے؟

جواب ۱: پہلی وہ چیز جو بندوں پر واجب ہے، اُس امر کا علم و عرفان ہے جس کے لئے اللہ تعالیٰ نے انہیں پیدا فرمایا، اور جس کا اس نے ان سے عہد و پیمان لیا، اور جسے دے کر اس نے رسولوں کو بھیجا، اور جس کی یاد دہانی کے لئے کتابیں نازل فرمائیں، اور جس کے سبب دنیا و آخرت، جنت و جہنم، حشر و نشر کی تخلیق ہوئی، اور جس کے لئے میزان قائم ہوگا اور نامۂ اعمال تقسیم کئے جائیں گے، اور جس امر کی بنیاد پر شقاوت و بدبختی اور سعادت و نیک بختی حاصل ہوگی، اور جسے معیار بنا کر نور تقسیم کیا جائے گا. ﴿وَمَنْ لَمْ يَجْعَلِ اللَّهُ لَهُ نُوراً فَمَا لَهُ مِنْ نُورٍ﴾ ''اور اللہ تعالیٰ نے جس کے لئے نور نہیں بنایا اسے نور کہاں سے مل سکتا ہے''. (۱)

سوال ۲: تو وہ کون سا امر ہے جس کے لئے اللہ تعالیٰ نے کائنات کی تخلیق کی ہے؟

جواب ۲: ارشادِ الٰہی ہے: ﴿وَمَا خَلَقْنَا السَّمٰوَاتِ وَالأَرْضَ وَمَا بَيْنَهُمَا لاَعِبِينَ (۳۸) مَا خَلَقْنَاهُمَا إِلاَّ بِالْحَقِّ وَلَكِنَّ أَكْثَرَهُمْ لاَ يَعْلَمُونَ (۳۹)﴾ ''ہم نے آسمانوں اور زمین اور ان کے درمیان کی چیزوں کو بطور کھیل و تفریح نہیں پیدا کیا ہے، بلکہ ہم نے ان دونوں کو حق منصوبہ کے ساتھ پیدا کیا ہے، لیکن اکثر لوگ یہ بات نہیں جانتے''. (۲)

---

(۱) النور: ۴۰ (۲) الدخان: ۳۸-۳۹

نیز ارشاد ربانی ہے: ﴿وَمَا خَلَقْنَا السَّمَاءَ وَالْأَرْضَ وَمَا بَيْنَهُمَا بَاطِلاً ذَلِكَ ظَنُّ الَّذِينَ كَفَرُوا﴾ ''ہم نے آسمان اور زمین اور ان کے مابین کی چیزوں کو بے مقصد نہیں پیدا کیا، ایسا خیال تو کافروں کا ہے''. (۱)

نیز ارشاد ہے: ﴿وَخَلَقَ اللّٰهُ السَّمٰوٰتِ وَالْأَرْضَ بِالْحَقِّ وَلِتُجْزٰى كُلُّ نَفْسٍ بِمَا كَسَبَتْ وَهُمْ لَا يُظْلَمُونَ (۲۲)﴾ ''اللہ تعالیٰ نے آسمان اور زمین کو حق کے ساتھ پیدا کیا ہے، تاکہ ہر نفس کو اس کے عمل کا بدلہ دیا جائے اور ان کے ساتھ ناانصافی نہ ہو''. (۲)

نیز فرمایا: ﴿وَمَا خَلَقْتُ الْجِنَّ وَالْإِنْسَ إِلاَّ لِيَعْبُدُونِ (۵۶)﴾ ''میں نے جن اور انسانوں کو صرف اپنی عبادت وبندگی کے واسطے پیدا کیا ہے''. (۳)

سوال ۳: عبد (بندہ) کا کیا معنیٰ ہے؟

جواب ۳: عبد کے دو معنیٰ ہیں: ایک معنیٰ تابعدار، ماتحت اور پابند کے ہیں، اس معنیٰ میں عالم بالا وزیریں کی تمام مخلوقات داخل ہیں خواہ وہ عاقل ہوں یا غیر عاقل، خشک ہوں یا تر، متحرک ہوں یا ساکن، ظاہر ہوں یا پوشیدہ، مؤمن ہوں یا کافر، نیک ہوں یا بد، سب کے سب اللہ تعالیٰ کی مخلوق اور اس کے بندے ہیں، اس کے انتظام وانصرام کے تابع ہیں. سب کی الگ الگ مخصوص حد ہے جس پر وہ رک جاتے ہیں، ان سے آگے نہیں جا سکتے، اور سب اپنی مقررہ مدت تک حرکت وگردش کرتے ہیں جس سے ذرہ برابر تجاوز نہیں کر سکتے. ﴿ذَلِكَ تَقْدِيرُ الْعَزِيزِ الْعَلِيمِ﴾ ''یہی اللہ عزیز وعلیم کا فیصلہ ہے'' اور عادل وحکیم کا انتظام وتدبیر. (۴)

---

(۱) ص: ۲۷ (۲) الجاثیہ: ۲۲ (۳) الذاریات: ۵۶ (۴) یس: ۳۸

دوسرا معنیٰ: سرنگوں اور محبّ دعبادت گذار کے ہیں. اس معنیٰ میں صرف مومنین اور اولیاء و متقین داخل ہیں، جو اللہ کے مکرم بندے ہیں، جنہیں قیامت کے دن نہ کسی چیز کا خوف ہوگا اور نہ کوئی غم لاحق ہوگا.

سوال ۴: عبادت کسے کہتے ہیں؟

جواب ۴: عبادت ایک جامع لفظ ہے جو ان تمام ظاہری و باطنی اقوال واعمال کو شامل ہے جنہیں اللہ تعالیٰ پسند کرتا ہے اور جن سے خوش ہوتا ہے، نیز عبادت ان تمام چیزوں سے براءت کا بھی نام ہے جو اللہ تعالیٰ کی پسند ورضا کے منافی اور مخالف ہیں.

سوال ۵: عبادت میں عمل کا شمار کب ہوتا ہے؟

جواب ۵: جب عمل میں دو چیزیں جمع ہوں: ایک کمال محبت، دوسری کمال عجز وانکساری.

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: ﴿وَالَّذِينَ ءَامَنُوا أَشَدُّ حُبًّا لِلَّهِ﴾ "ایمان والے ہر چیز سے زیادہ اللہ تعالیٰ سے محبت کرتے ہیں". (۱)

نیز ارشاد ہے: ﴿إِنَّ الَّذِينَ هُمْ مِنْ خَشْيَةِ رَبِّهِمْ مُشْفِقُونَ(۵۷)﴾ "بے شک ایمان والے اپنے رب سے خوف کھانے والے ہوتے ہیں". (۲)

اللہ تعالیٰ نے ان دونوں باتوں کو اس آیت میں جمع کر دیا ہے: ﴿إِنَّهُمْ كَانُوا يُسَارِعُونَ فِي الْخَيْرَاتِ وَيَدْعُونَنَا رَغَبًا وَرَهَبًا وَكَانُوا لَنَا خَاشِعِينَ﴾ "مومن لوگ بھلائی کے کاموں میں ایک دوسرے سے سبقت کرتے ہیں اور ہمیں رغبت وخوف کے ساتھ پکارتے ہیں، اور وہ ہمارے سامنے انتہائی

---

(۱) البقرہ: ۱۶۵ (۲) المؤمنون: ۵۷

عاجزی وانکساری کرتے ہیں". (١)

سوال٦: بندہ کی اللہ تعالیٰ سے محبت کی علامت کیا ہے؟

جواب٦: اللہ تعالیٰ سے محبت کی نشانی یہ ہے کہ بندہ وہی چیز پسند کرے جسے اللہ تعالیٰ پسند کرتا ہے، اور اس سے نفرت و عداوت رکھے جسے وہ ناپسند کرتا ہے، جس کا نتیجہ یہ ہوگا کہ بندہ اللہ تعالیٰ کے اوامر کی پیروی کرے گا، اور نواہی سے اجتناب کرے گا، اس کے اولیاء سے دوستی کرے گا، اور اس کے دشمنوں سے دشمنی رکھے گا. یہی وجہ ہے کہ "اللہ ہی کے لئے دوستی اور اسی کے لئے دشمنی" کو ایمان کا مضبوط ترین دستہ کہا گیا ہے. (٢)

سوال٧: اللہ تعالیٰ کس چیز کو پسند کرتا ہے اور کس چیز سے خوش ہوتا ہے، اس کا علم بندوں کو کیسے ہوا؟

جواب٧: اللہ تعالیٰ نے رسولوں کو بھیج کر اور کتابوں کو نازل فرما کر بندوں کو یہ معلوم کرادیا کہ وہ کس چیز کو پسند کرتا اور کس چیز سے خوش ہوتا ہے اور اس کا اس نے بندوں کو حکم دیا، اور کس چیز کو ناپسند کرتا ہے اور کس چیز سے ناراض ہوتا ہے، اس سے منع کر دیا. اس طرح بندوں پر اللہ تعالیٰ کی ناقابل تردید دلیل قائم ہوگئی، اور اس کی مکمل حکمت واضح ہوگئی.

---

(١) الأنبیاء: ٩٠ (٢) مسند احمد (٢٨٦/٤) براء بن عازب رضی اللہ عنہ سے مروی حدیث کی طرف اشارہ ہے: ﴿أوثق عرى الإيمان الموالاة في الله والمعاداة في الله والحُب في الله والبُغض في الله﴾ "ایمان کا مضبوط ترین دستہ یہ ہے کہ اللہ ہی کے لئے دوستی، اسی کے لئے دشمنی، اسی کے لئے محبت، اور اسی کے لئے نفرت کی جائے" علامہ البانی نے (الصحیحہ: ٩٩٨/٢) میں اسے صحیح قرار دیا ہے.

ارشادِ ربانی ہے: ﴿رُسُلاً مُبَشِّرِينَ وَمُنذِرِينَ لِئَلاَّ يَكُونَ لِلنَّاسِ عَلَى اللَّهِ حُجَّةٌ بَعْدَ الرُّسُلِ﴾ "اللہ تعالیٰ نے رسولوں کو بشارت دینے اور ڈرانے کے لئے بھیجا، تاکہ ان کے بعد انسان کے پاس اللہ تعالیٰ پر کوئی حجت باقی نہ رہے". (۱)

نیز ارشاد ہے: ﴿قُلْ إِن كُنتُمْ تُحِبُّونَ اللَّهَ فَاتَّبِعُونِي يُحْبِبْكُمُ اللَّهُ وَيَغْفِرْ لَكُمْ ذُنُوبَكُمْ وَاللَّهُ غَفُورٌ رَّحِيمٌ(۳۱)﴾ "اے نبی! آپ کہہ دیجئے کہ اگر تم اللہ سے محبت کرتے ہو تو میری اتباع کرو، اللہ تم سے محبت کرے گا اور تمہارے گناہوں کو بخش دے گا. اور اللہ تعالیٰ غفور رحیم ہے". (۲)

سوال ۸: کیا عبادت کی کچھ شرائط ہیں؟

جواب ۸: جی ہاں! تین شرائط ہیں:

(۱) ارادہ کی سچائی. اور یہ عبادت کے وجود کے لئے شرط ہے.

(۲) نیت میں خلوص وللٰہیت.

(۳) شریعت کی موافقت، جس کے بغیر اللہ تعالیٰ کے یہاں کوئی عمل مقبول نہیں. آخری دونوں شرطوں کے بغیر کوئی عبادت قبول نہیں ہوتی.

سوال ۹: ارادہ کی سچائی سے کیا مراد ہے؟

جواب ۹: ارادہ کی سچائی سے مراد سستی وکاہلی کو ترک کر دینا اور تاخیر کو قریب نہ آنے دینا، اور اس بات کی پوری کوشش کرنا کہ قول کی سچائی عمل سے ظاہر ہو.

ارشادِ الٰہی ہے: ﴿يَا أَيُّهَا الَّذِينَ ءَامَنُوا لِمَ تَقُولُونَ مَا لاَ تَفْعَلُونَ

---

(۱) النساء: ۱۶۵ (۲) آل عمران: ۳۱

(۲) كَبُرَ مَقْتًا عِنْدَ اللّٰهِ أَنْ تَقُولُوا ما لاَ تَفْعَلُونَ(۳)﴾ "اے ایمان والو! کیوں وہ بات کہتے ہو جو تم کرتے نہیں، اللہ کے نزدیک بڑی ناراضگی کی بات یہ ہے کہ تم ایسی بات کہو جو کرتے نہیں". (۱)

سوال ۱۰: اخلاصِ نیت کا کیا مطلب ہے؟

جواب ۱۰: اخلاص کا مطلب یہ ہے کہ بندہ کے تمام اقوال اور ظاہری و باطنی اعمال سے مقصود صرف رضائے الٰہی ہو.

ارشادِ ربانی ہے: ﴿وَمَا أُمِرُوا إِلاَّ لِيَعْبُدُوا اللّٰهَ مُخْلِصِينَ لَهُ الدِّينَ حُنَفَاءَ﴾ "انہیں صرف اس بات کا حکم دیا گیا ہے کہ یکسو ہوکر اخلاص کے ساتھ اللہ تعالیٰ کی عبادت کریں". (۲)

نیز ارشادِ الٰہی ہے: ﴿وَمَا لِأَحَدٍ عِنْدَهُ مِنْ نِعْمَةٍ تُجْزَى (۱۹) إِلاَّ ابْتِغَاءَ وَجْهِ رَبِّهِ الأَعْلَى(۲۰)﴾ "کسی کا اس پر کوئی احسان نہیں کہ جس کا بدلہ دیا جارہا ہو، بلکہ صرف اپنے پروردگار بزرگ و بلند کی رضا چاہنے کے لئے". (۳)

نیز ارشاد ہے: ﴿إِنَّمَا نُطْعِمُكُمْ لِوَجْهِ اللّٰهِ لاَ نُرِيدُ مِنْكُمْ جَزَاءً وَلاَ شُكُورًا (۹)﴾ "ہم تو صرف رضائے الٰہی کے لئے کھلاتے ہیں ہم تم سے بدلہ چاہتے ہیں نہ شکر گذاری". (۴)

نیز فرمایا: ﴿مَنْ كَانَ يُرِيدُ حَرْثَ الآخِرَةِ نَزِدْ لَهُ فِي حَرْثِهِ وَمَنْ كَانَ يُرِيدُ حَرْثَ الدُّنْيَا نُؤْتِهِ مِنْهَا وَمَا لَهُ فِي الآخِرَةِ مِنْ نَصِيبٍ(۲۰)﴾

(۱) الصّف: ۲-۳ (۲) البینہ: ۵ (۳) اللیل: ۱۹-۲۰ (۴) الدہر: ۹

"جو شخص آخرت کی کھیتی کا طالب ہے، ہم اسے مزید دیتے ہیں، اور جو دنیوی کھیتی کا طالب ہے، اسے ہم صرف دنیوی کھیتی دیتے ہیں. ہاں! آخرت میں اس کا کوئی حصہ نہیں". (۱) اس مضمون کی اور بھی آیتیں ہیں.

سوال ۱۱: وہ کون سی شریعت ہے جس پر عمل کئے بغیر کوئی عمل مقبول نہیں؟

جواب ۱۱: وہ شریعت ابراہیم علیہ السلام کی "ملت حنیفی" ہے. فرمان الٰہی ہے: ﴿إِنَّ الدِّينَ عِندَ اللَّهِ الإِسْلاَمُ﴾ "اللہ کا دین صرف اسلام ہے". (۲)

نیز فرمان ربانی ہے: ﴿أَفَغَيْرَ دِينِ اللَّهِ يَبْغُونَ وَلَهُ أَسْلَمَ مَنْ فِي السَّمَوَاتِ وَالأَرْضِ طَوْعًا وَكَرْهًا﴾ "کیا یہ لوگ اللہ کے دین کے علاوہ دوسرا دین چاہتے ہیں، حالانکہ جو آسمانوں میں ہیں اور زمین میں، سب برضا ورغبت اور چار وناچار اسی کے مطیع وفرمانبردار ہیں". (۳)

نیز ارشاد ہے: ﴿وَمَنْ يَرْغَبُ عَنْ مِلَّةِ إِبْرَاهِيمَ إِلاَّ مَنْ سَفِهَ نَفْسَهُ﴾ "ملت ابراہیمی سے اعراض تو احمق ہی کرتا ہے". (۴)

نیز فرمان باری تعالٰی ہے ﴿وَمَنْ يَبْتَغِ غَيْرَ الإِسْلاَمِ دِينًا فَلَنْ يُقْبَلَ مِنْهُ وَهُوَ فِي الآخِرَةِ مِنَ الْخَاسِرِينَ(۸۵)﴾ "جو اسلام کے علاوہ کسی دوسرے دین کا طالب ہو، اس کا کوئی بھی عمل قبول نہیں ہوگا اور وہ آخرت میں نامراد ہوگا". (۵)

نیز ارشاد ہے: ﴿أَمْ لَهُمْ شُرَكَاءُ شَرَعُوا لَهُمْ مِنَ الدِّينِ مَا لَمْ يَأْذَنْ بِهِ اللَّهُ﴾ "کیا ان کے کچھ ایسے شریک بھی ہیں جو ان کے لئے ایسی

---

(۱) الشوری: ۲۰ (۲) آل عمران: ۱۹ (۳) آل عمران: ۸۳ (۴) البقرۃ: ۱۳۰ (۵) آل عمران: ۸۵

شریعت بناتے ہیں جس کی اجازت اللہ تعالیٰ نے نہیں دی ہے". (۱)

سوال ۱۲: دین اسلام کے کتنے درجے ہیں؟

جواب ۱۲: تین درجے ہیں: (۱) اسلام (۲) ایمان (۳) احسان. ان تینوں میں سے جس کا نام بھی لیا جائے وہ پورے دین کو محیط ہوگا.

سوال ۱۳: اسلام کا کیا معنی ہے؟

جواب ۱۳: توحید کے ساتھ اللہ تعالیٰ کے سامنے سرنگوں ہونا، اطاعت و فرمانبرداری کے ساتھ اس کے آگے سر تسلیم خم کرنا، اور شرک سے نکلنا اسلام کہلاتا ہے.

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: ﴿وَمَنْ أَحْسَنُ دِيناً مِمَّنْ أَسْلَمَ وَجْهَهُ﴾ "اس سے اچھا کون دین دار ہوگا جو اللہ تعالیٰ کے لئے سر تسلیم خم کرے". (۲)

نیز فرمایا: ﴿وَمَنْ يُسْلِمْ وَجْهَهُ إِلَى اللَّهِ وَهُوَ مُحْسِنٌ فَقَدِ اسْتَمْسَكَ بِالْعُرْوَةِ الْوُثْقَى﴾ "جو اللہ کی طرف اپنے چہرہ (گردن) کو جھکا دے، اور وہ اس میں مخلص ہو، تو اس نے مضبوط دستہ اپنی مٹھی میں تھام لیا". (۳)

نیز فرمان الٰہی ہے: ﴿فَإِلَهُكُمْ إِلَهٌ وَاحِدٌ فَلَهُ أَسْلِمُوا وَبَشِّرِ الْمُخْبِتِينَ (٣٤)﴾ "تمہارا معبود ایک ہی ہے، اسی کے آگے سر خم کرو، اور اے میرے نبی، آپ اطاعت گذاروں کو خوش خبری سنا دیجئے". (۴)

سوال ۱۴: جب اسلام بولا جائے تو پورے دین کو محیط ہوتا ہے، اس کی کیا دلیل ہے؟

جواب ۱۴: دلیل مندرجہ ذیل آیت ہے: ﴿إِنَّ الدِّينَ عِنْدَ اللَّهِ الإِسْلَامُ﴾ "اللہ کے

---

(۱) الشوریٰ: ۲۱ (۲) النساء: ۱۲۵ (۳) لقمان: ۲۲ (۴) الحج: ۳۴

کے یہاں دین صرف اسلام ہے"۔ (۱)

نیز رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہے: ﴿بدأ الإسلام غريبا وسيعود غريبا كما بدأ﴾ "دین اسلام اجنبیت کے ساتھ شروع ہوا، اور جس اجنبیت سے شروع ہوا تھا اسی طرح پھر سے اجنبی بن جائیگا"۔ (۲)

نیز نبی کریم ﷺ کا ارشاد ہے: (أفضل الاسلام إيمان بالله) "افضل اسلام اللہ پر ایمان ہے"۔ (۳) اس کے علاوہ اور بہت ساری دلیلیں ہیں۔

سوال ۱۵: اسلام کی تفصیلی تعریف ارکان خمسہ کے ساتھ کی جاتی ہے، اس کی کیا دلیل ہے؟

جواب ۱۵: دلیل حدیث جبریل ہے جس میں جبریل علیہ السلام نے نبی کریم ﷺ سے دین کے بارے میں دریافت کیا تو آپ نے جواب دیا ﴿الإيمان أن تشهد أن لا إله إلا الله وأن محمدارسول الله و تقيم الصلاة و تؤتي الزكاة وتصوم رمضان وتحج البيت إن استطعت إليه سبيلا﴾ "اسلام یہ ہے کہ آپ اس بات کی شہادت دیں کہ اللہ کے علاوہ کوئی معبود برحق نہیں، اور محمد ﷺ اس کے رسول ہیں، اور آپ نماز قائم کریں، اور زکاۃ ادا کریں، اور رمضان شریف میں صوم (روزہ) رکھیں، اور بیت اللہ کا حج کریں اگر وہاں تک پہنچنے

---

(۱) آل عمران: ۱۹ (۲) مسلم: كتاب الإيمان باب أن الاسلام بدأغريبا و سيعودغريبا: ۱/۵۰ ابن ماجه باب بدأ الاسلام غريبا: ۲/۱۳۱۹ رقم: ۳۹۸۶ (۳) یہ ایک لمبی حدیث کا ٹکڑا ہے جسے امام احمد نے: ۴/۱۱۴ میں نیز ابن ابی شیبہ نے کتاب الایمان میں روایت کی ہے، علامہ البانی نے (الصحیحہ: ۲/۵۵۱) میں اس کی تقویت کے بہت سے شواہد ذکر کئے ہیں۔

کی استطاعت ہو"۔ (۱)

نیز نبی کریم ﷺ کا ارشاد ہے: ﴿بُني الإسلام على خمس﴾ "اسلام کی بنیاد پانچ امور پر رکھی گئی ہے"۔ (۲) پھر آپ نے مذکورہ ارکان کا ذکر کیا۔ اس روایت کے اندر یہ فرق ہے کہ اس میں حج کا ذکر روزے کے ذکر سے پہلے کیا گیا ہے۔

سوال۱۶: دین میں شہادتین (لا إله إلا الله محمد رسول الله) کا کیا درجہ ہے؟

جواب۱۶: کوئی بھی بندہ شہادتین کے بغیر دین میں داخل نہیں ہوسکتا۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: ﴿إِنَّمَا الْمُؤْمِنُونَ الَّذِينَ ءَامَنُوا بِاللَّهِ وَرَسُولِهِ﴾ "مؤمن وہ لوگ ہیں جو اللہ اور اس کے رسول پر ایمان رکھتے ہیں"۔ (۳)

نبی کریم ﷺ کا ارشاد ہے: ﴿أُمرتُ أن أُقاتل الناس حتى يشهدوا أن لا إله إلا الله و أنّ محمدا عبده ورسوله﴾ "مجھے اس امر کا حکم دیا گیا ہے کہ میں اس وقت تک جنگ کرتا رہوں جب تک کہ لوگ اس بات کی شہادت نہ دے دیں کہ اللہ کے علاوہ کوئی معبودِ برحق نہیں، اور محمد ﷺ اس کے بندے اور رسول ہیں"۔ (۴)

---

(۱) مسلم: کتاب الایمان، بخاری کتاب الایمان باب سؤال جبریل عن الإیمان والإسلام والإحسان (۲) بخاری کتاب الایمان، باب قول النبی ﷺ: بنی الاسلام علی خمس، مسلم کتاب الایمان، باب قول النبی ﷺ: بُنی الاسلام علی خمس (۳) النور: ۶۲ (۴) بخاری کتاب الایمان، باب فإن تابوا وأقاموا الصلاۃ و آتوا الزکاۃ فخلوا سبیلہم: ۱/۱۱، مسلم کتاب الایمان، باب الأمر بقتال الناس حتی یقولوا لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ ۱/۳۹

سوال ۱۷: لا إله إلا الله کی شہادت کی کیا دلیل ہے؟

جواب ۱۷: دلیل مندرجہ ذیل آیت ہیں: ﴿شَهِدَ اللّٰهُ أَنَّهُ لاَ إِلَهَ إِلاَّ هُوَ وَالْمَلاَئِكَةُ وَأُولُوالْعِلْمِ قَائِمًا بِالْقِسْطِ لاَ إِلَهَ إِلاَّ هُوَ الْعَزِيزُ الْحَكِيمُ(١٨)﴾ "انصاف کی ڈگر پر کھڑے ہو کر اللہ تعالیٰ نے اس بات کی شہادت دی ہے کہ اس کے علاوہ کوئی معبود برحق نہیں، نیز ملائکہ اور اہل علم نے شہادت دی کہ اللہ عزیز وحکیم کے علاوہ کوئی معبود برحق نہیں"۔ (۱) ﴿فَاعْلَمْ أَنَّهُ لاَ إِلَهَ إِلاَّ اللّٰهُ﴾ "اے میرے نبی، آپ جان لیجئے کہ اللہ کے علاوہ کوئی معبود برحق نہیں"۔ (۲) ﴿وَمَا مِنْ إِلَهٍ إِلاَّ اللّٰهُ﴾ "سوائے اللہ کے کوئی معبود برحق نہیں"۔ (۳) ﴿مَا اتَّخَذَ اللّٰهُ مِنْ وَلَدٍ وَمَا كَانَ مَعَهُ مِنْ إِلَهٍ﴾ "اللہ تعالیٰ نے کسی کو بیٹا نہیں بنایا، اور نہ اس کے ساتھ کوئی معبود ہے"۔ (۴) ﴿قُلْ لَوْ كَانَ مَعَهُ ءَالِهَةٌ كَمَا يَقُولُونَ إِذًا لاَبْتَغَوْا إِلَى ذِي الْعَرْشِ سَبِيلاً(٤٢)﴾ "اے میرے نبی! آپ کہہ دیجئے کہ اگر اللہ کے ساتھ دوسرے معبود ہوتے جیسا کہ ان کافروں کا عقیدہ ہے تو یہ معبود خود عرش والے کے پاس پہنچنے کا راستہ تلاش کرتے"۔ (۵)

سوال ۱۸: لا إله إلا الله کی شہادت کا کیا معنیٰ ہے؟

جواب ۱۸: اس کا معنیٰ ہے: اللہ کے علاوہ ہر چیز کے مستحق عبادت ہونے کا انکار اور صرف اللہ عزوجل کے لئے حقِ عبادت کا اثبات واقرار، جس کی عبادت میں کوئی شریک ہے نہ بادشاہت میں۔

ارشادِ ربانی ہے: ﴿ذَلِكَ بِأَنَّ اللّٰهَ هُوَالْحَقُّ وَأَنَّ مَايَدْعُونَ مِنْ دُونِهِ

(۱) آل عمران: ۱۸ (۲) محمد: ۱۹ (۳) آل عمران: ۶۲ (۴) المؤمنون: ۹۱ (۵) الاسراء: ۴۲

هُوَ الْبَاطِلُ وَأَنَّ اللّٰهَ هُوَ الْعَلِيُّ الْكَبِيرُ (٦٢) ﴾ ”اس وجہ سے کہ اللہ تعالیٰ ہی حق ہے، اور اس کے علاوہ جسے لوگ پکارتے ہیں وہی باطل ہے، اور بے شک اللہ ہی بلندی والا اور کبریائی والا ہے“.(۱)

سوال۱۹: وہ کون کون سی شرائط ہیں جن کے بغیر لا إلٰہ إلاّ اللہ کی شہادت بے فائدہ ہے؟

جواب۱۹: وہ شرائط سات ہیں:

(۱)”لا الہ إلا اللہ“ میں جو نفی و إثبات ہے، اس کے معنی کا صحیح علم و عرفان. (۲) اس پر دل سے یقین و ایمان. (۳) اس کے معنیٰ کے لئے ظاہری اور باطنی طور پر سر نیاز خم کر دینا. (۴) اسے پورے طور پر قبول کر لینا، بایں طور کہ اس کے لوازم اور تقاضوں میں سے کسی چیز کا انکار نہ کیا جائے. (۵) اس کے اقرار میں مخلص ہو. (۶) زبان سے نہیں بلکہ دل کی گہرائیوں سے اس کو مان لینا. (۷) اس کلمہ سے اور اس کے ماننے والوں سے محبت کرنا اور اسی کی بنیاد پر کسی سے دوستی و دشمنی کرنا.

سوال ۲۰: لا الہ إلا اللہ کی شہادت کے لئے ”علم و عرفان“ کی شرط ہے، کتاب و سنت سے اس کی کیا دلیل ہے؟

جواب۲۰: قرآن میں اللہ تعالیٰ کا یہ قول: ﴿إِلاَّ مَنْ شَهِدَ بِالْحَقِّ وَهُمْ يَعْلَمُونَ﴾ ”جو لا الہ الا اللہ کی شہادت دے، اس کے ساتھ اس کے معنیٰ کا قلبی علم و عرفان بھی اُسے حاصل ہو، صرف زبان سے کہے ایسی بات نہ ہو“. (۲)

اور حدیث پاک میں نبی کریم ﷺ کا ارشاد ہے: ﴿من مات و هو يعلم

---

(۱) الحج: ۶۲ (۲) الزخرف: ۸۶

أن لا إله إلا الله دخل الجنة﴾ ''جو مر جائے اور اسے قلبی علم و عرفان تھا کہ اللہ کے علاوہ کوئی معبودِ برحق نہیں تو وہ جنت میں داخل ہوگا''۔ (۱)

سوال۲۱: یقین کے شرط ہونے کی کتاب وسنت سے کیا دلیل ہے؟

جواب۲۱: اللہ تعالیٰ کا یہ قول: ﴿إِنَّمَا الْمُؤْمِنُونَ الَّذِينَ آمَنُوا بِاللَّهِ وَرَسُولِهِ ثُمَّ لَمْ يَرْتَابُوا وَجَاهَدُوا بِأَمْوَالِهِمْ وَأَنْفُسِهِمْ فِي سَبِيلِ اللَّهِ أُولَئِكَ هُمُ الصَّادِقُونَ(١٥)﴾ ''مؤمن وہ لوگ ہیں جو اللہ اور اس کے رسول پر ایمان رکھتے ہیں اور انہیں ذرہ برابر شک نہیں ہوتا، اور اپنے مالوں اور جانوں سے اللہ کی راہ میں جہاد کرتے ہیں، یہی لوگ سچے ہیں''۔ (۲)

اور نبی کریم ﷺ کا یہ فرمان: (أشهد أن لا إله إلا الله وأني رسول الله لا يلقي الله بهما عبد غير شاك فيهما إلا دخل الجنة) ''میں اس بات کی شہادت دیتا ہوں کہ اللہ کے علاوہ کوئی معبود برحق نہیں، اور میں اس کا رسول ہوں، ان دونوں شہادتوں کے ساتھ جو بندہ اللہ تعالیٰ سے ملے اور وہ اس میں شک کرنے والا نہ ہو تو وہ جنت میں داخل ہوگا''۔ (۳)

نیز نبی کریم ﷺ نے ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے فرمایا: (من لقيتَ وراء هذا الحائط يشهد أن لا إله إلا الله مستيقنا بها قلبه فبشّره بالجنة) ''اس باغ کے پیچھے جس سے بھی تمہاری ملاقات ہو، اور وہ لا الٰہ الا اللہ کی اپنے دل کے یقین کے ساتھ شہادت دیتا ہو تو اسے جنت کی بشارت سنا دو''۔ (۴)

---

(۱) مسلم: کتاب الایمان، باب من لقی الله بالایمان وهو غير شاك فيه دخل الجنة و حُرّم على النار: ۱/۴۱، احمد: ۱/۶۵-۶۹۔ (۲) الحجرات: ۱۵ (۳) مسلم: کتاب الایمان، باب مذکور: ۱/۴۱-۴۲
(۴) مسلم کتاب الایمان، باب مذکور: ۱/۴۱-۴۲

سوال ۲۲: اطاعت وفرمانبرداری کے شرط ہونے کی کتاب وسنت سے کیا دلیل ہے؟

جواب ۲۲: اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: ﴿وَمَنْ يُسْلِمْ وَجْهَهُ إِلَى اللَّهِ وَهُوَ مُحْسِنٌ فَقَدِ اسْتَمْسَكَ بِالْعُرْوَةِ الْوُثْقَى﴾ "جو شخص اپنا رخ اللہ کی طرف جھکادے اور وہ اس میں مخلص ہو تو اس نے بڑا مضبوط قبضہ تھام لیا". (۱)

نیز نبی کریم ﷺ نے فرمایا ہے: (لا يؤمن أحد كم حتي يكون هواه تبعا لما جئت به) "تم میں کوئی بھی شخص اس وقت تک کامل مؤمن نہیں بن سکتا، جب تک کہ اس کی خواہشات میرے لائے ہوئے دین کے تابع نہ ہو جائیں". (۲)

---

(۱) لقمان: ۲۲ (۲) اس حدیث کی سند ضعیف ہے، حافظ ابن رجب نے (جامع العلوم والحکم: ۳۷۸) میں کہا ہے: کئی وجوہ سے اس حدیث کو صحیح قرار دینا غلط ہے. علامہ البانی نے (ظلال الجنۃ بتخریج السنۃ: ۱۲) میں کہا ہے کہ اس کی سند ضعیف ہے، لیکن اس کا مفہوم اپنی جگہ صحیح ہے، ارشاد الٰہی ہے: ﴿فلا وربك لا يؤمنون حتى يحكموك فيما شجر بينهم ثم لا يجدوا في أنفسهم حرجا مما قضيت و يسلموا تسليما﴾ "آپ کے رب کی قسم! لوگ مؤمن نہیں ہو سکتے جب تک کہ وہ اپنے اختلافی مسائل میں آپ کو فیصل نہ مانیں، اور پھر آپ کے فیصلہ کو قبول کرتے ہوئے اپنے دل میں کسی قسم کی تنگی نہ محسوس کریں". نیز ارشاد ربانی ہے: ﴿وما كان لمؤمن ولا مؤمنة إذا قضى الله و رسوله أمرا أن يكون لهم الخيرة من أمرهم﴾ "جب اللہ اور اس کے رسول نے فیصلہ کر دیا ہو تو نہ کسی مؤمن مرد کو اس معاملہ میں اختیار ہے اور نہ کسی مؤمنہ عورت کو".

سوال ۲۳: لا الہ الا اللہ کو قبول کر لینے کے شرط ہونے کی کتاب وسنت سے کیا دلیل ہے؟

جواب ۲۳: اللہ تعالیٰ نے ان لوگوں کی بابت فرمایا جو لا الہ الا اللہ کے معنی کو قبول نہیں کرتے: ﴿احشُرُوا الَّذِينَ ظَلَمُوا وَأَزوَاجَهُمْ وَمَا كَانُوا يَعْبُدُونَ(۲۲)﴾
"ظالموں، ان کے ہم مشربوں اور ان کے معبودوں، سب کو جمع کرو"۔ (۱)

یہاں تک فرمایا: ﴿إِنَّهُمْ كَانُوا إِذَا قِيلَ لَهُمْ لاَ إِلَهَ إِلاَّ اللَّهُ يَسْتَكْبِرُونَ(۳۵) وَيَقُولُونَ أَئِنَّا لَتَارِكُوا ءَالِهَتِنَا لِشَاعِرٍ مَجْنُونٍ(۳٦)﴾
"جب ان سے کہا جاتا تھا کہ لا الہ الا اللہ کو تسلیم کرو تو تکبر کرتے تھے اور کہتے تھے کہ کیا ایک مجنون شاعر کی بات پر ہم اپنے معبودوں کو ترک کر دیں"۔ (۱)

اور نبی کریم ﷺ نے فرمایا: "اللہ تعالیٰ نے مجھے جو علم و ہدایت دے کر بھیجا ہے، اس کی مثال اس بارش کی ہے جو کسی خطہ پر خوب برسے، اور اس خطہ کی مٹی زرخیز ہو جو پانی کو قبول (جذب) کر لے، اور اس سے خوب ہریالی اور کھیتی اُگے۔ اور بعض خطہ سخت ہو جو پانی کو روک رکھے اور اللہ تعالیٰ اس سے لوگوں کو فائدہ پہنچائے، وہ اس پانی سے خود پیئے، جانوروں کو پلائے اور اس سے کھیتی کرے۔ اور بعض خطہ چٹیل میدان ہو جو پانی کو نہ روکے، اور نہ وہاں ہریالی اُگ سکے۔ یہ اس شخص کی مثال ہے جو دین کی سمجھ حاصل کرے اور اللہ تعالیٰ نے جو دین مجھے دے کر بھیجا ہے وہ اسے نفع پہنچائے، وہ خود بھی سیکھے اور دوسروں کو بھی سکھلائے، اور اس شخص کی مثال ہے جو اس کے لئے کمربستہ نہ ہو، اور اس ہدایت

(۱) الصافات: ۲۲، ۳۵-۳٦

کو قبول نہ کرے جسے دے کر مجھے بھیجا گیا ہے"۔ (۱)

سوال ۲۴: اخلاص کے شرط ہونے کی کتاب وسنت سے کیا دلیل ہے؟

جواب ۲۴: اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: ﴿أَلاَ لِلّٰهِ الدِّينُ الْخَالِصُ﴾ "سن لو! اللہ ہی کے لئے خالص دین ہے"۔ (۲)

نیز فرمایا: ﴿فَاعْبُدِ اللّٰهَ مُخْلِصًا لَهُ الدِّينَ﴾ "اللہ کی عبادت کرو اس کے لئے دین کو خالص کرتے ہوئے"۔ (۳)

اور نبی کریم ﷺ نے فرمایا ہے: ﴿أسعد الناس بشفاعتی من قال لاإله إلا الله خالصا من قلبه﴾ "میری شفاعت سے وہ شخص سرفراز ہوگا جو لاالہ الااللہ اپنے قلب کے اخلاص کے ساتھ کہے"۔ (۴)

نیز نبی کریم ﷺ نے فرمایا ہے: ﴿إن الله حرّم على النار من قال لا إله إلا الله﴾ "اللہ تعالیٰ نے اس شخص کو جہنم پر حرام کر دیا ہے جو (صرف اس کی خوشنودی کی خاطر) لاالہ الااللہ کہے"۔ (۵)

سوال ۲۵: صدق وسچائی کے شرط ہونے کی کتاب وسنت سے کیا دلیل ہے؟

جواب ۲۵: اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ﴿الم (١) أَحَسِبَ النَّاسُ أَنْ يُتْرَكُوا أَنْ يَقُولُوا ءَامَنَّا وَهُمْ لاَ يُفْتَنُونَ (٢) وَلَقَدْ فَتَنَّا الَّذِينَ مِنْ قَبْلِهِمْ فَلَيَعْلَمَنَّ اللّٰهُ

(۱) بخاری: کتاب العلم، باب فضل من علم وعلم: ۱/۲۸، مسلم: کتاب الفضائل، باب بیان مثل مابعث به النبی ﷺ من العلم والهدیٰ: ۷/۶۳ (۲) الزمر: ۳ (۳) الزمر: ۲ (۴) بخاری: کتاب الرقاق، باب صفة الجنة والنار: ۷/۲۰۴ أحمد: ۲/۳۷۳ (۵) بخاری: کتاب الصلاة، باب المساجد فی البیوت: ۱/۱۰۹، کتاب الرقاق، باب العمل الذی ابتغیٰ به وجه الله.

الَّذِينَ صَدَقُوا وَلَيَعْلَمَنَّ الْكَاذِبِينَ ﴾ ''کیالوگوں نے یہ سمجھ رکھاہے کہ ان کے یہ کہہ دینے سے کہ ہم ایمان لے آئے،انہیں چھوڑ دیا جائیگا اور ان کی آزمائش نہیں کی جائیگی ؟ان سے پہلے لوگوں کی ہم نے آزمائش کی ہے. اللہ تعالیٰ یہ ضرور جان لے گا کہ سچے کون ہیں اور جھوٹے کون؟''.(۱)

اور نبی کریم ﷺ نے فرمایا:﴿**مامن أحد يشهد أن لا إله إلا الله وأن محمدا رسول الله صدقا من قلبه إلا حرَّمه على النار**﴾''جو کوئی لاالہ الااللہ محمد رسول اللہ کی دل سے سچی شہادت دیتاہے اللہ تعالیٰ اس کو جہنم پر حرام کردیتاہے''.(۲)

نیز نبی ﷺ نے اس اعرابی کے لئے (**أفلح إن صدق** فرمایا: یعنی اگر وہ اپنی بات میں سچاہے تو کامیاب ہوگیا) جسے آپ نے شرائع اسلام کی تعلیم دی، اور وہ یہ کہتا ہوا واپس جانے لگا: ''اللہ کی قسم!میں اس پر نہ کچھ اضافہ کروں گا اور نہ اس میں سے کچھ کم کرونگا''.(۳)

سوال۲۶: محبت کے شرط ہونے کی کتاب وسنت سے کیا دلیل ہے؟

جواب۲۶: اللہ تعالیٰ نے فرمایا:﴿يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا مَنْ يَرْتَدَّ مِنْكُمْ عَنْ دِينِهِ فَسَوْفَ يَأْتِي اللَّهُ بِقَوْمٍ يُحِبُّهُمْ وَيُحِبُّونَهُ﴾''اے مومنو! تم میں جو اپنے دین سے مرتد ہو جائے تو عنقریب اللہ تعالیٰ ایسی قوم کو لائے گا جس سے وہ محبت رکھے گا اور اس سے وہ محبت رکھے گی''.(۴)

---

(۱)العنکبوت:۲-۳ (۲)بخاری: کتاب العلم،باب من خص بالعلم قوما دون قوم.

(۳)بخاری: کتاب الإیمان،باب الزکاۃ من الاسلام:۱/۱۱۷، مسلم: کتاب الإیمان،باب بیان الصلوات التی هی أحد ارکان الایمان. (۴)المائدہ:۵۴

اور نبی کریم ﷺ نے فرمایا:(ثلاث من کن فیه وجد بهن حلاوة الإیمان: أن یکون الله ورسوله أحبّ إلیه مما سواهما أن یحب المرأ لایحبه إلا لله وأن یکره أن یعود في الکفر بعد إذ أنقذه الله منه کما یکره أن یقذف في النار) "تین باتیں جس شخص میں پائی جائیں گی وہ ایمان کی حلاوت و چاشنی پالے گا: پہلی یہ کہ اللہ و رسول اس کے نزدیک دوسروں سے زیادہ محبوب ہوں. دوسری یہ کہ وہ کسی شخص سے صرف اللہ کے لئے محبت کرے. تیسری یہ کہ وہ کفر میں دوبارہ واپسی کو جب کہ اللہ تعالیٰ اسے اس سے نکال چکا ہے، ویسا ہی ناپسند کرے جیسا کہ اسے آگ میں ڈال دیا جانا ناپسند ہے". (١)

سوال ٢٧: اللہ کے لئے دوستی اور دشمنی کے شرط ہونے کی کیا دلیل ہے؟

جواب ٢٧: اللہ تعالیٰ نے فرمایا:﴿ یَا أَیُّهَا الَّذِینَ ءَامَنُوا لاتَتَّخِذُوا الْیَهُودَ وَالنَّصَارَیٰ أَوْلِیَاءَ بَعْضُهُمْ أَوْلِیَاءُ بَعْضٍ وَمَنْ یَتَوَلَّهُمْ مِنكُمْ فَإِنَّهُ مِنْهُمْ﴾ "اے مومنو! یہود و نصاریٰ کو دوست نہ بناؤ، یہ آپس میں ایک دوسرے کے دوست ہیں اور جو ان سے دوستی کرے گا تو وہ انہی میں شمار ہوگا". (٢)

اس کے بعد فرمایا:﴿إِنَّمَا وَلِیُّکُمُ اللَّهُ وَرَسُولُهُ وَالَّذِینَ ءَامَنُوا﴾ "تمہارے دوست اللہ، اس کے رسول اور مؤمنین ہیں". (٣)

نیز اللہ تعالیٰ نے فرمایا:﴿یَا أَیُّهَا الَّذِینَ ءَامَنُوا لاتَتَّخِذُوا ءَابَاءَکُمْ وَإِخْوَانَکُمْ أَوْلِیَاءَ إِنِ اسْتَحَبُّوا الْکُفْرَ عَلَی الإِیمَانِ﴾ "اے مومنو! تم اپنے

---

(١) بخاری کتاب الایمان باب حلاوۃ الایمان: ١/٩-١٠، مسلم باب بیان خصال من اتصف بھن وجد حلاوۃ الإیمان: ١/٤٨. (٢) المائدہ: ٥١ (٣) المائدہ: ٥٥

باپ اور بھائیوں کو اولیاء (دوست) نہ بناؤ، اگر وہ ایمان کے مقابلہ میں کفر کو پسند کریں"۔ (۱)

نیز اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ﴿لاَ تَجِدُ قَوْمًا يُؤْمِنُونَ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الآخِرِ يُوَادُّونَ مَنْ حَادَّ اللّٰهَ وَرَسُولَهُ﴾ "آپ اللہ پر اور یوم آخرت پر ایمان والوں کو نہیں پائیں گے کہ وہ ان لوگوں سے دوستی کرتے ہیں جو اللہ ورسول کے دشمن ہیں"۔ (۲)

نیز فرمایا: ﴿يَا أَيُّهَا الَّذِينَ ءَامَنُوا لاَ تَتَّخِذُوا عَدُوِّي وَعَدُوَّكُمْ أَوْلِيَاءَ﴾ "اے ایمان والو! تم میرے اور اپنے دشمن کو دوست نہ بناؤ"۔ (۳)

سوال ۲۸: محمد رسول اللہ کی شہادت کی کیا دلیل ہے؟

جواب ۲۸: محمد ﷺ اللہ کے رسول ہیں، اس کی دلیل یہ ارشاد ربانی ہے: ﴿لَقَدْ مَنَّ اللّٰهُ عَلَى الْمُؤْمِنِينَ إِذْ بَعَثَ فِيهِمْ رَسُولاً مِنْ أَنفُسِهِمْ يَتْلُو عَلَيْهِمْ ءَايَاتِهِ وَيُزَكِّيهِمْ وَيُعَلِّمُهُمُ الْكِتَابَ وَالْحِكْمَةَ﴾ "اللہ تعالیٰ کا مؤمنین پر یہ بڑا احسان ہے کہ اس نے انہی کی جنس میں سے ایک رسول کو بھیجا، جو اُن پر اللہ کی آیتوں کو پڑھ کر سناتے ہیں، اور ان کا تزکیہ کرتے ہیں، اور انہیں کتاب وحکمت کی تعلیم دیتے ہیں"۔ (۴)

نیز ارشاد الٰہی ہے: ﴿لَقَدْ جَاءَكُمْ رَسُولٌ مِنْ أَنفُسِكُمْ عَزِيزٌ عَلَيْهِ مَا عَنِتُّمْ حَرِيصٌ عَلَيْكُمْ بِالْمُؤْمِنِينَ رَءُوفٌ رَحِيمٌ (۱۲۸)﴾ "تمہارے پاس تم ہی میں سے ایک رسول آئے ہیں جن پر تمہاری تکلیف شاق گذرتی ہے، جو تمہارے

(۱) التوبہ: ۲۳ (۲) المجادلہ: ۲۲ (۳) الممتحنہ: ۱ (۴) آل عمران: ۱۶۴

ایمان کے لئے حریص ہیں اور مؤمنین کے لئے نرم دل اور مہربان ہیں". (۱)

نیز باری تعالیٰ کا قول ہے ﴿وَاللّٰهُ يَعْلَمُ إِنَّكَ لَرَسُولُهُ﴾ "اور اللہ جانتا ہے کہ آپ اس کے رسول ہیں". (۲)

سوال۲۹: محمد رسول اللہ کی شہادت کا کیا مطلب ہے؟

جواب۲۹: محمد رسول اللہ کی شہادت کا مطلب ہے کہ زبان سے اقرار کے ساتھ قلب کی گہرائیوں سے پختہ تصدیق کرنا کہ محمد ﷺ اللہ کے بندے اور اس کے رسول ہیں، صرف مسلمانوں کے لئے نہیں بلکہ سارے عالم اور انسانوں اور جنوں کے لئے بھی رسول ہیں.

ارشاد ربانی ہے: ﴿يَا أَيُّهَا النَّبِيُّ إِنَّا أَرْسَلْنَاكَ شَاهِدًا وَمُبَشِّرًا وَنَذِيرًا (٤٥) وَدَاعِيًا إِلَى اللّٰهِ بِإِذْنِهِ وَسِرَاجًا مُنِيرًا (٤٦)﴾ "اے نبی! ہم نے آپ کو اس شان کا رسول بنا کر بھیجا ہے کہ آپ گواہی دینے والے، خوشخبری سنانے والے، ڈرانے والے، اللہ کے حکم سے اس کی طرف بلانے والے اور روشن چراغ ہیں". (۳)

چنانچہ آپ نے ماضی میں گذرے واقعات کی جو خبر دی ہے اور مستقبل میں پیش آنے والے حالات و اخبار کے بارے میں جو پیشگوئی کی ہے، سب کی تصدیق کرنا، نیز آپ نے جن امور کو حلال کیا ہے انہیں حلال سمجھنا، اور جن امور کو حرام کیا ہے انہیں حرام سمجھنا، آپ نے جن باتوں کا حکم دیا ہے انہیں بجالانے کے لئے سر اطاعت خم کرنا، اور جن چیزوں سے منع فرمایا ہے

(۱) التوبہ ۱۲۸ (۲) المنافقون: ۱ (۳) الأحزاب: ۴۵-۴۶

ان سے باز رہنا، آپ کی لائی ہوئی شریعت کی خلوت اور جلوت میں اتباع کرنا، آپ کی سنت کا التزام کرنا نیز آپ کے ہر فیصلہ کو برضا و رغبت تسلیم کرنا اور یہ اعتقاد رکھنا کہ آپ کی اطاعت اللہ کی اطاعت اور آپ کی نافرمانی اللہ کی نافرمانی ہے. اس لئے کہ آپ اللہ تعالیٰ کا پیغام و رسالت امت تک پہنچانے والے ہیں. اللہ تعالیٰ نے آپ کو اس وقت تک اپنے پاس نہیں بلایا جب تک آپ کے ذریعہ دین کی تکمیل نہ کر لی، اور سارے احکام کو واضح طور پر لوگوں کو پہنچا نہ دیا. آپ اپنی امت کو روشن شاہراہ پر چھوڑ کر گئے، جس کی رات بھی دن کے کے برابر ہے، اس شاہراہ سے ہٹنے والا بدنصیب ہلاک ہونے والا ہی ہوگا". (۱)

محمد رسول اللہ کی شہادت کے سلسلے میں کچھ اور بھی مسائل ہیں جو ان شاء اللہ بعد میں بیان کئے جائیں گے.

سوال ۳۰: شہادتِ محمد رسول اللہ کے کیا شرائط ہیں، کیا اس کے بغیر صرف لاإلہ إلا اللہ کی شہادت قبول ہوگی؟

جواب ۳۰: اس سے پہلے یہ بیان کیا جا چکا ہے کہ بندہ لاإلہ إلا اللہ اور محمد رسول اللہ دونوں شہادتوں کے بغیر دین میں داخل نہیں ہو سکتا، اور دونوں شہادتیں آپس میں لازم و ملزوم ہیں. اس لئے محمد رسول اللہ کی شہادت کی شرائط بعینہ وہی ہیں جو لاالہ الا اللہ کی شرائط ہیں، اسی طرح لاالہ الا اللہ کی شرائط بعینہ وہی ہیں جو محمد رسول اللہ کی ہیں.

---

(۱) یہ اس حدیث کی طرف اشارہ ہے: "ترکتکم علی المحجة البیضاء لیلها کنهارها لایزیغ عنها بعدی إلاهالك" ابوداؤد (۴۶۰۷)، (۲۶۷۶)، احمد: ۱۲۶/۴.

سوال ۳۱: نماز وزکاۃ کی فرضیت کے کیا دلائل ہیں؟

جواب ۳۱: اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ﴿فَإِنْ تَابُوا وَأَقَامُوا الصَّلَاةَ وَءَاتَوُا الزَّكَاةَ فَخَلُّوا سَبِيلَهُمْ﴾ "پھر اگر یہ کافر توبہ کرلیں اور صلاۃ قائم کریں اور زکاۃ دیں تو تم ان کا راستہ چھوڑ دو". (۱)

نیز فرمایا: ﴿فَإِنْ تَابُوا وَأَقَامُوا الصَّلَاةَ وَءَاتَوُا الزَّكَاةَ فَإِخْوَانُكُمْ فِي الدِّينِ﴾ "اگر یہ کافر توبہ کرلیں، نماز قائم کریں اور زکاۃ دیں تو یہ تمہارے دینی بھائی ہیں". (۲)

نیز ارشاد فرمایا: ﴿وَمَا أُمِرُوا إِلَّا لِيَعْبُدُوا اللَّهَ مُخْلِصِينَ لَهُ الدِّينَ حُنَفَاءَ وَيُقِيمُوا الصَّلَاةَ وَيُؤْتُوا الزَّكَاةَ﴾ "انہیں صرف اللہ کی طرف یکسو ہوکر، دین کو اس کے لئے خالص کر کے، عبادت کا حکم دیا گیا تھا، اور یہ کہ نماز قائم کریں اور زکاۃ ادا کریں". (۳)

سوال ۳۲: روزہ کی فرضیت کی کیا دلیل ہے؟

جواب ۳۲: اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ﴿يَاأَيُّهَا الَّذِينَ ءَامَنُوا كُتِبَ عَلَيْكُمُ الصِّيَامُ كَمَا كُتِبَ عَلَى الَّذِينَ مِنْ قَبْلِكُمْ﴾ "اے مومنو! تم پر روزے فرض کر دیئے گئے ہیں جیسے کہ تم سے پہلی امتوں پر فرض کیا گیا تھا". (۴)

نیز فرمایا: ﴿فَمَنْ شَهِدَ مِنْكُمُ الشَّهْرَ فَلْيَصُمْهُ﴾ "جو رمضان کے مہینہ میں گھر پر ہو (سفر پر نہ ہو) وہ روزہ رکھے". (۵)

اور اعرابی کی حدیث میں ہے: ﴿أخبرني مافرض الله عليَّ من

(۱) التوبہ: ۵ (۲) التوبہ: ۱۱ (۳) البینہ: ۵ (۴) البقرہ: ۱۸۳ (۵) البقرہ: ۱۸۵

سوال ۳۱: نماز وزکاۃ کی فرضیت کے کیا دلائل ہیں؟

جواب ۳۱: اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ﴿فَإِنْ تَابُوا وَأَقَامُوا الصَّلَاةَ وَءَاتَوُا الزَّكَاةَ فَخَلُّوا سَبِيلَهُمْ﴾ "پھر اگر یہ کافر توبہ کرلیں اور صلاۃ قائم کریں اور زکاۃ دیں تو تم ان کا راستہ چھوڑ دو". (۱)

نیز فرمایا: ﴿فَإِنْ تَابُوا وَأَقَامُوا الصَّلَاةَ وَءَاتَوُا الزَّكَاةَ فَإِخْوَانُكُمْ فِي الدِّينِ﴾ "اگر یہ کافر توبہ کرلیں، نماز قائم کریں اور زکاۃ دیں تو یہ تمہارے دینی بھائی ہیں". (۲)

نیز ارشاد فرمایا: ﴿وَمَا أُمِرُوا إِلَّا لِيَعْبُدُوا اللَّهَ مُخْلِصِينَ لَهُ الدِّينَ حُنَفَاءَ وَيُقِيمُوا الصَّلَاةَ وَيُؤْتُوا الزَّكَاةَ﴾ "انہیں صرف اللہ کی طرف یکسو ہوکر، دین کو اس کے لئے خالص کرکے، عبادت کا حکم دیا گیا تھا، اور یہ کہ نماز قائم کریں اور زکاۃ ادا کریں". (۳)

سوال ۳۲: روزہ کی فرضیت کی کیا دلیل ہے؟

جواب ۳۲: اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ﴿يَا أَيُّهَا الَّذِينَ ءَامَنُوا كُتِبَ عَلَيْكُمُ الصِّيَامُ كَمَا كُتِبَ عَلَى الَّذِينَ مِنْ قَبْلِكُمْ﴾ "اے مؤمنو! تم پر روزہ فرض کیا گیا ہے جیسا کہ تم سے پہلی امتوں پر فرض کیا گیا تھا". (۴)

نیز فرمایا: ﴿فَمَنْ شَهِدَ مِنْكُمُ الشَّهْرَ فَلْيَصُمْهُ﴾ "جو رمضان کے مہینہ میں گھر پر ہو (سفر پر نہ ہو) وہ روزہ رکھے". (۵)

اور اعرابی کی حدیث میں ہے: ﴿أخبرني ما فرض الله عليَّ من

(۱) التوبہ: ۵ (۲) التوبہ: ۱۱ (۳) البینہ: ۵ (۴) البقرہ: ۱۸۳ (۵) البقرہ: ۱۸۵

الصیام، فقال: شھر رمضان إلا أن تطوع شیئا﴾ ''آپ مجھے یہ بتائیے کہ اللہ تعالیٰ نے مجھ پر کتنے روزے فرض کیے ہیں ؟ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: ''رمضان کا مہینہ، ہاں! اگر تم نفلی روزہ رکھو تو الگ بات ہے''. (۱)

سوال ۳۳: حج کی فرضیت کی کیا دلیل ہے؟

جواب ۳۳: اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ﴿ وَأَتِمُّوا الْحَجَّ وَالْعُمْرَةَ لِلَّهِ﴾ ''اللہ ہی کے لئے حج اور عمرہ ادا کرو''. (۲)

نیز فرمایا: ﴿وَلِلَّهِ عَلَى النَّاسِ حِجُّ الْبَيْتِ مَنِ اسْتَطَاعَ إِلَيْهِ سَبِيلاً﴾ ''اللہ کے لئے لوگوں پر حج کرنا فرض ہے ہر اس شخص کے ذمہ جو بیت اللہ تک پہنچنے کی استطاعت رکھے''. (۳)

نیز نبی کریم ﷺ نے فرمایا: ﴿إن الله تعالى كتب عليكم الحج﴾ ''اللہ تعالیٰ نے تم پر حج فرض کیا ہے''. (۴)

نیز ''حدیث جبریل'' اور حدیث ﴿بني الاسلام على خمس﴾ گذر چکی ہے''. (۵)

سوال ۳۴: مذکورہ ارکان میں سے کسی کا اگر کوئی انکار کرے یا اقرار تو کرے مگر اس سے تکبر برتے تو ایسے شخص کے بارے میں کیا حکم ہے؟

(۱) بخاری، باب بالزکاۃ من الاسلام، مسلم، باب بیان الصلوات التي هي أحد أركان الايمان.

(۲) البقرہ: ۱۹۶ (۳) آل عمران: ۹۷ (۴) مسلم کتاب الحج، باب فرض الحج مرة في العمر میں حدیث کے الفاظ یہ ہیں: ﴿إن الله قد فرض عليكم الحج فحُجُّوا﴾، احمد: ۲/ ۵۰۸.

(۵) بخاری و مسلم، کتاب الإیمان، باب قول النبی ﷺ ﴿ بني الاسلام على خمس﴾

جواب ۳۴: ایسے لوگ، ابلیس و فرعون اور دوسرے منکرین اور متکبرین کی طرح کافر ہیں، اور ان کی سزا قتل ہے.

سوال ۳۵: ان ارکان کا اقرار تو کرے مگر سستی و کاہلی یا بزعم خویش کوئی تاویل کر کے چھوڑ دے تو ایسے شخص کا کیا حکم ہے؟

جواب ۳۵: اگر نماز ترک کرے تو اس سے توبہ کرائی جائیگی اگر توبہ کر لے تو ٹھیک ہے ورنہ اس پر حد قتل جاری کی جائیگی، کیونکہ اللہ تعالیٰ نے فرمایاہے: ﴿**فَإِنْ تَابُوا وَأَقَامُوا الصَّلَاةَ وَءَاتَوُا الزَّكَاةَ فَخَلُّوا سَبِيلَهُمْ**﴾ "اگر یہ توبہ کر لیں، نماز قائم کریں اور زکاۃ دیں تو ان کا راستہ چھوڑ دو". (۱)

نیز ﴿**أمرتُ أن أقاتل الناس**﴾ "والی حدیث بھی اس حکم پر دلالت کرتی ہے". (۲)

اگر زکاۃ ادا نہ کرے تو اس کی دو صورتیں ہیں: ایک یہ کہ وہ شخص شوکت ودبدبہ والا نہ ہو تو امام المسلمین اس سے بزور طاقت زکاۃ وصول کرے گا، اور اس پر جرمانہ بھی عائد کرے گا، کیونکہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: ﴿**و من منعها فإنا آخذوها و شطر ماله معها**﴾ "جو زکاۃ روک دے تو ہم اس سے زکاۃ بھی وصول کرینگے اور اس کے ساتھ بطور جرمانہ اس کا آدھا مال بھی لے لیں گے". (۳) دوسری صورت یہ ہے کہ زکاۃ روکنے والا بڑی جماعت کی شکل

---

(۱) التوبہ: ۵ (۲) اس کی تخریج سوال وجواب: ۱۶ میں گذر چکی ہے. (۳) یہ ابوداؤد کتاب الزکاۃ: (۲/۱۰۱) کی حدیث کا ٹکڑا ہے، اس میں ایک راوی بہز بن حکیم مختلف فیہ ہے. امام ترمذی، حاکم اور علامہ البانی نے صحیح الجامع: ۴۱۴۰ میں اس حدیث کو حسن قرار دیا ہے.

میں ہو اور اقتدار و شوکت والا ہو، تو ایسی صورت میں امام المسلمین پر اس سے جنگ کرنا فرض ہے تاآنکہ وہ زکاۃ ادا کرنے لگے، کیونکہ مذکورہ آیات واحادیث سے یہی معلوم ہوتا ہے. نیز ابوبکر صدیق اور صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین نے زکاۃ روکنے والوں کے ساتھ جنگ کی تھی.

اگر روزہ ترک کرے تو اس کے سلسلہ میں کوئی آیت یا حدیث یا صحابہ کا عمل مذکور نہیں ہے، لیکن امام المسلمین یا اس کا نائب بطور تعزیر اس کو کوئی سزا دے سکتا ہے تاکہ لوگ اس سے عبرت حاصل کریں.

اگر حج میں تاخیر کرے تو چونکہ پوری عمر میں صرف ایک مرتبہ حج فرض ہے اور اس کے مرنے کے بعد ہی حج ترک کرنے کا گناہ ہوسکتا ہے، اس لئے اس پر کوئی دنیوی سزا نہیں ہے. ہاں! اس پر جلدی حج کر لینا ضروری ہے ورنہ اُخروی سزا اور وعید کا ضرور مستحق ہوگا.

سوال ۳۶: ایمان کسے کہتے ہیں؟

جواب ۳۶: ایمان اقرار و عمل کو کہتے ہیں، یعنی قلب و لسان سے اقرار، اور دل، زبان اور اعضاء سے اس پر عمل. ایمان اطاعت و فرمانبرداری سے بڑھتا ہے اور گناہ و معصیت سے گھٹتا ہے، اس لئے اہلِ ایمان اطاعت و معصیت کے حساب سے آپس میں برابر نہیں، ایک دوسرے پر فضیلت رکھتے ہیں.

سوال ۳۷: اس کی کیا دلیل ہے کہ ایمان اقرار و عمل دونوں کا نام ہے؟

جواب ۳۷: اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ﴿وَلَكِنَّ اللَّهَ حَبَّبَ إِلَيْكُمُ الإِيمَانَ وَزَيَّنَهُ فِي قُلُوبِكُمْ﴾ ''لیکن اللہ تعالیٰ نے تم کو ایمان کی محبت دی اور اس کو تمہارے دلوں

میں مزین کیا"۔ (۱)

نیز اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ﴿فَآمِنُوا بِاللّٰهِ وَرَسُولِهِ﴾ "اللہ اور اس کے رسول پر ایمان لے آؤ"۔ (۲) یہی شہادتین ہیں جن کے بغیر بندہ دین میں داخل نہیں ہوسکتا، اور یہ معلوم ہے کہ شہادتین اعتقاد کے اعتبار سے قلبی عمل کا اور اقرار کے اعتبار سے زبانی عمل کا نام ہے۔ اور جب تک قلب وزبان کا اقرار وعمل ایک دوسرے کے مطابق نہ ہو، ایمان بے فائدہ وبے ثمر ہے۔

نیز اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ﴿وَمَا كَانَ اللّٰهُ لِيُضِيعَ إِيمَانَكُمْ﴾ "اور اللہ تعالیٰ تمہارے بیت المقدس کی طرف رخ کر کے ادا کی گئی نماز کو ضائع نہیں کرے گا"۔ (۳) اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے نماز کو ایمان کہا۔ اور نماز معلوم ہے کہ قلب لسان اور اعضاء کے عمل کا نام ہے۔

نیز نبی کریم ﷺ نے جہاد، قیامِ لیلۃ القدر، رمضان کے روزوں اور پانچوں وقت کی نماز کی ادائیگی کو ایمان قرار دیا ہے"۔ (۴)

نیز جب آپ ﷺ سے یہ سوال کیا گیا کہ ﴿أي الأعمال أفضل؟﴾ "کون سا عمل افضل ہے؟" تو آپ نے جواب دیا: ﴿ایمان باللہ ورسولہ﴾ "اللہ اور اس کے رسول پر ایمان"۔ (۵)

---

(۱) الحجرات: ۷ (۲) الأعراف: ۱۵۸ (۳) البقرہ: ۱۴۳ (۴) حدیث وفد عبد قیس بخاری: ۱/۱۹، مسلم: ۱/۳۵ (۵) بخاری کتاب الایمان، باب من قال الإيمان هو العمل: ۱/۱۲، مسلم کتاب الإیمان، باب کون الإيمان بالله تعالیٰ افضل الأعمال ۱/ ۶۲۔

سوال۳۸: ایمان زیادہ اور کم ہوتا ہے، اس کی کیا دلیل ہے؟

جواب۳۸: اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: ﴿لِيَزْدَادُوا إِيمَانًا مَعَ إِيمَانِهِمْ﴾ "تا کہ وہ اپنے ایمان میں مزید اضافہ کریں". [1] ﴿وَزِدْنَاهُمْ هُدًى﴾ "اور ہم نے ان کو (اصحابِ کہف کو) مزید ہدایت دی تھی". [2] ﴿وَيَزِيدُ اللَّهُ الَّذِينَ اهْتَدَوْا هُدًى﴾ "اور اللہ تعالیٰ ہدایت یاب لوگوں کی ہدایت میں مزید اضافہ فرماتا ہے". [3] ﴿وَالَّذِينَ اهْتَدَوْا زَادَهُمْ هُدًى﴾ "اور جو لوگ ہدایت یافتہ ہیں ان کے ایمان میں زیادتی ہوئی". [4] ﴿وَيَزْدَادَ الَّذِينَ ءَامَنُوا إِيمَانًا﴾ "اور ایمان والوں کا ایمان زیادہ ہوا". [5] ﴿فَأَمَّا الَّذِينَ ءَامَنُوا فَزَادَتْهُمْ إِيمَانًا﴾ "پس رہے وہ لوگ جو ایمان لائے تو اس سے ان کے ایمان میں زیادتی ہوئی". [6] ﴿فَاخْشَوْهُمْ فَزَادَهُمْ إِيمَانًا﴾ "جب ان سے لوگوں نے کہا کہ کفار کے لشکروں سے خوف کھاؤ تو ان کے ایمان میں اضافہ ہوا". [7] ﴿وَمَا زَادَهُمْ إِلَّا إِيمَانًا وَتَسْلِيمًا﴾ "اور ان کے ایمان و تسلیم کے سوا کسی چیز میں زیادتی نہیں ہوئی". [8]

نیز نبی کریم ﷺ نے فرمایا: ﴿لو أنكم تكونوا ،في كل حالة كحالتكم عندي لصافحتكم الملائكة﴾ "اگر ہر وقت تمہاری وہی حالت ہو جو حالت میرے پاس رہتے وقت ہوتی ہے تو تم سے ملائکہ مصافحہ کرنے لگیں". [9]

---

(۱) الفتح: ۴ (۲) الکہف: ۱۳ (۳) مریم: ۷۶ (۴) محمد: ۱۷ (۵) المدثر: ۳۱ (۶) التوبہ: ۱۲۴ (۷) آل عمران: ۱۷۳ (۸) الأحزاب: ۲۲ (۹) ترمذی کتاب القیامۃ: ۲۴۵۲، لیکن مسلم ﴿کتاب التوبہ باب فضل دوام الذکر فی أمور الأخرہ﴾ میں یہ الفاظ ہیں: ﴿والذي نفسي لو تدومون على ماتكونون عندي، و في الذكر، لصافحتكم الملائكة علي فرشكم وفي طرقكم ،ولكن ياحنظلة ساعة وساعة ،ثلاث مرات﴾: ۹۵/۸.

سوال۳۹: اہل ایمان آپس میں برابر نہیں ہیں، اس کی کیا دلیل ہے؟

جواب۳۹: اللہ تعالیٰ کا قول: ﴿وَالسَّابِقُونَ السَّابِقُونَ (١٠) أُولَئِكَ الْمُقَرَّبُونَ (١١)﴾ سے لے کر ﴿وَأَصْحَابُ الْيَمِينِ مَا أَصْحَابُ الْيَمِينِ (٢٧)﴾ تک. یعنی "سبقت کرنے والے تو سبقت کرنے والے ہیں یہی مقرب لوگ ہیں" "اور دائیں ہاتھ میں نامہ اعمال پانے والے، دائیں ہاتھ والے کیا ہی خوب ہیں". (۱)

نیز باری تعالیٰ نے فرمایا: ﴿فَأَمَّا إِنْ كَانَ مِنَ الْمُقَرَّبِينَ (٨٨) فَرَوْحٌ وَرَيْحَانٌ وَجَنَّةُ نَعِيمٍ (٨٩) وَأَمَّا إِنْ كَانَ مِنْ أَصْحَابِ الْيَمِينِ (٩٠) فَسَلَامٌ لَكَ مِنْ أَصْحَابِ الْيَمِينِ (٩١)﴾ "تو اگر یہ مقربین میں سے ہیں تو ان کے لئے رحمت، خوشبو اور نعمت والے باغ ہیں، اور اگر دائیں ہاتھ والے ہیں تو ان سے کہا جائے گا کہ تمہارے لئے سلام، کہ تم دائیں ہاتھ والے ہو". (۲)

نیز حق سبحانہ نے فرمایا: ﴿فَمِنْهُمْ ظَالِمٌ لِنَفْسِهِ وَمِنْهُمْ مُقْتَصِدٌ وَمِنْهُمْ سَابِقٌ بِالْخَيْرَاتِ بِإِذْنِ اللَّهِ﴾ "تو ان میں سے کچھ لوگ اپنے نفس کے لئے ظالم ہیں، اور کچھ میانہ رو ہیں، اور کچھ خیر کے کاموں میں سبقت کرنے والے ہیں". (۳)

اور شفاعت والی حدیث میں ہے کہ: ﴿إن الله يخرج من النار من كان في قلبه وزن دينار من ايمان ثم من كان في قلبه نصف دينار من ايمان﴾ "اللہ تعالیٰ جہنم سے اس شخص کو نکالے گا جس کے دل میں

(۱) الواقعۃ: ۱۰-۱۱-۲۷ (۲) الواقعۃ: ۸۸ سے ۹۱ تک (۳) فاطر: ۳۲

ایک دینار کے برابر ایمان رہا ہوگا، پھر اس شخص کو بھی نکالے گا جس کے دل میں آدھے دینار کے برابر ایمان رہا ہوگا"۔ (۱)

اور ایک دوسری حدیث میں ہے: "اللہ تعالیٰ جہنم سے اس شخص کو نکالے گا جس نے لا الہ الا اللہ کہا ہوگا اور اس کے دل میں ایک جَو کے دانہ کے برابر خیر رہی ہوگی، پھر اسے بھی نکالے گا جس نے لا الہ الا اللہ کہا ہوگا اور اس کے دل میں ذرہ برابر خیر ہوگی"۔ (۲)

سوال ۴۰: ایمان اپنے اطلاق میں پورے دین کو شامل ہے، اس کی کیا دلیل ہے؟

جواب ۴۰: قبیلہ بنو عبد القیس کے وفد کی حدیث میں ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا:

﴿آمركم بالإيمان بالله وحده قال: أتدرون ما الايمان بالله وحده، قالوا الله ورسوله أعلم، قال: شهادة أن لا إله إلا الله وأن محمدا رسول الله، واقام الصلاة، وايتاء الزكاة، وأن تؤدوا من المغنم الخمس﴾ "میں تمہیں صرف ایک اللہ پر ایمان لانے کا حکم دیتا ہوں، کیا تمہیں معلوم ہے کہ ایک اللہ پر ایمان لانے کا کیا مطلب ہے؟ وفد نے کہا: اللہ اور اس کے رسول بہتر جانتے ہیں. آپ ﷺ نے فرمایا: "لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ کی شہادت دینا، نماز قائم کرنا، زکاۃ دینا، اور مال غنیمت میں سے پانچواں حصہ دینا ہے"۔ (۳)

---

(۱) بخاری، کتاب التوحید، باب قول الله تعالى لما خلقت بيدي: ۸/۱۷۲-۱۷۳)، مسلم، کتاب الإیمان، باب أدنى أهل الجنة منزلة فيها: ۱/۱۲۵۔ (۲) حوالہ سابق دیکھیں / حاشیہ نمبر (۱)

(۳) بخاری، کتاب الإیمان، باب أداء الخمس من الايمان: ۱/۱۹، مسلم، کتاب الإیمان، باب الأمر بالله و رسوله و شرائع الدين والدعاء إليه: ۱/۳۵۔

سوال ۴۱: ایمان مفصل کی تعریف ایمان کے چھ اُرکان سے کرتے ہیں، اس کی کیا دلیل ہے؟

جواب ۴۱: دلیل نبی کریم ﷺ کا ارشاد ہے، جب جبریل علیہ السلام نے آپ سے پوچھا کہ: ''مجھے ایمان کے بارے میں بتایئے تو آپ نے جواب میں فرمایا: ﴿أن تؤمن بالله وملائكته و كتبه ورسوله واليوم الآخر و تؤمن بالقدر خيره وشره﴾ ''ایمان یہ ہے کہ آپ اللہ پر، ملائکہ پر، آسمانی کتابوں پر، رسولوں پر، یوم آخرت پر اور بھلی بُری تقدیر پر ایمان لائیں''. (۱)

سوال ۴۲: اللہ کی کتاب سے اس کی کوئی مجمل دلیل ہے؟

جواب ۴۲: ہاں! اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: ﴿لَيْسَ الْبِرَّ أَنْ تُوَلُّوا وُجُوهَكُمْ قِبَلَ الْمَشْرِقِ وَالْمَغْرِبِ وَلَكِنَّ الْبِرَّ مَنْ ءَامَنَ بِاللَّهِ وَالْيَوْمِ الآخِرِ وَالْمَلَائِكَةِ وَالْكِتَابِ وَالنَّبِيِّينَ﴾ ''نیکی یہ نہیں ہے کہ تم مشرق و مغرب کی طرف اپنا رخ پھیر لو، بلکہ نیکی یہ ہے کہ تم اللہ پر، یوم آخرت پر، ملائکہ پر، کتاب اور نبیوں پر ایمان لے آؤ''. (۲)

نیز فرمایا: ﴿ إِنَّا كُلَّ شَيْءٍ خَلَقْنَاهُ بِقَدَرٍ (٤٩) ﴾ ''ہم نے ہر چیز کو اس کی تقدیر کے ساتھ پیدا کی ہے''. (۳) اب ہم ارکانِ ایمان میں سے ہر ایک کی الگ الگ دلیل بیان کرتے ہیں:.

سوال ۴۳: اللہ تعالیٰ پر ایمان لانے کا کیا مطلب ہے؟

جواب ۴۳: اللہ تعالیٰ پر ایمان لانے کا مطلب دل کی گہرائیوں سے اللہ تعالیٰ کی ذات

(۱) بخاری، کتاب الإیمان، باب سؤال جبریل النبی ﷺ عن الإیمان والإسلام والإحسان: ۱/۱۸، مسلم، کتاب الإیمان: ۱/۳۰. (۲) البقرہ: ۱۷۷ (۳) القمر: ۴۹

کے وجود کا اس طرح پختہ تصدیق کرنا کہ اس ذات کا مد مقابل نہ پہلے تھا اور نہ بعد میں ہو سکتا ہے. وہی اول ہے اس سے پہلے کچھ بھی نہیں، وہی آخر ہے اس کے بعد کچھ بھی نہیں، وہی ظاہر ہے اس کے اوپر کچھ بھی نہیں، وہی باطن ہے اس کے ماوراء کچھ بھی نہیں، وہ حی (زندہ)، قیوم (تھامنے والا)، احد (یکتا) اور صمد (بے نیاز) ہے. ﴿لَمْ يَلِدْ وَلَمْ يُولَدْ (٣) وَلَمْ يَكُنْ لَهُ كُفُوًا أَحَدٌ (٤)﴾ "جس کی نہ کوئی اولاد ہے اور نہ وہ کسی کی اولاد، اور اس کا مقابل کوئی نہیں". (۱)

نیز یہ تصدیق کرنا کہ وہ اپنی الوہیت، ربوبیت اور اسماء و صفات میں یکتا ہے، اس کا کوئی شریک نہیں.

سوال ۴۴: توحیدِ الوہیت کسے کہتے ہیں؟

جواب ۴۴: تمام ظاہری و باطنی اور قولی و عملی عبادتوں کو صرف اللہ تعالیٰ کے لئے خاص کرنا، اور اس کے علاوہ ہر چیز سے عبادت کی نفی کرنا خواہ ملائکہ و رسول ہی کیوں نہ ہوں. جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ﴿وَقَضَى رَبُّكَ أَلاَّ تَعْبُدُوا إِلاَّ إِيَّاهُ﴾ "آپ کے رب نے یہ فیصلہ کر دیا ہے کہ تم صرف اسی کی عبادت کرو". (۲)

نیز فرمایا: ﴿وَاعْبُدُوا اللَّهَ وَلاَ تُشْرِكُوا بِهِ شَيْئًا﴾ "اللہ کی عبادت کرو اور اس کے ساتھ کسی کو شریک نہ ٹھہراؤ". (۳)

نیز فرمایا: ﴿إِنَّنِي أَنَا اللَّهُ لاَ إِلَهَ إِلاَّ أَنَا فَاعْبُدْنِي وَأَقِمِ الصَّلاَةَ لِذِكْرِي﴾ "میں ہی اللہ ہوں، میرے سوا کوئی معبود نہیں، اس لئے میری عبادت کرو، اور میری یاد میں نماز قائم کرو". لا الہ الا اللہ کی شہادت میں یہ ساری باتیں آجاتی ہیں". (۴)

(۱) الاخلاص: ۳-۴ (۲) الاسراء: ۲۳ (۳) النساء: ۳۶ (۴) طہ: ۱۴

سوال ۴۵: توحیدِ الوہیت کی ضد کیا ہے؟

جواب ۴۵: توحیدِ الوہیت کی ضد شرک ہے، اس کی دو قسمیں ہیں، (ا) شرکِ اکبر، جو توحید کے بالکل منافی ہے. (ب) شرکِ اصغر، جو کمالِ توحید کی ضد ہے.

سوال ۴۶: شرکِ اکبر کسے کہتے ہیں؟

جواب ۴۶: شرکِ اکبر یہ ہے کہ بندہ غیر اللہ کو اللہ تعالیٰ کا ایسا شریک ٹھہرائے کہ اسے اللہ رب العالمین کے برابر درجہ دیدے، اس سے ویسی محبت کرے جیسی اللہ تعالیٰ سے کی جاتی ہے، اس سے اسی طرح خوف کھائے جس طرح اللہ تعالیٰ سے خوف کھایا جاتا ہے، غیر اللہ سے پناہ مانگے، اسی کو پکارے، اس سے ڈرے، اس سے امیدیں باندھے، اسی کی طرف راغب ہو، اور اسی پر توکل کرے، بالفاظ دیگر اللہ تعالیٰ کی معصیت میں اس کا حکم بجالائے یا اللہ کی ناراضگی میں اس کی پیروی کرے.

اللہ تعالیٰ نے فرمایاہے: ﴿إِنَّ اللّٰهَ لَا يَغْفِرُ أَنْ يُشْرَكَ بِهِ وَيَغْفِرُ مَا دُونَ ذَٰلِكَ لِمَنْ يَشَاءُ وَمَنْ يُشْرِكْ بِاللّٰهِ فَقَدِ افْتَرَىٰ إِثْمًا عَظِيمًا (٤٨)﴾ ''اللہ تعالیٰ اپنے ساتھ شرک کو کبھی نہیں بخشتا، اور اس سے چھوٹے گناہ کو بخش دیتا ہے جس کے لئے چاہتا ہے، اور جو اللہ کے ساتھ شریک ٹھہراتا ہے تو اس نے بہت ہی بڑے گناہ کا بہتان باندھا''. (۱)

نیز باری تعالیٰ نے فرمایا: ﴿وَمَنْ يُشْرِكْ بِاللّٰهِ فَقَدْ ضَلَّ ضَلَالًا بَعِيدًا﴾ ''جو اللہ کے ساتھ شرک کرے تو وہ دور کی گمراہی میں جاپڑا''. (۲)

نیز حق تعالیٰ نے فرمایا: ﴿وَمَنْ يُشْرِكْ بِاللّٰهِ فَقَدْ حَرَّمَ اللّٰهُ عَلَيْهِ

---

(۱) النساء: ۴۸ (۲) النساء: ۱۱۶

الْجَنَّةَ وَمَأْوَاهُ النَّارُ﴾ ”جو اللہ کے ساتھ شرک کرے اس پر اللہ نے جنت حرام کر رکھی ہے، اور اس کا ٹھکانہ جہنم ہے“. (۱)

نیز اللہ سبحانہ نے فرمایا: ﴿وَمَنْ يُشْرِكْ بِاللّٰهِ فَكَأَنَّمَا خَرَّ مِنَ السَّمَاءِ فَتَخْطَفُهُ الطَّيْرُ أَوْ تَهْوِي بِهِ الرِّيحُ فِي مَكَانٍ سَحِيقٍ﴾ ”جو اللہ کے ساتھ شرک کرے تو گویا وہ آسمان سے گر پڑا، اب چڑیا اسے نوچ لے یا ہوا اُسے اڑا کر کسی دور دراز مکان میں ڈال دے“. (۲)

اور نبی کریم ﷺ نے فرمایا: ﴿حق الله على العباد أن يعبدوه ولايشركوابه شيئا، وحق العباد على الله أن لا يعذب من لايشرك به شيئا﴾ ”بندوں پر اللہ تعالیٰ کا حق یہ ہے کہ وہ اس کی عبادت کریں اور اس کے ساتھ کسی بھی چیز کو شریک نہ ٹھہرائیں، اور اللہ پر بندوں کا حق یہ ہے کہ وہ اسے عذاب نہ دے جو اس کے ساتھ کسی بھی چیز کو شریک نہ ٹھہرائے“. (۳)

شرک کی وجہ سے انسان دین سے خارج ہو جاتا ہے خواہ وہ کھلم کھلا شرک کرے جیسا کہ کفار قریش تھے یا چھپا کر کرے جیسا کہ دھوکہ باز منافقین تھے جو بظاہر مسلمان تھے اور در پردہ کافر، ان دونوں میں ذرہ برابر فرق نہیں تھا.

اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ﴿إِنَّ الْمُنَافِقِينَ فِي الدَّرْكِ الْأَسْفَلِ مِنَ النَّارِ وَلَنْ تَجِدَ لَهُمْ نَصِيرًا (١٤٥) إِلَّا الَّذِينَ تَابُوا وَأَصْلَحُوا وَاعْتَصَمُوا بِاللّٰهِ وَأَخْلَصُوا دِينَهُمْ لِلّٰهِ فَأُولَئِكَ مَعَ الْمُؤْمِنِينَ﴾ ”منافقین جہنم کے

---

(۱) المائدہ: ۷۲ (۲) الحج: ۳۱ (۳) بخاری، کتاب التوحید، قصۃ بعث معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ نحو الیمن: ۸/ ۱۶۴، مسلم، کتاب الإیمان، باب الدلیل علی أنّ من مات علی التوحید دخل الجنۃ قطعاً: ۱/ ۴۳.

سب سے نچلے طبقہ میں ہوں گے، آپ ان کا کوئی مددگار ہرگز نہیں پائیں گے، مگر جنہوں نے توبہ کی اور اپنی اصلاح کرلی اور اللہ تعالیٰ کو مضبوطی کے ساتھ پکڑا، اور اسی کے لئے دین کو یکسو کرلیا تو یہ لوگ پھر مؤمنوں کے ساتھ ہوں گے". (۱)

سوال ۴۷: شرکِ اصغر کسے کہتے ہیں؟

جواب ۴۷: شرکِ اصغر معمولی ریاکاری کو کہتے ہیں، جو بندہ کے اندر اپنے عمل کو اچھا سمجھنے کی وجہ سے پیدا ہوجاتا ہے، اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ﴿فَمَنْ كَانَ يَرْجُوا لِقَاءَ رَبِّهِ فَلْيَعْمَلْ عَمَلاً صَالِحًا وَلاَ يُشْرِكْ بِعِبَادَةِ رَبِّهِ أَحَدًا﴾ "جو اپنے رب سے ملنے کی امید رکھے وہ عمل صالح کرتا رہے اور اپنے رب کی عبادت میں کسی کو شریک نہ کرے". (۲)

اور نبی کریم ﷺ نے فرمایا: ﴿**أخوف ما أخاف عليكم الشرك الأصغر ، فسئل عنه فقال الرياء**﴾ "مجھے تم پر جس امر کا سب سے زیادہ خطرہ نظر آرہاہے وہ شرکِ اصغر ہے. آپ سے دریافت کیا گیا کہ شرکِ اصغر کیا چیز ہے؟ تو آپ نے فرمایا: "وہ ریاکاری ہے". (۳)

ریاکاری کی تفسیر نبی کریم ﷺ نے یہ بیان فرمائی: ﴿**يقوم الرجل فيصلي فَيُزَيِّن صلاته لمايري من نظر رجل إليه**﴾ "آدمی اٹھ کر نماز ادا کرتا ہے اور جب لوگ اس کی طرف آنکھ اٹھا اٹھا کر دیکھتے ہیں تو اسے اپنی نماز بہت اچھی لگنے لگتی ہے". (۴)

---

(۱) النساء: ۱۴۵-۱۴۶ (۲) الکہف: ۱۱۰ (۳) مسند احمد: ۴۲۸/۵، شرح السنہ: ۳۲۴/۱۴، مجمع الزوائد: ۱۰۲/۱، الصحیحہ: ۹۵۱ (۴) احمد: ۳۰/۳، ابن ماجہ: (۴۲۰۴) ۱۴۰۶/۲ علامہ البانی نے صحیح الترغیب والترہیب میں اسے حسن کہاہے.

شرکِ اصغر کی ایک شاخ غیر اللہ کی قسم کھانا بھی ہے، مثلاً باپ کی قسم، کعبہ کی قسم، امانت داری کی قسم، اسی طرح باطل شریکوں کی قسم وغیرہ.

نبی کریم ﷺ نے فرمایا ہے: ﴿لاتحلفوا بآبائكم ولا بأمهاتكم ولا بالأنداد﴾ "اپنے باپ کا حلف اٹھاؤ نہ ماں کی قسم کھاؤ اور نہ شریکوں کی". (۱)

نیز نبی کریم ﷺ نے فرمایا: ﴿لاتقولوا والكعبه، ولكن قولوا: ورب الكعبه﴾ "کعبہ کی قسم نہ کہو، بلکہ کعبہ کے رب کی قسم کھاؤ". (۲)

نیز آپ ﷺ نے فرمایا: ﴿لاتحلفوا إلا بالله﴾ "صرف اللہ تعالیٰ کی قسم کھاؤ". (۳)

نیز آپ ﷺ نے فرمایا: ﴿من حلف بالأمانة فليس منا﴾ "جو امانت داری کی قسم کھائے وہ ہم میں سے نہیں ہے". (۴)

نیز آپ ﷺ نے یہ بھی فرمایا: ﴿من حلف بغير الله فقد كفر أو أشرك وفي رواية: وأشرك﴾ "جو غیر اللہ کا حلف اٹھائے اس نے کفر کیا یا شرک

(۱) ابوداؤد، کتاب الأیمان والنذور، باب کراهیہ الحلف بالآباء: (۳۲۴۸) ۳/ ۲۲۲، نسائی، باب الحلف بالأمهات: ۷/ ۵، صحیح الجامع میں علامہ البانی نے اسے صحیح کہا ہے (۲۱۲۶). (۲) نسائی، کتاب الأیمان والنذور، باب الحلف بالکعبہ: ۷/ ۶، احمد ۶/ ۱۷۱-۳۷۲، حاکم: ۴/ ۲۹۷ نے اسے صحیح کہا ہے اور ذہبی نے ان کی موافقت کی ہے، ابن حجر نے اصابہ: ۴/ ۳۸۹ میں صحیح کہا ہے. (۳) بخاری، کتاب الأیمان باب لاتحلفوا آبائکم: ۷/ ۲۲۱، مسلم، کتاب الأیمان باب النہی علی الحلف بغیر اللہ تعالیٰ: ۵/ ۸۰ (۴) ابوداؤد، کتاب الأیمان: ۳/ ۲۲۳، علامہ البانی نے الصحیحہ: ۱/ ۹۴ میں ذکر کیا ہے. امانت کی قسم کھانے سے اس لئے منع کیا گیا ہے کیونکہ امانت اللہ تعالیٰ کی کوئی صفت نہیں ہے بلکہ یہ تو اس کا ایک فرض وحکم ہے

کیا، اور ایک روایت میں ہے "اس نے کفر کیا اور شرک بھی کیا". (۱)

شرک اصغر میں یہ بھی داخل ہے کہ آدمی یوں کہے: "جو اللہ تعالیٰ چاہے اور آپ چاہیں" نبی کریم ﷺ نے اس شخص سے فرمایا جس نے آپ کے لئے یہ لفظ استعمال کیا تھا: ﴿أجعلتني لله ندابل ماشاءالله وحده﴾ "تم نے تو مجھے اللہ تعالیٰ کا شریک بنادیا بلکہ یوں کہو "اللہ تعالیٰ چاہے بس". (۲)

شرک اصغر میں اس طرح کہنا بھی داخل ہے: "اگر اللہ تعالیٰ اور آپ نہ ہوتے". اسی طرح یہ کہنا: "میرا تو صرف اللہ تعالیٰ اور آپ ہیں" نیز یہ کہنا: "میں اللہ اور آپ کی پناہ میں داخل ہو رہا ہوں" وغیرہ.

نبی کریم ﷺ نے فرمایا: ﴿لاتقولوا ماشاءالله وشاء فلان ولكن قولوا ماشاءالله ثم شاء فلان﴾ "تم اس طرح نہ کہو: "جو اللہ چاہے اور فلاں شخص چاہے" بلکہ اس طرح کہو: "جو اللہ چاہے پھر فلاں شخص چاہے". (۳) اہل علم فرماتے ہیں کہ اس طرح کہنا جائز ہے: "اگر اللہ تعالیٰ نہ ہوتا اور پھر فلاں شخص نہ ہوتا" لیکن یہ کہنا جائز نہیں: "اگر اللہ تعالیٰ اور فلاں شخص نہ ہوتا" تو ایسا ہو جاتا......

سوال۴۸: مذکورہ جملوں میں لفظ "اور" اور لفظ "پھر" میں کیا فرق ہے؟

جواب۴۸: دونوں لفظوں میں فرق ہے، کیونکہ لفظ "اور" ہمسری اور برابری کا مقتضی

(۱) ابو داؤد، کتاب الأیمان: ۳/ ۲۲۳ - ۲۲۴، ترمذی، کتاب الأیمان باب کراہیہ الحلف بغیر اللہ: ۴/ ۱۱۰، حاکم: ۴/ ۲۹۷ نے شیخین کی شرط پر صحیح کہا ہے اور ذہبی نے ان کی موافقت کی ہے.

(۲) بخاری فی الأدب المفرد ص: ۱۵۸ باب قول الرجل ماشاء اللہ وشئت: ۷۸۴، ابن ماجہ: ۲۱۱۷، مسند احمد: ۱/ ۲۱۴، الصحیحہ: ۱۳۹ (۳) ابو داؤد: ۴۹۸۰، احمد: ۵/ ۳۸۴، الصحیحہ: ۱۳۹

ہے، مثلاً اس صورت میں ”جو اللہ چاہے اور آپ چاہیں“ بندہ کی چاہت کو اللہ کی چاہت کے برابر کرنا لازم آئیگا، جو غلط ہی نہیں ، شرک ہے. لیکن اس جملہ میں ”جو اللہ چاہے پھر آپ چاہیں“ یہ بات نہیں کیونکہ اس میں اس بات کا اقرار صاف جھلکتا ہے کہ بندہ کی چاہت اللہ کی چاہت کے تابع اور بعد میں ہے.

اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ﴿وَمَا تَشَاءُونَ إِلاَّ أَنْ يَشَاءَ اللَّهُ﴾ ”اللہ کی چاہت کے بغیر تم کوئی بات نہیں چاہ سکتے“. (۱) باقی جملوں میں بھی یہی بات ہے.

سوال ۴۹: توحیدِ ربوبیت کسے کہتے ہیں؟

جواب ۴۹: توحیدِ ربوبیت یہ ہے کہ بندہ اس بات کا پختہ و جازم اقرار کرے کہ اللہ تعالیٰ ہی ہر چیز کا رب، خالق، مالک، مدبر اور متصرف ہے. سلطنت میں اس کا کوئی شریک نہیں، اور نہ کمزوری کے سبب اس کا کوئی مددگار ہے، اس کے فیصلہ کو کوئی ٹالنے والا نہیں، اور نہ اس کے حکم کو کوئی رد کرنے والا ہے، اس کی ضد ہے نہ مماثل، نہ رتبہ نہ ربوبیت کے کسی مفہوم میں اس کا کوئی مدمقابل ہے، اور نہ ہی اس کے اسماء وصفات کے کسی مفہوم میں اس کا کوئی مدمقابل ہے، اور نہ ہی اس کے اسماء وصفات کے کسی مقتضیٰ میں کوئی شریک ہے.

ارشاد ربانی ہے: ﴿الْحَمْدُ لِلَّهِ الَّذِي خَلَقَ السَّمَوَاتِ وَالأَرْضَ وَجَعَلَ الظُّلُمَاتِ وَالنُّورَ﴾ ”سب تعریف اس اللہ کے لئے ہے جس نے آسمانوں اور زمین کی تخلیق کی ہے اور تاریکی و نور کو پیدا کیا ہے“. (۲)

---

(۱) الدہر: ۳۰، التکویر: ۲۹ (۲) الأنعام: ۱

نیز فرمایا:﴿الحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ العَالَمِينَ(٢)﴾ ”سب حمد و ثنا رب العالمین کے لئے ہے“. (۱)

نیز فرمایا:﴿قُلْ مَنْ رَبُّ السَّمٰوَاتِ وَالأَرْضِ قُلِ اللّٰهُ قُلْ أَفَاتَّخَذْتُمْ مِنْ دُونِهِ أَوْلِيَاءَ لاَ يَمْلِكُونَ لأَنْفُسِهِمْ نَفْعًا وَلاَ ضَرًّا قُلْ هَلْ يَسْتَوِي الأَعْمَى وَالْبَصِيرُ أَمْ هَلْ تَسْتَوِي الظُّلُمَاتُ وَالنُّورُ أَمْ جَعَلُوا لِلّٰهِ شُرَكَاءَ خَلَقُوا كَخَلْقِهِ فَتَشَابَهَ الْخَلْقُ عَلَيْهِمْ قُلِ اللّٰهُ خَالِقُ كُلِّ شَيْءٍ وَهُوَ الْوَاحِدُ الْقَهَّارُ(١٦)﴾ ”اے نبی آپ کہدیں!کون آسمانوں وزمین کا رب ہے؟ کہدیں، اللہ تعالیٰ ہی ہے. کہدیں، پھر بھی تم نے اللہ تعالیٰ کے علاوہ دوسرے کو مددگار بنا رکھا ہے؟ جو خود اپنی ذات کے لئے نفع و نقصان کے مالک نہیں. آپ کہدیں، کیا اندھا اور آنکھ والا برابر ہوسکتا ہے، کیا روشنی اور تاریکی برابر ہوسکتی ہے؟ کیا انہوں نے اللہ تعالیٰ کے ایسے شریک بنا رکھے ہیں کہ انہوں نے بھی کسی چیز کو پیدا کیا ہے جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے پیدا کیا ہے، جس کی وجہ سے مخلوقات ان پر مشتبہ ہوگئے ہیں؟ آپ اعلان کر دیں کہ اللہ تعالیٰ ہی ہر چیز کا خالق ہے، اور وہی اکیلا اور زبردست غالب ہے.“. (۲)

نیز فرمایا:﴿اللّٰهُ الَّذِي خَلَقَكُمْ ثُمَّ رَزَقَكُمْ ثُمَّ يُمِيتُكُمْ ثُمَّ يُحْيِيكُمْ هَلْ مِنْ شُرَكَائِكُمْ مَنْ يَفْعَلُ مِنْ ذَلِكُمْ مِنْ شَيْءٍ سُبْحَانَهُ وَتَعَالَى عَمَّا يُشْرِكُونَ(٤٠)﴾ ”اللہ ہی تو ہے جس نے تم کو پیدا کیا پھر تم کو رزق دیا پھر تم کو موت دیگا پھر زندہ کریگا، کیا تمہارے شریکوں میں بھی کوئی ایسا ہے جو ان کاموں میں سے کچھ بھی کر سکے. اللہ تعالیٰ ان باتوں سے پاک وبلند ہے

(۱)الفاتحہ:۱ (۲)الرعد:۱۶

جو یہ شریک ٹھہراتے ہیں"۔ (۱)

نیز باری تعالیٰ نے فرمایا: ﴿هَذَا خَلْقُ اللهِ فَأَرُونِي مَاذَا خَلَقَ الَّذِينَ مِنْ دُونِهِ﴾ "ان چیزوں کو اللہ نے پیدا کیا ہے، مجھے دکھاؤ کہ اللہ کے علاوہ دوسرے شریکوں نے کیا کیا چیزیں پیدا کی ہیں؟"۔ (۲)

نیز اللہ پاک نے فرمایا: ﴿أَمْ خُلِقُوا مِنْ غَيْرِ شَيْءٍ أَمْ هُمُ الْخَالِقُونَ (٣٥) أَمْ خَلَقُوا السَّمَوَاتِ وَالأَرْضَ بَل لاَيُوقِنُونَ(٣٦)﴾ "کیا یہ لوگ بدون خالق کے خود بخود پیدا ہو گئے ہیں، یا خود اپنے آپ کے خالق ہیں؟ یا انہوں نے آسمانوں اور زمین کو پیدا کیا ہے؟ بلکہ بات یہ ہے، یہ یقین نہیں رکھتے"۔ (۳)

نیز حق تعالیٰ نے فرمایا: ﴿رَبُّ السَّمَوَاتِ وَالأَرْضِ وَمَا بَيْنَهُمَا فَاعْبُدْهُ وَاصْطَبِرْ لِعِبَادَتِهِ هَلْ تَعْلَمُ لَهُ سَمِيًّا (٦٥)﴾ "وہ آسمانوں، زمین اور ان دونوں کے درمیان کی چیزوں کا رب ہے، اسی کی عبادت کرو اور اس پر جمے رہو، کیا تمہیں اللہ تعالیٰ کے کسی ہم صفت کا علم ہے؟"۔ (۴) ﴿لَيْسَ كَمِثْلِهِ شَيْءٌ وَهُوَ السَّمِيعُ الْبَصِيرُ﴾ "اس کے مثل کوئی چیز نہیں اور وہ سننے والا، دیکھنے والا ہے"۔ (۵) ﴿وَقُلِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِي لَمْ يَتَّخِذْ وَلَدًا وَلَمْ يَكُنْ لَهُ شَرِيكٌ فِي الْمُلْكِ وَلَمْ يَكُنْ لَهُ وَلِيٌّ مِنَ الذُّلِّ وَكَبِّرْهُ تَكْبِيرًا (١١١)﴾ "آپ کہدیں! سب حمد و ثنا اس اللہ کے لئے ہے جس کا کوئی بیٹا ہے نہ اس کی بادشاہت میں کوئی شریک ہے اور نہ ہی کمزوری کی وجہ سے کوئی مددگار، اور آپ اسی کی بڑائی خوب بیان کریں"۔ (۶)

---

(۱) الروم: ۴۰ (۲) لقمان: ۱۱ (۳) الطور: ۳۵-۳۶

(۴) مریم: ۶۵ (۵) الشوریٰ: ۱۱ (۶) الاسراء: ۱۱۱

نیز ارشاد باری ہے: ﴿قُلِ ادْعُوا الَّذِينَ زَعَمْتُمْ مِنْ دُونِ اللَّهِ لاَ يَمْلِكُونَ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ فِي السَّمَوَاتِ وَلاَ فِي الأَرْضِ وَمَا لَهُمْ فِيهِمَا مِنْ شِرْكٍ وَمَا لَهُ مِنْهُمْ مِنْ ظَهِيرٍ (٢٢) وَلاَ تَنْفَعُ الشَّفَاعَةُ عِنْدَهُ إِلاَّ لِمَنْ أَذِنَ لَهُ حَتَّى إِذَا فُزِّعَ عَنْ قُلُوبِهِمْ قَالُوا مَاذَا قَالَ رَبُّكُمْ قَالُوا الْحَقَّ وَهُوَ الْعَلِيُّ الْكَبِيرُ (٢٣)﴾ ”آپ کہدیں! جن کو تم اللہ تعالیٰ کے (دخیل الوہیت) سمجھ رہے ہو، ان کو پکارو، وہ ذرہ برابر کسی چیز کے مالک نہیں، نہ آسمانوں میں اور نہ زمین میں اور نہ ہی کوئی ان دونوں کو پیدا کرنے میں شریک ہے، اور نہ ہی ان جھوٹے معبودوں میں سے کوئی اللہ کا کسی کام میں مددگار ہے. اس کے یہاں شفاعت کام نہیں دیتی مگر جس کو شفاعت کا حکم مل جائے، یہاں تک کہ جب ان (فرشتوں) کے قلوب سے گھبراہٹ دور ہوجاتی ہے تو ایک دوسرے سے پوچھتے ہیں، تمہارے رب نے کیا فرمایا؟ وہ کہتے ہیں فلاں حق بات کا حکم فرمایا، اور وہ عالیشان سب سے بڑا ہے“. (١)

سوال ٥٠: توحیدِ ربوبیت کی ضد کیا ہے؟

جواب ٥٠: توحیدِ ربوبیت کی ضد اللہ تعالیٰ کے ساتھ تدبیرِ کائنات میں دوسرے کو تصرف واختیار کا مالک سمجھنا ہے، مثلاً زندہ کرنا، موت دینا، کسی چیز کو وجود میں لانا، معلوم کرنا، نفع پہنچانا، شر کو دفع کرنا، اور وہ دیگر امور جو ربوبیت کے معنی میں داخل ہیں. اسی طرح اللہ تعالیٰ کے اسماء وصفات کے کسی بھی مقتضی میں دوسرے کو اللہ کے مقابل ٹھہرانا ہے. مثلاً کسی کو عالمِ غیب سمجھنا، یا کسی کی عظمت وکبریائی کا عقیدہ رکھنا.

(١) سبأ: ٢٢-٢٣

اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ﴿مَا يَفْتَحِ اللَّهُ لِلنَّاسِ مِنْ رَحْمَةٍ فَلاَ مُمْسِكَ لَهَا وَمَا يُمْسِكْ فَلاَ مُرْسِلَ لَهُ مِنْ بَعْدِهِ وَهُوَ الْعَزِيزُ الْحَكِيمُ(٢) يَا أَيُّهَا النَّاسُ اذْكُرُوا نِعْمَةَ اللَّهِ عَلَيْكُمْ هَلْ مِنْ خَالِقٍ غَيْرُ اللَّهِ يَرْزُقُكُمْ مِنَ السَّمَاءِ وَالأَرْضِ﴾ ''جو رحمت اللہ تعالیٰ انسانوں کے لئے کھول دے اسے کوئی روکنے والا نہیں، وہ غالب وحکیم ہے۔ اے لوگو! تم اللہ کی نعمتوں کو یاد کرو، کیا اللہ کے علاوہ کوئی خالق ہے؟ جو آسمان وزمین سے تمہیں رزق پہنچاتا ہو''۔ (۱)

نیز اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ﴿وَإِنْ يَمْسَسْكَ اللَّهُ بِضُرٍّ فَلاَ كَاشِفَ لَهُ إِلاَّ هُوَ وَإِنْ يُرِدْكَ بِخَيْرٍ فَلاَ رَادَّ لِفَضْلِهِ﴾ ''اگر اللہ تعالیٰ آپ کو کوئی تکلیف پہنچائے تو اسے اس کے علاوہ کوئی دور کرنے والا نہیں، اور اگر تمہارے ساتھ خیر کا ارادہ کرے تو کوئی اس کے فضل وکرم کو ٹالنے والا نہیں''۔ (۲)

نیز فرمایا: ﴿وَلَئِنْ سَأَلْتَهُمْ مَنْ خَلَقَ السَّمَوَاتِ وَالأَرْضَ لَيَقُولُنَّ اللَّهُ قُلْ أَفَرَأَيْتُمْ مَا تَدْعُونَ مِنْ دُونِ اللَّهِ إِنْ أَرَادَنِيَ اللَّهُ بِضُرٍّ هَلْ هُنَّ كَاشِفَاتُ ضُرِّهِ أَوْ أَرَادَنِي بِرَحْمَةٍ هَلْ هُنَّ مُمْسِكَاتُ رَحْمَتِهِ قُلْ حَسْبِيَ اللَّهُ عَلَيْهِ يَتَوَكَّلُ الْمُتَوَكِّلُونَ(٣٨)﴾ 'اے میرے نبی، آپ کہہ دیجئے جن کو تم اللہ کے علاوہ پکارتے ہو تمہارے خیال میں کیا وہ مصیبت کو دور کر سکتے ہیں جو اللہ تعالیٰ مجھے پہنچانا چاہے، یا جو رحمت مجھ پر کرنا چاہے اسے وہ روک سکتے ہیں؟ آپ کہہ دیجئے! اللہ میرے لئے کافی ہے، اسی پر توکل کرنے والے توکل کرتے ہیں''۔ (۳)

---

(۱) فاطر: ۲-۳ (۲) یونس: ۱۰۷ (۳) الزمر: ۳۸

نیز فرمایا: ﴿وَعِنْدَهُ مَفَاتِحُ الغَيْبِ لاَ يَعلَمُهَا إِلاَّ هُوَ﴾ "اسی کے پاس غیب کی کنجیاں ہیں، اسے صرف وہی جانتا ہے". (۱)

نیز فرمایا: ﴿قُل لاَ يَعلَمُ مَنْ فِي السَّمٰوَاتِ وَالأَرْضِ الغَيْبَ إِلاَّ اللّٰهُ﴾ "آپ کہہ دیجئے! جو مخلوقات آسمانوں اور زمین میں ہیں، ان میں سے کوئی بھی غیب کی باتیں نہیں جانتا، ہاں، صرف اللہ تعالیٰ جانتا ہے". (۲)

نیز فرمایا: ﴿وَلاَ يُحِيطُونَ بِشَيْءٍ مِنْ عِلْمِهِ إِلاَّ بِمَا شَاءَ﴾ "وہ اللہ تعالیٰ کے معمولی علم کا بھی احاطہ نہیں کر سکتے، ہاں! مگر اللہ جو چاہے". (۳)

نیز نبی کریم ﷺ حدیثِ قدسی میں فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

﴿العظمة إزاري والكبرياء رداءي فمن نازعني واحدا منهما أسكنتُه ناري﴾ "عظمت میری ازار ہے، اور کبریاء میری چادر، ان دونوں میں سے ایک بھی کوئی مجھ سے چھیننا چاہے تو اس کو میں اپنی جہنم میں ڈال دوں گا". (۴)

سوال ۵۱: توحیدِ اسماء و صفات کسے کہتے ہیں؟

جواب ۵۱: توحیدِ اسماء و صفات یہ ہے کہ اُن اسماء حسنیٰ اور صفات علیا پر ایمان لایا جائے جو اللہ تعالیٰ نے اپنے بارے میں قرآن میں بیان کئے ہیں اور رسول اللہ ﷺ نے اللہ تعالیٰ کے لئے حدیثوں میں بیان کئے ہیں، اور یہ کہ ان اسماء و صفات کو بلا کوئی کیفیت بیان کئے اسی طرح تسلیم کیا جائے جیسے وہ قرآن و حدیث میں وارد ہوئے ہیں. جیساکہ خود اللہ تعالیٰ نے اپنی کتاب میں کئی جگہ ان کا اثبات کیا ہے اور ان کی کیفیت کی نفی کی ہے، مثلاً اللہ تعالیٰ کا یہ قول ہے: ﴿ يَعلَمُ مَا بَيْنَ أَيْدِيهِمْ

---

(۱) الأنعام: ۱۰۳ (۲) النمل: ۶۵ (۳) البقرہ: ۲۵۵ (۴) مسلم کتاب البر والصلہ، باب تحریم الکبر: ۲۶۲۰، ابوداؤد کتاب اللباس، باب ماجاء فی الکبر: ۴۰۹۰

وَمَا خَلْفَهُمْ وَلَا يُحِيطُونَ بِهِ عِلْمًا﴾ "اللہ تعالیٰ ان کے سامنے کی چیزوں کو جانتا ہے، اور ان کے پیچھے کی چیزوں کو بھی، اور یہ لوگ اس کے علم کا احاطہ نہیں کر سکتے". (۱)

نیز یہ قول ہے: ﴿لَيْسَ كَمِثْلِهِ شَيْءٌ وَهُوَ السَّمِيعُ الْبَصِيرُ﴾ "اس کے مثل کوئی چیز نہیں، وہ سمیع و بصیر ہے". (۲)

نیز یہ قول: ﴿لَا تُدْرِكُهُ الْأَبْصَارُ وَهُوَ يُدْرِكُ الْأَبْصَارَ وَهُوَ اللَّطِيفُ الْخَبِيرُ(۱۰۳)﴾ "نگاہیں اللہ تعالیٰ کا ادراک نہیں کر سکتیں اور وہ نگاہوں کا ادراک کر لیتا ہے، وہ لطیف (بڑا باریک بیں) اور خبیر (باخبر) ہے". (۳)

سنن ترمذی میں ابی بن کعب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ مشرکین مکہ نے رسول اللہ ﷺ سے مطالبہ کیا- جب آپ نے ان کے معبودوں کا ذکر کیا- کہ آپ اپنے رب کا نسب نامہ بیان کیجئے، اس پر اللہ تعالیٰ نے یہ آیتیں اتاریں: ﴿قُلْ هُوَ اللَّهُ أَحَدٌ، اللَّهُ الصَّمَدُ﴾ آپ کہہ دیجئے! وہ اللہ ایک ہے، اللہ صمد ہے، اور "صمد" کے معنی ہیں ﴿لَمْ يَلِدْ وَلَمْ يُولَدْ﴾ "جو نہ کسی کو جنے اور نہ وہ کسی سے جنا جائے" کیونکہ جو چیز بھی جنی جاتی ہے وہ مرتی ہے اور جو چیز مرتی ہے وہ اپنے پیچھے وارث چھوڑتی ہے، اور اللہ تعالیٰ نہ مرتا ہے نہ کسی کو وارث بناتا ہے. ﴿وَلَمْ يَكُنْ لَهُ كُفُوًا أَحَدٌ﴾ "اور اس کے ہمسر کوئی نہیں" آپ ﷺ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ کا کوئی ہم شکل ہے نہ ہم رتبہ، اور نہ ہی اس کے مثل کوئی چیز. (۴)

---

(۱) طہ: ۱۱۰ (۲) الشوریٰ: ۱۱ (۳) الأنعام: ۱۰۳

(۴) ترمذی، کتاب تفسیر: ۵/۴۵۱-۴۵۲، باب تفسیر سورہ اخلاص: ۳۳۶۴

سوال ۵۲: قرآن وحدیث سے اسماء حسنیٰ کی کیا دلیل ہے؟

جواب ۵۲: دلیل اللہ تعالیٰ کا یہ قول ہے﴿**وَلِلّٰهِ الأَسْمَاءُ الْحُسْنَى فَادْعُوهُ بِهَا وَذَرُوا الَّذِينَ يُلْحِدُونَ فِي أَسْمَائِهِ**﴾ "اللہ ہی کے لئے اسماء ہیں، اسے اُنہی ناموں سے پکارو، اور اُن لوگوں کو چھوڑ دو جو اللہ تعالیٰ کے اسماء میں کج روی اختیار کرتے ہیں". (۱)

نیز اللہ تعالیٰ نے فرمایا:﴿**قُلِ ادْعُوا اللّٰهَ أَوِ ادْعُوا الرَّحْمٰنَ أَيًّا مَا تَدْعُوا فَلَهُ الأَسْمَاءُ الْحُسْنَى**﴾ "آپ کہہ دیجئے! اللہ کہہ کر پکارو، یا رحمٰن کہہ کر، جس نام سے بھی پکارو، اس کے بہت اچھے نام ہیں". (۲)

نیز فرمایا:﴿**اللّٰهُ لا إِلٰهَ إِلاَّ هُوَ لَهُ الأَسْمَاءُ الْحُسْنَى**﴾ "اللہ تعالیٰ کے علاوہ کوئی معبود برحق نہیں، اس کے بہت اچھے نام ہیں". (۳)

نبی کریم ﷺ نے فرمایا:﴿**إن لله تسعة وتسعين اسما من أحصاها دخل الجنة**﴾ "اللہ تعالیٰ کے ننانوے (۹۹) نام ہیں، جو ان ناموں کو گنے گا جنت میں داخل ہوگا". (۴)

نیز نبی کریم ﷺ نے اپنی دعا میں فرمایا:﴿**أسألك اللهم بكل اسم هو لك سميت به نفسك أو أنزلته في كتابك أو علمته أحدا من خلقك أو استأثرت به في علم الغيب عندك: أن تجعل القرآن العظيم ربيع قلبي**﴾ "اے اللہ میں تجھ سے تیرے ہر اس نام کے وسیلہ سے سوال کرتا ہوں جو

---

(۱) الأعراف: ۱۸۰ (۲) الاسراء: ۱۱۰ (۳) طہ: ۸ (۴) بخاری: کتاب التوحید: باب ان اللہ مائۃ اسم الا واحدا: ۷/۱۶۹، مسلم، کتاب الذکر والدعاء فی أسماء اللہ تعالیٰ وفضل من أحصاہا: ۸/۶۳، ترمذی، کتاب الدعوات: ۳۵۰۸، ۵/۵۳۲، ابن ماجہ: ۳۸۶۰

تو نے خود رکھا ہے، یا اپنی کتاب میں اتارا ہے، یا اپنی مخلوق میں سے کسی کو سکھایا ہے، یا اپنے پاس علمِ غیب میں محفوظ رکھا ہے کہ قرآن کریم کو میرے قلب کی بہار بنا دے"۔(۱)

سوال ۵۴: قرآن کریم سے اسماء حسنٰی کی کیا مثال ہے؟

جواب ۵۴: چند مثالیں درج ذیل ہیں: ارشاد ربانی ہے: ﴿إِنَّ اللَّهَ كَانَ عَلِيًّا كَبِيرًا﴾ "اللہ تعالیٰ علی و کبیر ہے"۔(۲) ﴿إِنَّ اللَّهَ كَانَ لَطِيفًا خَبِيرًا﴾ "اللہ تعالیٰ لطیف (باریک بیں) وخبیر (باخبر) ہے"۔(۳) ﴿إِنَّهُ كَانَ عَلِيمًا قَدِيرًا﴾ "اللہ تعالیٰ علیم (بڑا علم والا)، قدیر (بڑی قدرت والا) ہے"۔(۴) ﴿إِنَّ اللَّهَ كَانَ سَمِيعًا بَصِيرًا﴾ "اللہ تعالیٰ سمیع (سننے والا) وبصیر (دیکھنے والا) ہے"۔(۵) ﴿إِنَّ اللَّهَ كَانَ عَزِيزًا حَكِيمًا﴾ "اللہ تعالیٰ عزیز یعنی غالب اور حکیم یعنی حکمت والا ہے"۔(۶) ﴿إِنَّ اللَّهَ كَانَ غَفُورًا رَحِيمًا﴾ "اللہ تعالیٰ غفور یعنی معاف کرنے والا اور رحیم یعنی رحم کرنے والا ہے"۔(۷) ﴿إِنَّهُ بِهِمْ رَءُوفٌ رَحِيمٌ﴾ "اللہ تعالیٰ رؤف یعنی مہربان اور رحیم ہے"۔(۸) ﴿وَاللَّهُ غَنِيٌّ حَلِيمٌ﴾ "اللہ تعالیٰ غنی یعنی بے نیاز اور حلیم یعنی بردبار ہے"۔(۹) ﴿إِنَّهُ حَمِيدٌ مَجِيدٌ﴾ "وہ حمید (لائق ستائش) اور مجید (بزرگ) ہے"۔(۱۰) ﴿إِنَّ رَبِّي عَلَى كُلِّ شَيْءٍ حَفِيظٌ﴾ "میرا

---

(۱) مسند احمد: ۱/۳۹۱، مستدرک حاکم: ۱/۵۰۹ حاکم نے کہا: "اگر ارسال نہ ہو تو یہ حدیث مسلم کی شرط پر ہے"۔ علامہ ناصر الدین البانی نے اس حدیث کو ارسال سے سالم قرار دیا ہے (دیکھئے سلسلہ الاحادیث الصحیحہ ج۱: ۱۹۹)، اور حدیث کے مختلف شواہد بھی ذکر کئے ہیں۔ (۲) النساء: ۳۴
(۳) الأحزاب: ۳۴ (۴) فاطر: ۴۴ (۵) النساء: ۵۸ (۶) النساء: ۵۶ (۷) النساء: ۲۳
(۸) التوبہ: ۱۱۷ (۹) البقرہ: ۲۶۳ (۱۰) ہود: ۷۳

رب ہر چیز کا حفیظ (محافظ) ہے"۔ (۱)﴿إِنَّ رَبِّي قَرِيبٌ مُّجِيبٌ﴾ "میرا رب قریب اور مجیب (دعا سننے والا) ہے"۔ (۲)﴿إِنَّ اللَّهَ كَانَ عَلَيْكُمْ رَقِيبًا﴾ "اللہ تعالیٰ تم پر رقیب (نگہبان) ہے"۔ (۳)﴿وَكَفَى بِاللَّهِ وَكِيلاً﴾ "اللہ بحیثیت وکیل (جس پر بھروسہ کیا جائے) کافی ہے"۔ (۴)﴿وَكَفَى بِاللَّهِ حَسِيبًا﴾ "اللہ حسیب (حساب لینے والا) کافی ہے"۔(۵)﴿وَكَانَ اللَّهُ عَلَى كُلِّ شَيْءٍ مُقِيتًا﴾ "اللہ ہر چیز پر مقیت یعنی قدرت رکھنے والا ہے"۔(۶)﴿أَنَّهُ عَلَى كُلِّ شَيْءٍ شَهِيدٌ﴾ "اللہ ہر چیز پر شہید (گواہ) ہے"۔(۷)﴿إِنَّهُ بِكُلِّ شَيْءٍ مُحِيطٌ﴾ "وہ ہر چیز پر محیط (احاطہ کرنے والا) ہے"۔(۸)﴿اللَّهُ لاَ إِلَهَ إِلاَّ هُوَ الْحَيُّ الْقَيُّومُ﴾ "اللہ کے علاوہ کوئی معبود برحق نہیں، وہ حی (زندہ)، قیوم (تھامنے والا) ہے"۔ (۹)﴿هُوَ الأَوَّلُ وَالآخِرُ وَالظَّاهِرُ وَالْبَاطِنُ وَهُوَ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيمٌ (۳)﴾ "وہ اول، آخر، ظاہر اور باطن ہے، اور وہ ہر چیز کا جاننے والا (علیم) ہے"۔(۱۰)﴿هُوَ اللَّهُ الَّذِي لاَ إِلَهَ إِلاَّ هُوَ عَالِمُ الْغَيْبِ وَالشَّهَادَةِ هُوَ الرَّحْمَنُ الرَّحِيمُ (۲۲) هُوَ اللَّهُ الَّذِي لاَ إِلَهَ إِلاَّ هُوَ الْمَلِكُ الْقُدُّوسُ السَّلاَمُ الْمُؤْمِنُ الْمُهَيْمِنُ الْعَزِيزُ الْجَبَّارُ الْمُتَكَبِّرُ سُبْحَانَ اللَّهِ عَمَّا يُشْرِكُونَ (۲۳) هُوَ اللَّهُ الْخَالِقُ الْبَارِئُ الْمُصَوِّرُ لَهُ الأَسْمَاءُ الْحُسْنَى﴾ "وہی اللہ ہے اس کے سوا کوئی معبود برحق نہیں، وہ عالم الغیب والشہادہ (چھپے وکھلے کا جاننے والا) ہے، وہ رحمٰن ورحیم ہے، وہی اللہ ہے، اس کے علاوہ کوئی معبود نہیں، وہ مَلِک (بادشاہ)، قدوس (سارے عیوب سے پاک)، سلام (سلامتی والا)، مؤمن (امن دینے

---

(۱)ہود:۵۷ (۲)ہود:۶۱ (۳)النساء:۱ (۴)النساء:۸۱ (۵)النساء:۶ (۶)النساء:۸۵
(۷)فصلت:۵۳ (۸)فصلت:۵۴ (۹)البقرہ:۲۵۵ (۱۰)الحدید:۳

والا)، مہیمن (نگہبانی کرنے والا) عزیز (زبردست)، جبّار (زور آور)، متکبر (بڑی عظمت والا) ہے، اللہ ان تمام باتوں سے پاک ہے جو یہ لوگ شرک کرتے ہیں. وہی اللہ ہے جو خالق (پیدا کرنے والا)، باریٔ (وجود بخشنے والا)، مُصوِّر (صورت بنانے والا) ہے، اس کے بہت ہی اچھے نام ہیں". (۱)

سوال ۵۴: حدیث پاک سے أسماء حُسنٰی کی کیا مثال ہے؟

جواب ۵۴: نبی کریم ﷺ نے فرمایا: ﴿**لا إله إلا الله العظيم الحليم، لا إله إلا الله رب العرش العظيم، لا إله إلا الله رب السموات ورب الأرض ورب العرش الكريم**﴾ "اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی معبود برحق نہیں، وہ عظیم و حلیم (بردبار) ہے، اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی معبود برحق نہیں، جو عرش عظیم کا رب ہے، اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی معبود برحق نہیں جو آسمانوں اور زمین اور عرش کریم کا رب ہے". (۲)

نیز رسول اللہ ﷺ نے اپنی دعا میں اللہ تعالیٰ کو ان لفظوں سے پکارا:

﴿**يا حي يا قيوم يا ذاالجلال والاكرام يا بديع السموات والأرض**﴾ "اے حی (زندہ) اے قیوم (آسمانوں کو تھامنے والے)، اے جلال واکرام والے، اے آسمانوں اور زمین کو بلا کسی نمونہ کے وجود میں لانے والے". (۳)

نیز نبی کریم ﷺ نے ایک دعا اس طرح مانگی: ﴿**بسم الله الذي لايضر مع اسمه شيء في الأرض ولا في السماء وهو السميع العليم**﴾

---

(۱) الحشر: ۲۲-۲۴ (۲) بخاری، کتاب الدعوات، باب الدعاء عند الکرب: ۷/۱۵۴، مسلم، کتاب الذکر والدعاء، باب دعاء الکرب: ۸/۸۵ (۳) مسند احمد: (۳/۱۲۰، ۱۵۸، ۲۴۵)، مستدرک حاکم، باب الدعاء: ۱/۵۰۴، امام حاکم نے کہا: یہ حدیث مسلم کی شرط پر صحیح ہے، اور امام ذہبی نے حاکم کی موافقت کی ہے.

"اس اللہ کے نام سے شروع کرتا ہوں جس کے نام کے ساتھ نہ زمین میں کوئی چیز نقصان پہنچا سکتی ہے نہ آسمان میں، وہ سمیع و علیم ہے".(١)

نیز نبی ﷺ نے ایک مناجات میں ان الفاظ کے ساتھ دعا مانگی:

﴿اللهم عالم الغيب والشهادة فاطر السموات والأرض رب كل شيء ومليكه﴾ "اے غیب وحاضر کے عالم(جاننے والے) اللہ! آسمانوں و زمین کے خالق، ہر چیز کے رب ومالک". (٢)

نیز نبی ﷺ نے ایک مناجات میں یہ الفاظ ادا فرمائے: ﴿اللهم رب السموات السبع ورب العرش العظيم ربنا ورب كل شيء فالق الحب والنوي، منزل التوراة والإنجيل والقرآن، أعوذبك من شركل ذي شر أنت آخذ بناصيته، أنت الأول فليس قبلك شيء، وأنت الآخر فليس بعدك شيء، وأنت الظاهر فليس فوقك شيء وأنت الباطن فليس دونك شيء﴾ "یا الٰہی! ساتوں آسمان، عرش عظیم، ہمارے اور چیز کے رب! دانہ و گٹھلی کو پھاڑنے والے، تورات، انجیل اور قرآن کو نازل کرنے والے! میں تیری پناہ چاہتا ہوں ہر شر والے کے شر سے، اس کی پیشانی کو تو ہی پکڑنے والا ہے، تو ہی اول ہے تجھ سے پہلے کچھ نہیں، تو ہی آخر ہے تیرے بعد کچھ نہیں، تو ہی ظاہر ہے تیرے اوپر کچھ

---

(١)ابن ماجہ: ٣٨٦٩، امام حاکم نے اسے صحیح کہا ہے: ١/ ٥١٤، ترمذی، باب ماجاء فی الدعاء: ٥/ ٤٦٥، امام ترمذی نے اسے حسن صحیح کہا ہے، اور بغوی نے شرح السنہ میں اسے ذکر کر کے حسن کہا ہے: ٥/ ١١٣.

(٢)ترمذی، کتاب الدعوات، ماجاء فی الدعاء إذا أصبح وإذا أمسیٰ. یہ ایک لمبی حدیث کا ٹکڑا ہے: ٥/ ٤٦٧ حدیث: ٣٣٩٢، امام ترمذی نے اس حدیث کو صحیح کہا ہے.

نہیں، تو ہی باطن ہے تیرے ماوراء کچھ بھی نہیں"۔ (١)

نیز نبی ﷺ نے ایک مناجات میں یہ الفاظ ادا فرمائے: ﴿اللهم لك الحمد، أنت نور السموات والأرض ومن فيهن ولك الحمد أنت قيوم السموات والأرض ومن فيهن﴾ "اے اللہ! سب تعریف تیرے ہی لئے زیبا ہے، تو آسمانوں وزمین کا نور ہے، اور ان دونوں کے درمیان رہنے والوں کا بھی، تیرے ہی لئے سب تعریف ہے، تو آسمانوں، زمین اور ان دونوں کے درمیان رہنے والوں کا قیوم (سنبھالنے والا) ہے"۔ (٢)

نیز آپ ﷺ نے ان الفاظ سے دعا مانگی: ﴿اللهم إني أسألك بأني أشهد أنك أنت الله لا إله إلا الأنت الأحد الصمد الذي لم يلد و لم يولد ولم يكن له كفوا أحد﴾ "اے اللہ میں تجھ ہی سے سوال کرتا ہوں، اس واسطے سے کہ میں اس بات کی شہادت دیتا ہوں کہ تو ہی اللہ ہے، تیرے سوا کوئی معبود برحق نہیں، تو احد وصمد ہے جو نہ کسی کو جنا اور نہ کسی سے جنا گیا اور اس کے ہمسر کوئی نہیں"۔ (٣)

نیز آپ ﷺ نے ﴿يا مقلب القلوب﴾ "اے دلوں کو پلٹنے والے"

---

(١) مسلم، کتاب الذکر والدعاء، باب مایقول عند النوم وأخذ المضجع: ٨/٧٨-٧٩، ترمذی ٣٤٠٠، امام ترمذی نے اسے حسن کہا ہے۔ (٢) بخاری: ٧/١٤٨، ترمذی، ابواب الدعوات، باب مایقول إذا قام من اللیل الی الصلاۃ: ٥/٤٨١ رقم: ٣٤١٨، امام ترمذی نے اسے حسن صحیح کہا ہے۔ (٣) ترمذی کتاب الدعوات، باب جامع الدعوات عن النبی ﷺ: ٥/٥١٥ رقم: ٣٤٧٥، امام ترمذی نے کہا: یہ حدیث حسن غریب ہے۔

سے اللہ تعالیٰ کو خطاب کیا.(١)

سوال ٥٥: اسماء حسنیٰ کن چیزوں پر دلالت کرتے ہیں؟

جواب ٥٥: اسماء حسنیٰ تین چیزوں پر دلالت کرتے ہیں: (أ) اللہ کی ذات پر بطور مطابقت دلالت کرتے ہیں. (ب) اس سے مشتق صفات پر بطور تضمن دلالت کرتے ہیں.
(ث) اس سے غیر مشتق صفات پر بطور التزام دلالت کرتے ہیں.

سوال ٥٦: اس کو ذرا مثال سے سمجھایئے.

جواب ٥٦: مثلاً اللہ کے نام رحمٰن اور رحیم کو لیجئے، یہ دونوں نام مسمی یعنی اللہ تعالیٰ کی ذات پر بطور مطابقت دلالت کرتے ہیں، اور ان سے مشتق صفت یعنی رحمت پر بطور تضمن دلالت کرتے ہیں. اور ان سے غیر مشتق صفات مثلاً حیات وقدرت پر بطور التزام دلالت کرتے ہیں. یہی شان اللہ تعالیٰ کے تمام اسماء کی ہے. اور یہ بات کسی بھی مخلوق میں نہیں پائی جاتی. کیونکہ آدمی کا نام "حکیم" رکھ دیا جاتاہے حالانکہ وہ نمبر ایک کا جاہل ہوتا ہے، اسی طرح کسی کا نام "حَکَم" (فیصلہ کرنے والا) ہوتا ہے حالانکہ وہ ظالم شخص ہوتا ہے، کسی کا نام "عزیز" (عزت والا) ہے حالانکہ وہ ذلیل ہے، کسی کا نام "شریف،، ہے اور وہ گھٹیا ورذیل ہے، کسی کا نام "کریم" ہے اور وہ کمینہ ہے، کسی کا نام "صالح" (نیک) ہے اور وہ طالح (بد) ہے.
کسی کا نام اُسد، حنظلہ اور علقمہ یعنی شیر، کڑوا اور تیکھا ہے مگر وہ فی الواقع ایسا نہیں ہوتا معلوم ہوا کہ اللہ کی ذات ہر نقص اور عیب سے پاک ہے، اور وہی لائق تعریف

---

(١) ترمذی ابواب الدعوات: ٥/٥٣٨ رقم: ٣٥٢٢، اور اسے حسن کہا ہے، بخاری کتاب التوحید، باب مقلب القلوب: ٨/١٦٨ الفاظ: لا مقلب القلوب ابن ماجہ رقم: ٣٨٣٤، لفظ: "یا مثبت القلوب، ثبت قلوبنا علی دینك" مسند احمد: ٤/١٨٢.

ہے، وہ بالکل ویسا ہی ہے جیسا کہ اس نے اپنے بارے میں بیان کیا ہے، اور وہ اس سے بالاتر ہے کہ کوئی مخلوق اس کی صفت بیان کرنے کا پورا حق ادا کر سکے.

سوال ۵۷: بطور تضمّن اسماء حسنیٰ کن قسموں پر دلالت کرتے ہیں؟

جواب ۵۷: چار قسموں پر دلالت کرتے ہیں:

(ا) وہ خاص نام جو اسماء حسنیٰ کے تمام معانی کو متضمن ہے، اور وہ خاص نام "اللہ" ہے. یہی سبب ہے کہ تمام اسماء اسی نام کے بطور صفت آتے ہیں. مثلاً اس آیت قرآنی ﴿هُوَ اللّٰهُ الْخَالِقُ الْبَارِئُ الْمُصَوِّرُ﴾ "وہی اللہ جو خالق، باری اور مصور ہے". (1) اور وہ کبھی بھی دوسرے نام کے تابع ہو کر نہیں آتا.

(ب) جو اللہ جل جلالہ کی ذات کی صفت کو شامل ہو، مثلاً اللہ تعالیٰ کا نام "سمیع" ہے جو اس "صفتِ سمع" کو متضمن ہے جو تمام اصوات کو حاوی ہے، اس کے نزدیک صوت سری ہو یا جہری سب برابر ہے. نیز ایک نام "بصیر" ہے جو اس "صفت بصر" کو متضمن ہے جو تمام دیکھی جانے والی اشیاء کو دیکھ رہا ہے خواہ وہ کتنی ہی باریک کیوں نہ ہو. اسی طرح اللہ تعالیٰ کا ایک نام "علیم" ہے جو اس "صفت علم" کو متضمن ہے، کہ اُس سے ذرہ برابر کوئی چیز نہ آسمانوں میں پوشیدہ ہے نہ زمین میں نہ اس سے چھوٹی اور نہ ہی اس سے بڑی. نیز ایک نام "قدیر" ہے جو ہر چیز پر اس کی "صفتِ قدرت" پر دال ہے چاہے وجودی طور پر ہو یا عدمی.

(ت) جو اللہ تعالیٰ کی صفتِ فعل پر دال ہو مثلاً: خالق، رازق، باری، مصور وغیرہ.

(ج) جو اللہ تعالیٰ کی تقدیس اور تمام نقائص و عیوب سے پاکی پر دال ہو، مثلاً "قدوس" (سب عیوب سے پاک) "سلام" (نقائص سے سالم) وغیرہ.

(1) الحشر: ۲۴

سوال ۵۸: اللہ تعالیٰ پر اطلاق ہونے کے اعتبار سے اسماء حسنیٰ کی کتنی قسمیں ہیں؟

جواب ۵۸: اللہ تعالیٰ پر اطلاق ہونے کے اعتبار سے اسماء حسنیٰ کی دو قسمیں ہیں:

(أ) جو اللہ تعالیٰ پر مفرد، اور مرکب، دونوں اعتبار سے بولا جا سکتا ہے اور یہ وہ نام ہیں جو خواہ کسی طرح بھی بولیں اس سے "صفت کمال" ہی مراد ہوتی ہے. مثلاً: حی، قیوم، اُحد اور صمد وغیرہ.

(ب) جو اللہ تعالیٰ پر اس کے مقابل کا ذکر کئے بغیر نہیں بولا جا سکتا، اور یہ وہ نام ہیں اسے مفرد ذکر کریں تو اس سے کمال کے بجائے نقص کا وہم ہوتا ہے. جیسے "ضار و نافع، خافض و رافع، معطی و مانع ، مُعِزّ و مذِل" وغیرہ ،اس لئے "ضار، خافص، مانع اور مذِل" میں سے کس کو اللہ کے لئے مفرد استعمال کرنا جائز نہیں. کیونکہ اس طرح نہ قرآن میں کہیں استعمال کیا گیا ہے اور نہ سنت میں. اسی قبیل سے ایک نام "منتقم" بھی ہے قرآن میں اس کا استعمال یا تو اس کے متعلق کے ساتھ کیا گیا ہے مثلاً: ﴿إِنَّا مِنَ الْمُجْرِمِينَ مُنْتَقِمُونَ﴾ "ہم مجرموں سے انتقام لینے والے ہیں". (۱) یا اس سے مشتق صفت میں "ذو" کے اضافہ کے ساتھ کیا گیا ہے، جیسے: ﴿وَاللَّهُ عَزِيزٌ ذُو انْتِقَامٍ﴾ "اللہ زبردست انتقام لینے والا ہے". (۲)

سوال ۵۹: اللہ تعالیٰ کی صفات ذاتی بھی ہیں اور فعلی بھی، کتاب اللہ سے کچھ ذاتی صفات کا ذکر کریں.

جواب ۵۹: چند صفات ذاتیہ کی مثالیں درج ذیل ہیں.

---

(۱) السجدہ: ۲۲ (۲) آل عمران: ۴

ارشاد ربانی ہے: ﴿بَلْ يَدَاهُ مَبْسُوطَتَانِ﴾ "بلکہ اللہ تعالیٰ کے دونوں ہاتھ کھلے ہوئے ہیں"۔ (١) ﴿كُلُّ شَيْءٍ هَالِكٌ إِلاَّ وَجْهَهُ﴾ "ہر چیز فنا ہونے والی ہے سوائے اللہ تعالیٰ کی ذات کے"۔ (٢) ﴿ وَيَبْقَى وَجْهُ رَبِّكَ ذُو الْجَلاَلِ وَالإِكْرَامِ(٢٧) ﴾ "آپ کے عظمت واحسان والے رب کی ذات باقی رہیگی"۔ (٣)

ان دونوں آیتوں میں "وجہ" یعنی چہرہ کا ذکر ہے۔ ﴿وَلِتُصْنَعَ عَلَى عَيْنِي﴾ "اور تاکہ تم میری آنکھوں کے سامنے پرورش پاؤ"۔ (٤) اس آیت میں "عین" یعنی آنکھ کا ذکر ہے۔ ﴿أَبْصِرْ بِهِ وَأَسْمِعْ﴾ "وہ کتنا اچھا دیکھنے والا اور سننے والا ہے"۔ (٥) اس آیت میں "سمع وبصر" یعنی کان وآنکھ کا ذکر ہے۔ ﴿إِنَّنِي مَعَكُمَا أَسْمَعُ وَأَرَى﴾ "میں تم دونوں کے ساتھ ہوں، دیکھ اور سن رہا ہوں"۔ (٦)

﴿يَعْلَمُ مَا بَيْنَ أَيْدِيهِمْ وَمَا خَلْفَهُمْ وَلاَ يُحِيطُونَ بِهِ عِلْمًا (١١٠)﴾ "اللہ تعالیٰ ان کے اگلے اور پچھلے احوال کو جانتا ہے اور اس کو ان کا علم احاطہ نہیں کر سکتا"۔ (٧) ﴿وَكَلَّمَ اللَّهُ مُوسَى تَكْلِيمًا﴾ "اللہ تعالیٰ نے موسیٰ علیہ السلام سے کلام فرمایا"۔ (٨) ﴿وَإِذْ نَادَى رَبُّكَ مُوسَى أَنِ ائْتِ الْقَوْمَ الظَّالِمِينَ(١٠)﴾ "اور جب آپ کے رب نے موسیٰ کو پکارا کہ تم ظالم قوم کے پاس جاؤ"۔ (٩)
﴿وَنَادَاهُمَا رَبُّهُمَا أَلَمْ أَنْهَكُمَا عَنْ تِلْكُمَا الشَّجَرَةِ﴾ "اور اللہ تعالیٰ نے آدم وحواء کو پکارا کہ کیا میں نے تم دونوں کو اس درخت سے منع نہیں کیا تھا؟"۔ (١٠)
﴿وَيَوْمَ يُنَادِيهِمْ فَيَقُولُ مَاذَا أَجَبْتُمُ الْمُرْسَلِينَ(٦٥)﴾ "جس دن اللہ تعالیٰ

---

(١) المائدہ: ٦٤ (٢) القصص: ٨٨ (٣) رحمٰن: ٢٧ (٤) طہ: ٣٩ (٥) الکھف: ٢٦
(٦) طہ: ٤٦ (٧) طہ: ١١ (٨) النساء: ١٦٤ (٩) الشعراء: ١٠ (١٠) الأعراف: ٢٢

انہیں پکارے گا اور پوچھے گا: تم نے رسولوں کو کیا جواب دیا تھا؟". (۱)

سوال ٦٠: سنت سے صفات ذاتیہ کی مثالیں بیان کیجئے.

جواب ٦٠: سنت سے صفات ذاتیہ کی چند مثالیں درج ذیل ہیں:

نبی کریم ﷺ نے فرمایا: ﴿**حجابه النور ،لو كشفه لأحرقت سبحات وجهه ما انتهي إليه بصره من خلقه**﴾ "اللہ کا حجاب نور ہے. اگر وہ اپنا یہ حجاب ہٹا لے تو اس کے چہرہ کا نور ہر اس مخلوق کو جلا ڈالے جہاں تک اس کی نظر پہنچے". (۲)

ایک دوسری حدیث میں نبی ﷺ نے فرمایا: ﴿**يمين الله ملأي لا تغيضها نفقة سحاء الليل والنهار أرأيتم ما أنفق منذ خلق السموات والأرض فإنه لم يغض ما في يمينه ،وعرشه على الماء،وبيده الأخرى الفيض أو القبض يرفع ويخفض**﴾ "اللہ تعالیٰ کا ہاتھ پُر ہے، رات دن کے خرچ سے اس میں کچھ بھی کمی نہیں آتی، تمہارے خیال میں جب سے اس نے آسمانوں اور زمین کی تخلیق کی ہے، کتنا خرچ کیا ہوگا؟ اس سے اس کے دائیں ہاتھ سے کچھ بھی کم نہیں ہوا. اس کا عرش پانی پر تھا، اس کے دوسرے ہاتھ میں فیض یا قبض ہے جو اٹھاتا اور جھکاتا رہتا ہے". (۳)

حدیثِ دجال میں نبی کریم ﷺ نے فرمایا: ﴿**إن الله لا يخفى عليكم ، إن الله ليس بأعور**﴾ "اس وقت اللہ تعالیٰ تم پر مخفی نہ ہوگا، کیونکہ اللہ تعالیٰ کانا

---

(۱) القصص: ٦٥ (۲) مسلم، کتاب الإیمان، باب فی قوله ﷺ: إن الله لا ينام و فی قوله حجابه النور: ۱/۱۱۱، مسند احمد: ۴/۳۹۵، ابن ماجه: ۱۹۵-۱۹٦ (۳) بخاری، کتاب التوحید، باب وكان عرشه على الماء: ۸/۱۷۵، مسلم، کتاب الزکاۃ، باب الحث على النفقه: ۳/۷۷-۷۸

نہیں ہے"۔ (۱) یہ کہہ کر آپ ﷺ نے اپنی آنکھ کی طرف اشارہ فرمایا۔

استخارہ والی حدیث میں ہے: ﴿**اللهم إني استخيرك بعلمك و أستقدرك بقدرتك وأسألك من فضلك العظيم فإنك تقدر ولا أقدر وتعلم ولا أعلم وأنت علام الغيوب**﴾ "اے اللہ! میں تیرے علم سے خیر کا طالب ہوں، اور تیری قدرت سے طاقت کا سائل ہوں، تو مجھے اپنے فضل عظیم سے عنایت فرما، کیونکہ تو قادر ہے میں قادر نہیں، تو عالم ہے میں علم والا نہیں، اور تو علام الغیوب (سارے غیوب کو جاننے والا) ہے"۔ (۲) الحدیث۔

نیز ایک حدیث میں نبی کریم ﷺ نے فرمایا: ﴿**إنكم لا تدعون أصم ولا غائباً، تدعون سميعا بصيرا قريبا**﴾ "بے شک تم نہ بہرے کو اور نہ غائب کو پکار رہے ہو، تم تو کان والے، آنکھ والے اور قریب کو پکار رہے ہو"۔ (۳)

نیز ایک دوسری حدیث میں آپ ﷺ نے یوں فرمایا: ﴿**إذا أراد الله أن يوحي بالأمر تكلم بالوحي**﴾ "جب اللہ تعالیٰ کسی امر کا ارادہ فرماتا ہے تو وحی کے ذریعہ کلام کرتا ہے"۔ (۴) الحدیث۔

(۱) بخاری، کتاب التوحید، باب قوله تعالى: ولتصنع على عيني تغذى و قوله جل ذكره: تجرى باعيننا: ۱۷۲/۸، مسلم، کتاب الفتن، باب ذكر الدجال و صفته و جامعه: ۱۹۴/۸ (۲) بخاری، کتاب الدعوات، باب الدعاء عند الاستخارة: ۱۶۲/۷، ترمذی، ابواب الصلاة: ۳۴۵/۲ رقم: ۴۸۰، مسند احمد: ۳۴۴/۲، ابن ماجه، باب ماجاء فی صلاة الاستخاره: ۱۳۸۳، ۲۵۱/۲۔ (۳) مسلم، کتاب الذكر والدعاء، باب استحباب خفض الصوت بالذكر: ۷۳/۸، مسند احمد: ۴۱۸/۴، بخاری، کتاب التوحید، باب وكان الله سميعاً بصيرا: ۱۶۸/۸ (۴) اس حدیث کی سند ضعیف ہے، اس میں ایک راوی نعیم بن حماد ضعیف ہے۔ اس کی تخریج ابن خزیمہ نے کتاب التوحید ص ۳۴۸/۱ میں کی ہے، اور☆

بعث و نشور میں آیا ہے: ﴿يقول الله تعالى :يا آدم!فيقول :لبيك﴾ ”اللہ تعالیٰ پکاریگا اے آدم! تو آدم علیہ السلام جواب میں کہیں گے، میں تیری خدمت میں حاضر ہوں“. [1] موقف اور میدان حشر میں بندوں سے اللہ تعالیٰ کے کلام، نیز اہل جنت سے اس کے کلام کی حدیثیں بے شمار ہیں.

سوال ٦١: کتابُ اللہ سے صفات فعلیہ کی مثالیں بیان کیجئے.

جواب ٦١: کتابُ اللہ سے صفاتِ فعلیہ کی چند مثالیں یہاں درج کی جاتی ہیں: ارشاد ربانی ہے: ﴿ثُمَّ اسْتَوَى إِلَى السَّمَاءِ﴾ ”پھر اللہ تعالیٰ نے آسمان کی طرف توجہ فرمائی“. [2] ﴿هَلْ يَنظُرُونَ إِلاَّ أَنْ يَأْتِيَهُمُ اللَّهُ﴾ ”کیا یہ اس انتظار میں ہیں کہ اللہ ان کے پاس آجائے“. [3] ﴿وَمَا قَدَرُوا اللَّهَ حَقَّ قَدْرِهِ وَالأَرْضُ جَمِيعًا قَبْضَتُهُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ وَالسَّمَاوَاتُ مَطْوِيَّاتٌ بِيَمِينِهِ﴾ ”انہوں نے اللہ تعالیٰ کی قدر نہیں کی جیسا کہ کرنا چاہئے تھا. قیامت کے دن ساری زمین اس کی مٹھی میں ہوگی، اور ساتوں آسمان اس کے دائیں ہاتھ میں لپٹے ہونگے“. [4] ﴿مَا مَنَعَكَ أَنْ تَسْجُدَ لِمَا خَلَقْتُ بِيَدَيَّ﴾ ”کس چیز نے تمہیں روکا اسے سجدہ کرنے سے جسے میں نے اپنے دونوں ہاتھوں سے پیدا کیا تھا“. (۵)

﴿وَكَتَبْنَا لَهُ فِي الأَلْوَاحِ مِنْ كُلِّ شَيْءٍ﴾ ”ہم نے موسیٰ علیہ السلام

☆ بیہقی نے کتاب الأسماء ص ۲۰۳ میں، اور ابن ابی عاصم نے کتاب السنہ ۱/۲۴۸ میں کی ہے. علامہ البانی نے اس ضعف کو بیان کیا ہے اور اس کے مصادر کی طرف اشارہ کیا ہے. دیکھئے کتاب السنہ ج۱ ص ۲۲۷ نمبر: ۵۱۵. (۱) بخاری، کتاب الرقاق، باب قوله عزوجل إن زلزلة الساعة شيء عظيم: ۷/۱۹۶، مسلم، کتاب الایمان، باب قوله يقول الله لآدم أخرج بعث النار من كل الف تسع مائة وتسعة وتسعين: ۱/۱۳۹. (۲) البقرہ: ۲۹ (۳) البقرہ: ۲۱۰ (۴) الزمر: ٦٧ (۵) ص: ۷۵

کے لئے تختیوں میں ہر چیز لکھ دی تھی". (١)﴿فَلَمَّا تَجَلّٰى رَبُّهُ لِلْجَبَلِ جَعَلَهُ دَكًّا﴾ "جب اس کے رب نے پہاڑ پر تجلی کی تو پہاڑ ریزہ ریزہ ہوگیا. (٢)﴿إِنَّ اللّٰهَ يَفْعَلُ مَا يَشَاءُ﴾ "اللہ تعالیٰ جو چاہتا ہے وہی کرتا ہے". (٣)

سوال ٦٢: سنت سے صفات فعلیہ کی مثال بیان کیجئے؟

جواب ٦٢: نبی کریم ﷺ نے فرمایا: ﴿ينزل ربنا كل ليلة إلى السماء الدنيا حين يبقي ثلث الليل الأخر﴾ "ہمارا رب ہر رات دنیوی آسمان پر نزول فرماتا ہے جب رات کا آخری تہائی حصہ باقی رہتا ہے". (٤)

شفاعت والی حدیث میں نبی ﷺ نے فرمایا: ﴿فيأتيهم الله في صورته التي يعرفون، فيقول أنا ربكم فيقولون أنت ربنا﴾ "پس اللہ تعالیٰ ان کے پاس اپنی صورت میں آئیگا جس سے وہ پہچان لیں گے، اللہ کہے گا: میں تمہارا رب ہوں، تو لوگ کہیں گے ہاں! آپ ہمارے رب ہیں". (٥) یہاں "صفت فعل" سے میری مراد "اللہ کا آنا" ہے، اس کی صورت نہیں اس بات کو ٹھیک سے سمجھ لیجئے.

ایک حدیث میں نبی ﷺ نے فرمایا: ﴿إن الله يقبض يوم القيامة الأرض وتكون السموات بيمينه ثم يقول: أنا الملك﴾ "اللہ تعالیٰ قیامت کے دن زمین کو مٹھی میں لے گا، اور ساتوں آسمان اس کے دائیں ہاتھ میں ہونگے

---

(١) الأعراف: ١٤٥ (٢) الأعراف: ١٤٣ (٣) الحج: ١٨ (٤) بخاری، کتاب الكسوف، باب الدعاء والصلاة من آخر الليل: ٢/٧٤، مسلم، كتاب الصلاة المسافرين، باب الترغيب في الدعاء والذكر في آخر الليل والاجابة فيه: ٢/١٧٥. (٥) بخاری، کتاب الرقاق، باب الصراط جسر جهنم: ٧/٢٠٥، مسلم، کتاب الإيمان، باب معرفة طريق الرؤية: ١/١١٢-١١٣.

پھر کہے گا: میں ہی بادشاہ ہوں"۔ [1] الحدیث۔

نیز نبی کریم ﷺ نے ایک حدیث میں فرمایا: ﴿لما خلق الله الخلق كتب بيده علي نفسه إن رحمتي تغلب غضبي﴾ "جب اللہ نے مخلوق کی تخلیق کر دی تو اس نے اپنے ہاتھ سے لکھا: میری رحمت میرے غضب پر غالب آئے گی"۔ [2]

آدم و موسیٰ علیہما السلام کی آپس میں بحث و حجت والی حدیث میں ہے: ﴿فقال آدم يا موسي !اصطفاك الله بكلامه و خط لك التوراة بيده﴾ "آدم علیہ السلام نے کہا: اے موسیٰ! اللہ تعالیٰ نے تمہیں اپنے کلام کے لئے منتخب کیا اور اپنے ہاتھ سے تمہارے لئے تورات کو لکھا"۔ [3] اللہ تعالیٰ کا کلام اور اس کا ہاتھ "صفات ذاتی" ہیں اور تکلم کرنا "صفت ذاتی و فعلی" دونوں ہے اور تورات کو لکھنا "صفت فعلی" ہے۔

نیز ایک دوسری حدیث میں نبی کریم ﷺ نے فرمایا: ﴿إن الله يبسط يده بالليل ليتوب مُسيء النهار ويبسط يده بالنهار ليتوب مُسيء الليل﴾ "اللہ تعالیٰ اپنے ہاتھ کو رات کے وقت بڑھاتا ہے تاکہ دن کے خطاکار کی توبہ قبول کرے، اور دن کے وقت بھی اپنا ہاتھ بڑھاتا ہے تاکہ رات کے خطاکار

---

(۱) بخاری، کتاب التوحید، باب قول الله تعالیٰ لما خلقت بیدی: ۸/۱۷۳۔ (۲) بخاری، کتاب التوحید، باب قول الله ویحذرکم الله نفسه: ۸/۱۷۱، مسلم، کتاب التوبة، باب فی سعة رحمة الله تعالیٰ وانها سبقت غضبه: ۸/۹۵، ترمذی: ۵/۵۴۹، رقم: ۳۵۴۳ باب خلق الله مائة رحمة۔

(۳) بخاری، کتاب القدر، باب تحاج آدم و موسی: ۷/۲۱۴، مسلم، کتاب القدر، باب حجاج آدم و موسی علیهما السلام: ۸/۴۹۔

کی توبہ قبول کرے". (۱)

سوال ۶۳: کیا اللہ کی ہر صفت فعلیہ سے اسماء نکالنا جائز ہے یا اللہ تعالیٰ کے تمام اسماء توقیفی ہیں؟ (یعنی اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کی طرف سے متعین کردہ ہیں.)

جواب ۶۳: کسی بھی صفت فعلیہ سے اسماء نکالنا جائز نہیں، کیونکہ اللہ تعالیٰ کے تمام اسماء توقیفی ہیں. اس کا وہی نام ہو سکتا ہے جو اس نے قرآن میں ذکر کیا ہے یا رسول کریم ﷺ نے اللہ کے بارے میں حدیثوں میں بیان کیا ہے. اور ہر فعل جس کا اللہ تعالیٰ نے اپنی ذات پر اطلاق کیا ہے وہ اپنے اطلاق میں مدح و کمال دونوں ہے لیکن اللہ تعالیٰ نے سب کے ساتھ اپنے آپ کو متصف نہیں کیا ہے، اور نہ سب سے اس کے لئے نام اُخذ کرنا درست ہے، کیونکہ بعض افعال ایسے ہیں جن سے اللہ تعالیٰ نے اپنے آپ کو متصف کیا ہے اور ان سے اسماء بھی مشتق کیا ہے مثلاً اس آیت میں: ﴿اللَّهُ الَّذِي خَلَقَكُمْ ثُمَّ رَزَقَكُمْ ثُمَّ يُمِيتُكُمْ ثُمَّ يُحْيِيكُمْ﴾ "اللہ ہی ہے جس نے تم کو پیدا کیا پھر تم کو رزق عطا کیا پھر تمہیں موت دیگا اور پھر زندہ کریگا". (۲) اور اُن افعال سے اپنا نام خالق، رازق، مُمیت اور مُدَبّر رکھا ہے. اور بعض افعال ایسے ہیں جن کا اللہ تعالیٰ نے خود اپنی ذات پر بطور تقابل و جزاء اطلاق کیا ہے اور وہ اپنے سیاق میں مدح و کمال ہیں، جیسے ان آیتوں میں: ﴿يُخَادِعُونَ اللَّهَ وَهُوَ خَادِعُهُمْ﴾ "منافقین اللہ تعالیٰ کو دھوکہ دیتے ہیں حالانکہ وہ ان کے دھوکہ کو اُن ہی پر اُلٹ دیتا ہے". (۳)

---

(۱) مسلم، کتاب التوبہ، باب قبول التوبة من الذنوب و إن تكررت: ۸/۱۰۰، مسند احمد: ۴/۳۹۵.

(۲) الروم: ۴۰ (۳) النساء: ۱۴۲

﴿وَمَكَرُوا وَمَكَرَ اللَّهُ وَاللَّهُ خَيْرُ الْمَاكِرِينَ(٥٤)﴾ "ان لوگوں نے خفیہ تدبیر کی، اور اللہ تعالیٰ نے خفیہ تدبیر فرمائی، اور اللہ تعالیٰ سب تدبیر کرنے والوں سے اچھا ہے". (١) ﴿نَسُوا اللَّهَ فَنَسِيَهُمْ﴾ "وہ اللہ کو فراموش کر گئے تو اللہ نے بھی ان کو فراموش کر دیا". (٢)

لیکن یاد رہے ان افعال کا مذکورہ آیتوں کے سیاق کے علاوہ اللہ پر اطلاق کرنا جائز نہیں، اس لئے یہ کہنا: "اللہ تعالیٰ مکر و حیلہ کرتا ہے، یا دھوکہ دیتا ہے، یا مذاق کرتا ہے وغیرہ سب ناجائز و حرام ہے، نیز ان مذکورہ افعال سے اخذ کر کے اللہ کا یہ نام دینا: "مکر و حیلہ ساز، دھوکہ باز، مُستھزئ، ناجائز و حرام ہے. ایسا کوئی مسلمان یا عقلمند آدمی نہیں کہہ سکتا ہے، کیونکہ اللہ نے خود کو، مکر، کید اور خداع" سے متصف اس کے مقابلہ میں کیا ہے جو ناحق ان مذکورہ افعال کو کرے، اور اگر ان افعال پر عدل و انصاف کے ساتھ مواخذہ و سزا انسان کرے تو سب اچھا اور مستحسن سمجھتے ہیں. لہذا جس کی یہ شان ہو کہ وہ عادل و حکیم، خلاق و علیم ہے اگر وہ ان مذموم اور گھناؤنے افعال پر سزا و مواخذہ کرے تو اس کا فعل بدرجہ اولیٰ مستحسن ہوگا.

سوال ٦٤: اللہ تعالیٰ کے نام "علی و اعلیٰ" اور اس معنیٰ کے دوسرے نام مثلاً "ظاہر" "قاہر" اور "متعال" کس چیز پر دلالت کرتے ہیں؟

جواب ٦٤: اللہ کے نام "علی و اعلیٰ" اس صفت پر دال ہیں جو ان سے مشتق ہے، اور وہ ہے اللہ عزوجل کے لئے اپنے تمام معانی میں "علو" کا اثبات، عرش کے اوپر اللہ تعالیٰ کا "علو" اپنی مخلوق پر علو و برتری، مخلوق سے جداگانہ ذات، ان پر نگراں و حاکم،

(١) آل عمران: ٥٤   (٢) التوبہ: ٦٧

ان کی ساری حالت سے باخبر ہونا، ہر چیز کا علم کے ذریعہ احاطہ کرنا، اس پر مخلوق کی کوئی حرکت مخفی نہ ہونا.

اسی طرح اس کے قہر و جلال کی برتری کا مطلب یہ ہے کہ اس پر نہ کوئی غالب آنے والا ہے نہ اس کا کوئی مقابل، نہ کوئی مخالف ہے، نہ کوئی مخاصم، بلکہ ہر شے اور مخلوق اس کی عظمت کے سامنے سرنگوں ہے، اس کی عزت و کرامت کے مقابلہ میں ذلیل، اس کی کبریاء کے آگے مسکین و عاجز، سب اس کے تصرف و قہر کے ماتحت ہیں اور اس کی گرفت سے کوئی باہر نہیں.

اسی طرح اس کی شان بلند کا مطلب یہ ہے کہ تمام صفات کمالیہ اس کے لئے ثابت ہیں، اور تمام نقائص سے وہ پاک و بالا ہے. یہ بھی ذہن نشیں کر لیجئے کہ علو کے تمام معانی آپس میں لازم و ملزوم ہیں، ان میں سے کوئی معنی دوسرے معنی سے کسی بھی حال میں الگ نہیں ہوسکتا.

سوال ۶۵: کتابُ اللہ سے عُلوِ فوقیت کی دلیل دیجئے.

جواب ۶۵: "عُلوِ فوقیت" کی بے شمار صریح دلیلیں ہیں، مذکورہ بالا اسماء اور اس معنی کے دوسرے اسماء اسی پر دلالت کرتے ہیں. ان دلائل میں سے اللہ تعالیٰ کا یہ قول ہے: ﴿الرَّحْمَنُ عَلَى الْعَرْشِ اسْتَوَى (٥)﴾ "رحمٰن عرش پر قائم ہوگیا". (۱)
اس معنیٰ کی آیتیں قرآن میں سات جگہ آئی ہیں.

نیز: ﴿ءَأَمِنتُم مَّن فِي السَّمَاءِ﴾ "کیا تم اُس ذات سے بے خوف ہوگئے جو آسمان میں ہے". (۲)

(۱) طٰہٰ: ۵ (۲) الملک: ۱۶-۱۷

نیز: ﴿ يخَافُونَ رَبَّهُمْ مِنْ فَوقِهِمْ﴾ ”وہ اپنے رب سے ڈرتے ہیں جو ان کے اوپر ہے“. (۱)

نیز: ﴿إِلَيْهِ يَصْعَدُ الْكَلِمُ الطَّيِّبُ وَالْعَمَلُ الصَّالِحُ يَرْفَعُهُ﴾ ”اللہ ہی کی طرف اچھے کلمات چڑھتے ہیں اور عمل صالح انہیں چڑھاتا ہے“. (۲)

نیز: ﴿تَعْرُجُ الْمَلَائِكَةُ وَالرُّوحُ إِلَيْهِ﴾ ”ملائکہ اور جبریل علیہ السلام اسی کے پاس چڑھ کر جاتے ہیں“. (۳)

نیز: ﴿يُدَبِّرُ الأَمْرَ مِنَ السَّمَاءِ إِلَى الأَرْضِ﴾ ”اللہ آسمان سے لے کر زمین تک ہر امر کا انتظام وانصرام کرتا ہے“. (۴)

نیز: ﴿يَاعِيسَى إِنِّي مُتَوَفِّيكَ وَرَافِعُكَ إِلَيَّ﴾ ”اے عیسیٰ! میں تم کو وفات دینے والا ہوں، اور فی الحال میں تم کو اپنی طرف اٹھائے لیتا ہوں“. (۵)

سوال ۶۶: سنت سے علو فوقیت کی دلیل دیجئے؟

جواب ۶۶: سنت سے بھی علو فوقیت کی دلیلیں بے شمار ہیں: حدیث ”اوعال“ میں نبی کریم ﷺ نے فرمایا: ﴿**والعرش فوق ذلك والله فوق العرش وهو يعلم ما أنتم عليه**﴾ ”عرش، ملائکہ کے اوپر ہے، اللہ عرش پر ہے اور وہ ان حالات کو جانتا ہے جن حالات پر تم ہو“. (۶)

(۱) النحل: ۵۰ (۲) فاطر: ۱۰ (۳) المعارج: ۴ (۴) السجدہ: ۵ (۵) آل عمران: ۵۵

(۶) یہ حدیث ضعیف ہے، مسند احمد: ۱/۲۰۶، ابن ماجہ، رقم: ۱۹۳، علامہ البانی نے تخریج احادیث شرح العقیدہ الطحاویہ ص ۲۷۷ میں کہا ہے کہ اس کی سند ضعیف ہے، اور استاذ احمد شاکر نے کہا ہے کہ اس کی سند یحیی بن العلاء الرازی کی وجہ سے حد درجہ ضعیف ہے. دیکھئے تحقیق مسند احمد رقم: ۱۷۷۰.

نبی کریم ﷺ نے سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ سے بنو قریظہ کے واقعہ میں فرمایا: ﴿لقد حكمتَ فيهم بحكم الملك من فوق سبعة أرقعة﴾ ''تم نے ان کے بارے میں وہی فیصلہ کیا جو سات پیوندوں (آسمانوں) کے اوپر سے بادشاہ یعنی اللہ نے کیا ہے''. (۱)

نیز نبی ﷺ نے ایک لونڈی سے دریافت فرمایا: ''اللہ کہاں ہے؟'' اس نے جواب دیا: ''اللہ آسمان میں ہے''. تو آپ نے فرمایا: ﴿أعتقها فإنها مؤمنة﴾ ''اسے آزاد کردو، کیونکہ یہ ایمان والی ہے''. (۲)

نیز نبی کریم ﷺ کی معراج والی حدیثیں، نیز آپ ﷺ نے ملائکہ کے یکے بعد دیگرے چڑھنے کے سلسلہ میں بیان کیا: ﴿ثم يعرج الذين باتوا فيكم فيسألهم وهو أعلم بهم﴾ ''پھر وہ ملائکہ چڑھتے ہیں جو رات تمہارے پاس تھے، اللہ ان سے دریافت کرتا ہے، جب کہ وہ ان کو زیادہ جانتا ہے''. (۳)

(۱) بخاری، کتاب المغازی، باب مخرجه ﷺ الى بنى قريظة: ۵/۵۰، مسلم، كتاب الجهاد، باب جواز قتال من نقض العهد و جواز إنزال أهل الحصن على حكم حاكم عدل أهل للحكم: ۵/۱۶۰، مسند احمد: ۲/۲۲. لیکن ان تمام حدیثوں میں (من فوق سبع أرقعة) کا اضافہ نہیں، علامہ البانی نے کہا ہے: علو فوقیت کے اثبات میں بہت سی صحیح حدیثیں ہیں جو اس جیسی ضعیف حدیثوں سے بے نیاز کر دیتی ہیں، ان میں ایک حدیث بخاری، کتاب التوحید، باب و كان عرشه على الماء و هو رب العرش العظيم: ۸/۱۷۶ ام المؤمنین زینب رضی اللہ عنہا کی ہے، یہ نبی کریم ﷺ کی دوسری بیویوں پر فخر کرتی تھیں کہتی تھیں: ''تمہارا نکاح تو تمہارے سرپرستوں نے کیا ہے، لیکن میرا نکاح ''اللہ نے سات آسمانوں کے اوپر سے کیا ہے''. (۲) مسلم، کتاب المساجد، باب تحريم الكلام في الصلاة و نسخ ما كان من إباحته: ۲/۷۱، مسند احمد: ۴/۲۲۲، مؤطا، باب ما يجوز من العتق في الرقاب الواجبة رقم: ۱۴۶۴. (۳) بخاری، کتاب التوحید، باب قول الله تعالى تعرج الملائكة والروح إليه: ۸/۱۷۷، مسلم، کتاب المسجد، باب فضل صلاة الصبح والعصر والمحافظة عليهما: ۲/۱۱۳.

نیز ایک دوسری حدیث میں نبی کریم ﷺ نے فرمایا: ﴿من تصدق بعدل تمرة من كسب طيب، ولا يصعد إلى الله إلا الطيب﴾ "جو حلال کمائی سے ایک کھجور کے برابر صدقہ کرے، اور اللہ کے پاس تو پاک و حلال کمائی ہی چڑھتی ہے". (١)

اور نبی کریم ﷺ نے وحی والی حدیث میں فرمایا: ﴿إذا قضي الله الأمر في السماء ضربت الملائكة بأجنحتها خضعانا لقوله كأنه سلسلة علي صفوان﴾ "جب اللہ تعالیٰ آسمان میں کسی امر کا فیصلہ فرماتا ہے تو ملائکہ اس کے فیصلہ پر سر تسلیم خم کرتے ہوئے اپنے پروں کو اس طرح مارتے ہیں، جیسے چٹان پر زنجیر کی آواز ہوتی ہے". (٢) گمراہ فرقہ "جہمیہ" کے علاوہ سب نے اللہ کے علوِ فوقیت کا اقرار کیا.

سوال ٦٧: ائمہ سلف صالحین نے مسئلہ "استواء" کے سلسلہ میں کیا کہا ہے؟

جواب ٦٧: تمام ائمہ سلف صالحین رحمہم اللہ نے بالاتفاق یہ کہا ہے: استواء کا معنی معلوم ہے، اس کی کیفیت مجہول ہے، اس پر ایمان واجب ہے، اور اس کے بارے میں سوال و تفتیش بدعت ہے، پیغام اللہ کی طرف سے ہے، رسول کی ذمہ داری امت تک پہنچا دینا ہے، اور ہماری ذمہ داری تصدیق و تسلیم کرنا ہے، یہی بات انہوں نے تمام اسماء و صفات والی آیات واحادیث کے سلسلہ میں کہی ہے. ﴿ ءَامَنَّا بِهِ

---

(١) بخاری، کتاب التوحید، باب قوله جل ذكره إليه يصعد الكلم الطيب :١٧٨/٨، مسلم، کتاب الزکاۃ، باب قبول الصدقة من الكسب الطيب و تربيتها: ٨٥/٣. (٢) بخاری، کتاب التفسیر، باب تفسیر سورہ الحجر: ٢٢١/٥، ترمذی، تفسیر سورہ سبأ: ٣٦٢/٥ رقم: ٣١٢٣، ابن ماجہ رقم: ١٨٢، ٧٠/١.

كُلٌّ مِنْ عِنْدِ رَبِّنَا﴾ ''ہم اس پر ایمان لائے، سب ہمارے رب کی طرف سے ہے''.[1] ﴿ءَامَنَّا بِاللّٰهِ وَاشْهَدْ بِأَنَّا مُسْلِمُونَ﴾ ''ہم اللہ پر ایمان لائے اور آپ گواہ رہئے ہم سر تسلیم خم کرنے والے ہیں''.[2]

سوال ٦٨: کتاب اللہ سے ''علو قہر'' کی دلیل بیان کیجئے.

جواب ٦٨: ''علو قہر'' کے دلائل بہت ہیں، اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں: ﴿وَهُوَ الْقَاهِرُ فَوْقَ عِبَادِهِ﴾ ''اور وہی اپنے بندوں کے اوپر غالب وقاہر ہے''.[3] یہ آیت علو قہر اور علو فوقیت دونوں پر دلالت کرتی ہے.

نیز: ﴿سُبْحَانَهُ هُوَ اللّٰهُ الْوَاحِدُ الْقَهَّارُ﴾ ''وہ بہت پاک ذات ہے، واحد اور قہار (زبردست) ہے''.[4]

نیز: ﴿لِمَنِ الْمُلْكُ الْيَوْمَ لِلّٰهِ الْوَاحِدِ الْقَهَّارِ﴾ ''آج بادشاہت کس کی ہے؟ اللہ واحد قہار کی ہے''.[5]

نیز: ﴿قُلْ إِنَّمَا أَنَا مُنْذِرٌ وَمَا مِنْ إِلَهٍ إِلاَّ اللّٰهُ الْوَاحِدُ الْقَهَّارُ (٦٥)﴾ ''آپ کہہ دیجئے کہ میں تو صرف ڈرانے والا ہوں، اور اللہ واحد قہار کے سوا کوئی معبود برحق نہیں ہے''.[6]

نیز: ﴿وَمَا مِنْ دَابَّةٍ إِلاَّ هُوَ ءَاخِذٌ بِنَاصِيَتِهَا﴾ ''جتنے زمین پر چلنے والے ہیں سب کی پیشانی وہی تھامے ہوئے ہے''.[7]

نیز: ﴿يَامَعْشَرَ الْجِنِّ وَالإِنْسِ إِنِ اسْتَطَعْتُمْ أَنْ تَنْفُذُوا مِنْ أَقْطَارِ السَّمَوَاتِ وَالأَرْضِ فَانْفُذُوا لاَ تَنْفُذُونَ إِلاَّ بِسُلْطَانٍ (٣٣)﴾ ''اے بنی نوع

(١) آل عمران: ٧ (٢) آل عمران: ٥٢ (٣) الأنعام: ١٨ (٤) الزمر: ٤ (٥) غافر: ١٦
(٦) ص: ٦٥ (٧) ہود: ٥٦

جن وانسان! اگر تم آسمانوں اور زمین کے کناروں کو پھاند سکتے ہو تو چھلانگ لگا دو، تم نہیں پھاند سکتے بلا غلبہ اور طاقت کے". (۱)

سوال ۶۹: سنتِ رسول سے عُلوِ قہر کی کیا دلیل ہے؟

جواب ۶۹: سنت سے دلائل بہت ہیں بعض کا ذکر کیا جاتا ہے. نبی کریم ﷺ نے فرمایا: ﴿أعوذبك من شر كل دابة أنت آخذٌ بناصيتها﴾ "میں ہر رینگنے والے کے شر سے تیری پناہ مانگتا ہوں کیونکہ تو نے سب کی پیشانی تھام رکھی ہے". (۲)

نیز نبی کریم ﷺ نے ایک مناجات میں اس طرح دعا مانگی: ﴿اللهم إني عبدك وابن عبدك وابن أمتك ناصيتي بيدك ماضٍ فيَّ حكمك عدل فيَّ قضائك﴾ "اے اللہ! میں تیرا بندہ ہوں اور تیرے بندہ کا بیٹا ہوں نیز تیری بندی کا فرزند ہوں میری پیشانی تیرے قبضہ میں ہے، تیرا حکم مجھ پر نافذ ہے، اور تیرا فیصلہ میرے بارے میں عین عدل ہے". (۳)

نیز نبی ﷺ نے دعا قنوت میں یہ الفاظ سکھائے: ﴿إنكَ تقضِي ولا يُقضي عليك، إنه لا يذِلّ من واليت ولا يعزّ من عاديت﴾ "تو سب پر حکم نافذ کرتا ہے اور تیرے اوپر حکم نافذ نہیں کیا جا سکتا، تو جس کا ولی اور دوست بن جائے وہ کبھی ذلیل نہیں ہو سکتا، اور تو جس کا دشمن بن جائے وہ کبھی عزت نہیں پا سکتا". (۴)

(۱) الرحمٰن: ۳۳ (۲) مسلم، کتاب الذکر، باب ما يقول عند النوم وأخذ المضجع: ۷۹/۸ وابن ماجه، باب مايدعوبه إذا أوى الى فراشه: ۱۲۷۴/۲ رقم: ۳۸۷۳. (۳) مسند احمد: ۳۹۱/۱، حاکم، کتاب الدعاء: ۵۰۹/۱، حاکم نے کہا: صحیح ہے، اگر عبدالرحمٰن بن عبداللہ کا اپنے والد سے ارسال نہ ہوتا، کیونکہ ان کا اپنے والد سے سماع مختلف فیہ ہے، مجمع الزوائد: ۱۳۹/۱۰ اور شیخ احمد شاکر نے اس کے صحت کی طرف اشارہ کیا ہے رقم: ۳۷۱۲، ۴۳۱۸. (۴) نسائی، باب الدعاء فی الوتر: ۲۴۸/۳، ترمذی، باب ماجاء فی القنوت فی الوتر: ۳۲۸/۲) اور اسے حسن کہا ہے، ابن ماجه، باب ماجاء فی القنوت فی الوتر رقم: ۱۱۷۸.

سوال ۷۰: عُلوِ شان کی کیا دلیل ہے، اور اللہ عزوجل کو کس چیز سے پاک سمجھنا ضروری ہے؟

جواب ۷۰: یہ یاد رکھئے کہ عُلوِ شان پر اللہ تعالیٰ کے نام ''قدوس، سلام، کبیر اور متعال'' نیز اس معنی کے دوسرے نام دلالت کرتے ہیں. اور اس کی تمام صفات کمالیہ وجلالیہ علوشان کو مستلزم ہیں، لہذا اللہ تعالیٰ اپنی اُحدِیّت وفردیت میں اس بات سے بالاتر ہے کہ اس کی پوری بادشاہت میں کسی حصہ میں کوئی اس کا حصہ دار ہو، یا اس کا کوئی مددگار وپشت پناہ ہو، یا اس کی اجازت کے بغیر اس کا کوئی شفیع وسفارشی ہو، یا اس کے خلاف کوئی پناہ دے، نیز وہ اپنی عظمت وکبریائی اور حکمرانی وقدرت میں اس سے بلند وبالا ہے کہ کوئی اس کا مخاصم یا اس پر کوئی غلبہ پانے کی قدرت رکھتا ہو، یا کمزوری کے سبب کوئی اس کا ولی یا مددگار ہو. اور وہ اپنی صمدیت میں بیوی، بیٹا، باپ، ہم مثل وہمسر سے پاک وبالاتر ہے، اور اپنے کمالِ حیات وقیومت اور قدرت میں، موت، اونگھ، نیند، تھکان اور اکتاہٹ سے پاک ہے، اور اپنے کمالِ علم میں غفلت ونسیان سے مُبرّا ہے، اور آسمان وزمین میں ذرہ برابر کی چیز بھی اس کے علم سے خارج نہیں ہے. اور اپنے کمال حکمت وحمدیت میں عبث وبیکار اشیاء کی تخلیق، اور اپنی مخلوق کو بلا اُمر ونہی اور بغیر بعث وجزاء کے کھلا چھوڑنے سے بالاتر ہے، اور اپنے کمالِ عدل میں کسی پر ذرہ برابر ظلم سے یا اس کے کسی نیکی کو دبا لینے سے پاک ہے، اور اپنے کمالِ استغناء میں کھانے پینے اور دوسری کسی بھی چیز کا محتاج ہونے سے بری ہے. نیز وہ اپنے اور رسول کے بیان کردہ تمام صفات میں تعطیل، تمثیل وتجسیم سے بالاتر ہے، وہ پاک ہے، لائق ستائش اور بزرگ وبرتر ہے، برکت والا ہے اور اپنی الوہیت، ربوبیت اور اسماء

حسنیٰ و صفات علیا کے منافی تمام اشیاء سے منزہ، پاک اور بلند تر ہے. ﴿وَلَهُ الْمَثَلُ الأَعْلَى فِي السَّمَوَاتِ وَالأَرْضِ وَهُوَ الْعَزِيزُ الْحَكِيمُ﴾ ''اسی کے لئے بہترین مثالیں ہیں، آسمانوں میں اور زمین میں بھی، وہ زبردست حکمت والا ہے''.(۱) اس موضوع پر کتاب و سنت کے نصوص مشہور و معروف اور بہت زیادہ ہیں.

سوال ۷۱: رسول اللہ ﷺ کے فرمان: ﴿من أحصاها دخل الجنة﴾ ''جو اسماء حسنیٰ کو گنے گا وہ جنت میں جائے گا'' کا کیا معنی ہے؟

جواب ۷۱: اس کے کئی مطلب بیان کئے گئے ہیں: ایک مطلب یہ ہے کہ ان اسماء کو حفظ کرنا اور ان کے وسیلہ سے اللہ سے دعا مانگنا اور ان ہی ناموں سے اللہ تعالیٰ کی تعریف کرنا.

دوسرا مطلب یہ بیان کیا گیا ہے کہ جن اسماء کی اقتداء جائز ہے مثلاً: ''رحیم، کریم'' بندہ اپنے اندر ان صفات کو پیدا کرنے کی کوشش کرے. لیکن بندہ کا یہ رحم و کرم بندہ کے لائق ہوگا اور اللہ کا رحم و کرم اس کی شان کے مطابق. اور جو نام صرف باری تعالیٰ کے ساتھ خاص ہے مثلاً: ''جبار، عظیم، متکبر''، تو بندہ پر ان کا اقرار کرنا، اس کے سامنے سر اطاعت خم کرنا اور ان صفات سے اپنے آپ کو دور رکھنا لازم ہے. اور جن میں وعدہ کا معنی پایا جاتا ہے مثلاً: غفور، شکور، عفو، رؤف، حلیم، جواد، کریم'' وغیرہ تو بندہ کو اس کے حاصل کرنے کا حریص ہونا چاہئے، اور اس کی رغبت و خواہش کرنی چاہئے. اور جن میں وعید کا معنی ہے جیسے عزیز ذوانتقام، شدید العقاب، سریع الحساب'' وغیرہ تو بندہ کو اس سے خوف و خشیت کرنا چاہئے.

(۱) الروم: ۲۷

ایک معنی یہ بیان کیا گیا ہے کہ بندہ ان صفات کا قلبی مشاہدہ کرے اور عبودیت و معرفت کے ذریعہ ان صفات کا حق ادا کرے، مثلاً جو شخص مخلوق پر اللہ کے علو و قہر اور عرش پر اس کے قائم ہونے اور اس بات کی گواہی دے کہ باری تعالیٰ اپنے علم و قدرت کے ذریعہ سب کو محیط ہے، تو وہ اس صفت کے مقتضی کے مطابق اللہ کی بندگی بجالائے گا، اس کے دل میں ایسا داعیہ پیدا ہوگا کہ وہ صرف اسی سے مناجات کریگا، اس کے سامنے سر جھکائے کھڑا ہوگا، جیسا ایک خاکسار غلام زبردست بادشاہ کے سامنے کھڑا ہوتا ہے، اسے یہ احساس ہوگا کہ اس کے اقوال واعمال سب اس کے سامنے پیش ہو رہے ہیں، اس بات سے حیا کریگا کہ اس کے ایسے اقوال واعمال اللہ کے سامنے پیش نہ ہوں جن سے اس کی ذلت و رسوائی ہو.

یہ روزمرہ کا مشاہدہ ہے کہ اللہ کے اوامر و نواہی اور اس کے احکامات ہر وقت اور ہر جگہ دنیا کے گوشہ وچپہ میں اپنی تمام تر تدابیر و تصرفات کے ساتھ جاری ہوتے ہیں، اس کی بادشاہت میں اس کے علاوہ کوئی ادنیٰ قسم کا تصرف بھی نہیں کرسکتا، وہ جیسا چاہتا ہے اپنے قوانین واحکام نافذ کرتا رہتا ہے مثلاً: کسی کو موت دیتا ہے تو کسی کو زندہ کرتا ہے، کسی کو عزت دیتا ہے تو کسی کو ذلیل کرتا ہے، کسی کو گراتا ہے تو کسی کو اوپر اٹھاتا ہے، کسی کو نوازتا ہے تو کسی کو دَر دَر کا بھکاری بنا دیتا ہے، کسی کی بگڑی بناتا ہے تو کسی کو مصیبت میں ڈال کر اس کا امتحان لیتا ہے. اور اس طرح انسانوں کے درمیان زمانہ کو گردش میں رکھتا ہے. ﴿يُدَبِّرُ الأَمْرَ مِنَ السَّمَاءِ إِلَى الأَرْضِ ثُمَّ يَعْرُجُ إِلَيْهِ فِي يَوْمٍ كَانَ مِقْدَارُهُ أَلْفَ سَنَةٍ مِمَّا تَعُدُّونَ﴾ ''اللہ آسمان سے لے کر زمین تک کے امور کی تدبیر کرتا ہے، پھر ہر امر اسی کے حضور میں چڑھے گا ایک ایسے دن میں جس کی مقدار

تمہاری شمار کے موافق ایک ہزار برس کی ہوگی". (۱)

جو بندہ معرفت اور عبودیت میں اس مشاہدہ کا حق پورا پورا ادا کردے تو وہ ساری کائنات سے بے نیاز ہوگا اور اللہ اس کے لئے کافی ہوگا. یہی حال ان کا بھی ہے جو اللہ تعالیٰ کے حاوی علم، سمع وبصر، حیات وقیومت کا مشاہدہ کرے، اور یہ بات ہرکس وناکس کو کہاں نصیب؟ یہ توصرف مقربین سابقین کو ہی ملا کرتی ہے.

سوال ۴۷: توحیدِ اسماء وصفات کی ضد کیا ہے؟

جواب ۴۷: توحیدِ اسماء وصفات کی ضد اللہ کے اسماء صفات اور اس کی آیات کی تاویل اور اُن کا انکار ہے. الحاد تین طرح کا ہوتا:

(اُ) مشرکین کا الحاد، جنہوں نے اللہ تعالیٰ کے اسماء کو ان کی جگہ سے ہٹاکر دوسری جگہ رکھ دیا اور وہی نام انہوں نے اپنے اصنام (بتوں) اور اوثان (استھانوں) کو دے ڈالا. اسی طرح انہوں نے "الہ" سے "لات" بنایا، "عزیز" سے "عُزّیٰ" اور "منّان" سے مناۃ" بنادیا، اور اپنے بتوں کے نام رکھ دیئے.

(ب) فرقۂ مُشَبِّہ کا الحاد، جنہوں نے اللہ کی صفات کی کیفیت بیان کرنی شروع کی اور اللہ کی صفات کو مخلوق کی صفات کے مشابہ قرار دیا. یہ الحاد مشرکین کے الحاد کے مقابل ہے، اُنہوں نے تو مخلوق کو رب العالمین کے برابر بنایا، اور اِنہوں نے اللہ تعالیٰ کو مخلوق کے اجسام کے درجہ میں اُتار دیا، اور اللہ جو ہر قسم کی تشبیہ سے پاک ہے اس کو مخلوق کے مشابہ قرار دیا.

(ج) فرقۂ مُعطّلہ: (منکرین صفات) کا الحاد، ان کے دو گروہ ہیں: ایک گروہ نے تو اللہ تعالیٰ کے ناموں کے الفاظ اس کے لئے ثابت کئے، مگر یہ نام جن صفات کمال

(۱) سجدہ:۵

پر دلالت کرتے ہیں ان کا انکار کر دیا، جس کے نتیجے میں انہوں نے "رحمٰن ورحیم" کو بلا "رحمت" "علیم" کو بلا "علم" "سمیع" کو بلا "سمع" "بصیر" کو بلا "بصر" "قدیر" کو بلا "قدرت" بنادیا. یہی حال باقی اسماء کے ساتھ بھی کیا.

دوسرے گروہ نے اللہ تعالیٰ کے تمام اسماء اور اُن صفات کمالیہ کو جن پر وہ اسماء دلالت کرتے ہیں، ان سب کا بالکلیہ انکار کر دیا، اور یہ بتایا کہ اللہ تعالیٰ کے نہ اسماء ہیں نہ صفات.

اللہ سبحانہ وتعالیٰ ان باتوں سے بہت بلند وپاک ہے جو ملحدین، منکرین اور ظالمین کہتے ہیں. ﴿رَبُّ السَّمٰوَاتِ وَالأَرْضِ وَمَا بَيْنَهُمَا فَاعْبُدْهُ وَاصْطَبِرْ لِعِبَادَتِهِ هَلْ تَعْلَمُ لَهُ سَمِيًّا(٦٥)﴾ "وہ آسمانوں، اور زمین اور ان دونوں کے درمیان کی اشیاء کا رب ہے، پس آپ اسی کی عبادت کیجئے، اور اسی کی عبادت پر جمے رہئے، کیا آپ اس کے کسی ہم صفت کو جانتے ہیں"؟[1] ﴿لَيْسَ كَمِثْلِهِ شَيْءٌ وَهُوَ السَّمِيعُ الْبَصِيرُ﴾ "اس کے مثل کوئی چیز نہیں، وہ سمیع وبصیر ہے".[2] ﴿يَعْلَمُ مَا بَيْنَ أَيْدِيهِمْ وَمَا خَلْفَهُمْ وَلاَ يُحِيطُونَ بِهِ عِلْمًا(١١٠)﴾ "وہ ان کی اگلی اور پچھلی باتوں کو جانتا ہے، اور ان کا علم اُس کا احاطہ نہیں کر سکتا".[3]

سوال ۴۳: کیا توحید کی تمام اقسام آپس میں لازم وملزوم ہیں اور کیا کسی ایک قسم کے منافی امور دوسری تمام قسموں کے منافی ہیں؟

جواب ۴۳: جی ہاں! توحید کی تمام قسمیں آپس میں لازم وملزوم ہیں، اس لئے جو کسی ایک قسم میں شرک کرے گا وہ باقی قسموں میں بھی مشرک ٹھہریگا. مثلاً: غیر اللہ کو

(۱) مریم:۶۵ (۲) الشوریٰ:۱۱ (۳) طٰہٰ:۱۱۰

پکارنا، اور اس سے ایسی چیز کا سوال کرنا جس پر اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی قدرت نہیں رکھتا. یاد رکھئے کہ اللہ سے دعا مانگنا عبادت ہی نہیں بلکہ مغزِ عبادت ہے، اس لئے اللہ کے علاوہ کسی دوسرے سے دعا مانگنا "عبادت واُلوہیت" میں شرک ہے". اور غیر اللہ کے بارے میں یہ اعتقاد رکھنا کہ وہ بھلائی پہنچاتا ہے، ہر طرح کی برائی دور کرتا ہے اور وہ سب باتوں پر قادر ہے "ربوبیت میں شرک" ہے، کیونکہ اس عقیدہ کے مطابق اس نے اللہ کے ساتھ اس کی بادشاہت میں غیر اللہ کو تصرف کا حق دیا. پھر اس نے غیر اللہ سے اس اعتقاد کے ساتھ دعا مانگی کہ وہ دُور ونزدیک، ہر وقت اور ہر جگہ اُس کی دعا سن رہا ہے اس لئے اس کا غیر اللہ سے دعا مانگنا، اللہ کے اسماء و صفات میں شرک ہے. کیونکہ اس نے غیر اللہ کے لئے ایسے "سمع" کا اثبات کیا جو تمام چیزوں کو محیط ہے، اور قُرب و نزدیک اس کے سننے سے مانع نہیں ہے، اس طرح غیر اللہ کو پکارنے میں "شرك في الالوهيت، شرك في الربوبيت اور شرك في ألاسماء والصفات" سب شامل ہو گئے. اور تینوں قسموں کے اعتبار سے وہ مشرک ٹھہرا.

سوال ۴۷: ملائکہ پر ایمان کی کتاب وسنت سے کیا دلیل ہے؟

جواب ۴۷: کتاب اللہ سے ملائکہ پر ایمان کے دلائل بہت ہیں. کچھ دلائل کا ذکر کیا جاتا ہے: ﴿وَالْمَلَائِكَةُ يُسَبِّحُونَ بِحَمْدِ رَبِّهِمْ وَيَسْتَغْفِرُونَ لِمَنْ فِي الأَرْضِ﴾ "ملائکہ اپنے رب کی تسبیح، حمد کے ساتھ بیان کرتے ہیں، اور اہل زمین کے لئے استغفار کرتے ہیں". (۱)

نیز ﴿إِنَّ الَّذِينَ عِنْدَ رَبِّكَ لَا يَسْتَكْبِرُونَ عَنْ عِبَادَتِهِ وَيُسَبِّحُونَهُ

(۱) الشوریٰ: ۵

وَلَهُ يَسْجُدُونَ(٢٠٦)﴾ ''جو ملائکہ آپ کے رب کے پاس ہیں وہ اس کی عبادت سے تکبر نہیں کرتے، اس کی تسبیح (پاکی بیان) کرتے رہتے ہیں، اور اسی کے سامنے سجدہ ریز رہتے ہیں''.(۱)

نیز﴿مَنْ كَانَ عَدُوًّا لِلّٰهِ وَمَلاَئِكَتِهِ وَرُسُلِهِ وَجِبْرِيلَ وَمِيكَالَ فَإِنَّ اللّٰهَ عَدُوٌّ لِلْكَافِرِينَ(٩٨)﴾ ''جو اللہ کا، اس کے ملائکہ کا، اس کے رسولوں کا، اور جبرئیل ومیکائیل کا دشمن ہو، تو اللہ کافروں کا دشمن ہے''.(۲)

اور حدیث جبرئیل میں ملائکہ پر ایمان لانے کا ذکر گذر چکا ہے. صحیح مسلم میں آیا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ملائکہ کو ''نور'' سے پیدا کیا(۳)، اور ملائکہ کی شان میں حدیثیں بکثرت آئی ہیں.

سوال ۷۵: ملائکہ پر ایمان کا کیا مطلب ہے؟

جواب ۷۵: ملائکہ پر ایمان لانے کا مطلب ہے ان کے وجود کا پختہ اقرار کرنا، اور یہ عقیدہ رکھنا کہ یہ اللہ کی مخلوقات میں سے ایک تابعدار اور غیر معبود مخلوق ہے﴿عِبَادٌ مُكْرَمُونَ(٢٦) لاَ يَسْبِقُونَهُ بِالْقَوْلِ وَهُمْ بِأَمْرِهِ يَعْمَلُونَ(٢٧)﴾ ''وہ اللہ کے مکرم بندے ہیں، وہ اللہ سے آگے بڑھ کر نہیں بات کرتے، اور وہ اسی کے حکم کے موافق عمل کرتے ہیں''.(۴) ﴿لاَ يَعْصُونَ اللّٰهَ مَا أَمَرَهُمْ وَيَفْعَلُونَ مَا يُؤْمَرُونَ﴾ ''وہ اللہ کے حکم کی نافرمانی نہیں کرتے، اور انہیں جو حکم ملتا ہے وہی

---

(۱) الأعراف: ۲۰۶ (۲) البقرہ: ۹۸ (۳) مسلم، كتاب الزهد، باب في أحاديث متفرقة: ۲۲۶/۸ حدیث کے الفاظ یہ ہیں: ﴿خُلِقت الملائكة من نور و خُلق الجان من مارج من نار وخُلِق آدم مما وصف لكم﴾ ''ملائکہ کو نور سے پیدا کیا گیا ہے، اور جنوں کو آگ کی لو سے، اور آدم کو اس سے جو تمہیں بتایا جا چکا ہے''. (۴) الأنبیاء: ۲۶-۲۷

کرتے ہیں"۔ (١) ﴿ لاَ يَستَكبِرُونَ عَنْ عِبَادَتِهِ وَلاَ يَستَحسِرُونَ (١٩) يُسَبِّحُونَ اللَّيْلَ وَالنَّهَارَ لاَ يَفتُرُونَ﴾ "وہ اللہ تعالیٰ کی عبادت سے ناک بھوں نہیں چڑھاتے ہیں اور نہ اکتاتے ہیں، وہ رات دن تسبیح کرتے رہتے ہیں اور کمزور نہیں ہوتے"۔ (٢) مطلب یہ کہ نہ ہی اکتاتے ہیں اور نہ تھکتے ہیں۔

سوال ٧٦: چند ملائکہ کا ذکر کیجئے اور بتایئے کہ اللہ تعالیٰ نے انہیں کس کام کے لئے پیدا کیا ہے، اور ان کے ذمہ کیا کیا کام ہیں؟

جواب ٧٦: ذمہ داری اور فرائض کے اعتبار سے ملائکہ کی بہت ساری قسمیں ہیں: بعض کے ذمہ رسولوں کے پاس وحی پہنچانے کا کام ہے، یہ روحِ اُمین جبرئیل علیہ السلام ہیں۔ بعض کے ذمہ بارش برسانے کا کام ہے، یہ میکائیل علیہ السلام ہیں۔ بعض کو "صور" پھونکنے کا کام سونپا گیا ہے، یہ اسرافیل علیہ السلام ہیں۔ بعض کے ذمہ روح قبض کرنے کا کام ہے، یہ "ملک الموت" اور اس کے ساتھی ہیں۔

بعض کے ذمہ بندوں کے اعمال لکھنے کا کام ہے، یہ "کراماً کاتبین" کہلاتے ہیں۔ بعض کی ذمہ داری بندہ کے آگے اور پیچھے سے ہر وقت اُس کی حفاظت ونگرانی ہے، یہ "مُعَقِّبات" کہلاتے ہیں۔ بعض کو جنت اور اس کی نعمتوں کی حفاظت پر مامور کیا گیا ہے، یہ "رضوان" اور اس کے ساتھی ہیں۔ اور بعض کو جہنم اور اس کے عذاب کا داروغہ مقرر کیا گیا ہے، یہ "مالک" اور اس کے ساتھی "زبانیہ" ہیں۔ اور ان کی تعداد اُنیس (١٩) ہے۔ اور بعض کو قبر میں سوال وجواب کرنے کا ذمہ دار مقرر کیا گیا ہے، ان کو "منکر ونکیر" کہتے ہیں۔ اور بعض عرش کو اٹھائے ہوئے ہیں، اُن میں سے بعض (کروبی) کہلاتے ہیں، اور بعض کے ذمہ رحم مادر میں

(۵) التحریم: ٦ (٢) الأنبیاء: ١٩-٢٠

باپ کا نطفہ پہنچانے،اور اس سے متعلق تمام باتیں لکھنے کا کام ہے. اور بعض ملائکہ ایسے ہیں جو ''بیت مامور'' میں داخل ہوتے ہیں، ہر دن ستر ہزار داخل ہوتے ہیں اور قیامت تک دوبارہ ان کے داخل ہونے کی باری نہیں آتی. بعض ملائکہ کائنات میں یہ پتہ کرنے کے لئے پھرتے رہتے ہیں کہ ''مجالس ذکر'' کہاں کہاں منعقد ہوتی ہیں. اور بعض صف باندھے کھڑے ہیں، تھکتے نہیں. بعض رکوع میں،اور بعض سجدہ میں پڑے ہیں، سجدہ سے سر نہیں اٹھاتے.

ان مذکورہ ملائکہ کے علاوہ بھی اور دوسرے بہت سارے ہیں. ﴿وَمَا يَعْلَمُ جُنُودَ رَبِّكَ إِلاَّ هُوَ وَمَا هِيَ إِلاَّ ذِكْرَى لِلْبَشَرِ﴾ ''آپ کے رب کی فوجیں کتنی ہیں، اُس کے علاوہ کوئی نہیں جانتا،اور یہ (انیس کی تعداد کا ذکر) انسان کی یاددہانی کے لئے ہے''. (۱) ان مذکورہ اقسام کے دلائل کتاب وسنت میں واضح اور ظاہر ہیں.

سوال ۷۷: ایمان بالکُتب کی کیا دلیل ہے؟

جواب ۷۷: دلیلیں تو بہت ہیں، چند دلیلوں کا ذکر یہاں کیا جاتاہے. ارشاد ربانی ہے:

﴿ يَا أَيُّهَا الَّذِينَ ءَامَنُوا ءَامِنُوا بِاللَّهِ وَرَسُولِهِ وَالْكِتَابِ الَّذِي نَزَّلَ عَلَى رَسُولِهِ وَالْكِتَابِ الَّذِي أَنْزَلَ مِنْ قَبْلُ﴾ ''اے ایمان والو! ایمان رکھو اللہ پر، اس کے رسولوں پر، اور اس کتاب پر جو اس نے اپنے رسول پر اتاری ہے، اور اس کتاب پر بھی جو اس سے قبل اتاری ہے''. (۲)

نیز: ﴿قُولُوا ءَامَنَّا بِاللَّهِ وَمَا أُنْزِلَ إِلَيْنَا وَمَا أُنْزِلَ إِلَى إِبْرَاهِيمَ وَإِسْمَاعِيلَ وَإِسْحَاقَ وَيَعْقُوبَ وَالأَسْبَاطِ وَمَا أُوتِيَ مُوسَى وَعِيسَى

(۱) المدثر: ۳۱ (۲) النساء: ۱۳۶

وَمَا أُوتِيَ النَّبِيُّونَ مِنْ رَبِّهِمْ لاَ نُفَرِّقُ بَيْنَ أَحَدٍ مِنْهُمْ﴾ "کہو! ہم ایمان لائے اللہ پر اور اُس کتاب پر جو ہمارے پاس اتاری گئی اور اس شریعت پر جو ابراہیم، اسماعیل، اسحاق، یعقوب علیہم السلام اور ان کی اولاد پر اُتاری گئی، اور اُن کتابوں پر جو موسیٰ وعیسیٰ علیہما السلام کو دی گئی، اور اُن معجزات پر جو نبیوں کو اُن کے رب کی طرف سے دیئے گئے. ہم ان میں سے کسی کے درمیان تفریق نہیں کرتے". (١) اس کے علاوہ بہت ساری آیات ہیں، اور یہ آیت کافی ہے ﴿وَقُلْ ءَامَنْتُ بِمَا أَنْزَلَ اللّٰهُ مِنْ كِتَابٍ﴾ "اے نبی! آپ کہہ دیجئے، میں ایمان لایا ہر اُس کتاب پر جو اللہ تعالیٰ نے نازل فرمائی ہے". (٢)

سوال٨٧: کیا قرآن میں تمام آسمانی کتابوں کا ذکر آیا ہے؟

جواب٨٧: اللہ تعالیٰ نے قرآن میں آسمانی کتابوں میں سے تورات، انجیل، زبور، صحیفہ ابراہیم و موسیٰ کا ذکر صراحت کے ساتھ کیا ہے اور باقی کا ذکر اجمالی طور پر کیا ہے.

ارشاد الٰہی ہے: ﴿اللّٰهُ لاَ إِلَهَ إِلاَّ هُوَ الْحَيُّ الْقَيُّومُ (٢) نَزَّلَ عَلَيْكَ الْكِتَابَ بِالْحَقِّ مُصَدِّقًا لِمَا بَيْنَ يَدَيْهِ وَأَنْزَلَ التَّوْرَاةَ وَالإِنْجِيلَ (٣) مِنْ قَبْلُ﴾ "اللہ کے علاوہ کوئی معبود برحق نہیں، وہ حی اور قیوم ہے، اس نے آپ پر حق کے ساتھ کتاب اتاری جو اس کے آگے کی کتابوں کی تصدیق کرتی ہے، اور اس سے قبل اس نے تورات اور انجیل اتاری ہے". (٣)

نیز ارشاد قرآنی ہے: ﴿وَءَاتَيْنَا دَاوُدَ زَبُورًا﴾ "اور ہم نے داؤد کو زبور عطا کی". (٤)

(١) البقرہ: ١٣٦ (٢) الشوریٰ: ١٥ (٣) آل عمران: ٢-٣ (٤) النساء: ١٦٣

نیز: ﴿أَمْ لَمْ يُنَبَّأْ بِمَا فِي صُحُفِ مُوسَى(٣٦)وَإِبْرَاهِيمَ الَّذِي وَفَّى (٣٧)﴾ "یا اُسے نہیں خبر کی گئی ان امور کی جو موسیٰ وابراہیم کے صحیفوں میں ہے، اورابراہیم نے تو پورا پورا حق ادا کر دیا تھا". (١)

نیز ﴿لَقَدْ أَرْسَلْنَا رُسُلَنَا بِالْبَيِّنَاتِ وَأَنْزَلْنَا مَعَهُمُ الْكِتَابَ وَالْمِيزَانَ لِيَقُومَ النَّاسُ بِالْقِسْطِ﴾ "ہم نے اپنے رسولوں کو نشانیاں دے کر بھیجا اور ان کے ساتھ کتاب اتاری اور "میزان" اتارا تاکہ لوگ انصاف پر قائم رہیں". (٢)

مختصر یہ کہ اللہ نے جن کتابوں کا صراحت کے ساتھ ذکر کیا ہے اس پر تو تفصیل کے ساتھ ایمان لانا ضروری ہے، اور جن کا اجمالی طور پر ذکر کیا ہے ان پر اجمالاً ایمان لانا ضروری ہے. اور حق تو یہ ہے کہ ہمیں وہی کہنا چاہئے جو اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول کو حکم دیا ہے: ﴿وَقُلْ ءَامَنْتُ بِمَا أَنْزَلَ اللَّهُ مِنْ كِتَابٍ﴾ "اے نبی! کہئے، میں ایمان لایا ان تمام کتابوں پر جنہیں اللہ تعالیٰ نے اتاری ہیں". (٣)

سوال ٧٩: اللہ کی کتابوں پر ایمان لانے کا کیا مطلب ہے؟

جواب ٧٩: اللہ تعالیٰ کی کتابوں پر ایمان لانے کا مطلب یہ ہے کہ آدمی اس بات کی غیر متزلزل تصدیق کرے کہ تمام کتابیں اللہ کے پاس سے اُتاری گئی ہیں، اور اللہ تعالیٰ نے ان کتابوں کے ذریعہ حقیقت معنوں میں کلام فرمایا ہے، بعض کلام قاصد فرشتہ کے توسط کے بغیر پردہ کے آڑ سے سنا گیا ہے. اور بعض کلام کو ملائکہ نے رسول تک پہنچایا ہے. اور بعض کلام کو اللہ تعالیٰ نے اپنے ہاتھ سے لکھا ہے.

(١) النجم: ٣٦-٣٧ (٢) الحدید: ٢٥ (٣) الشوریٰ: ١٥

ارشاد ربانی ہے: ﴿وَمَا كَانَ لِبَشَرٍ أَنْ يُكَلِّمَهُ اللَّهُ إِلاَّ وَحْيًا أَوْ مِنْ وَرَاءِ حِجَابٍ أَوْ يُرْسِلَ رَسُولاً فَيُوحِيَ بِإِذْنِهِ مَا يَشَاءُ﴾ "کسی بشر کی یہ شان نہیں کہ اللہ تعالیٰ اس سے کلام کرے، البتہ وحی کے ذریعہ، یا پردہ کے آڑ سے کلام کرتا ہے، یا کسی قاصد کو بھیجتا ہے، جو اُس کے حکم سے، اس کی مشیت کے مطابق وحی کرتا ہے"۔ (۱)

اللہ نے موسیٰ علیہ السلام سے کہا: ﴿إِنِّي اصْطَفَيْتُكَ عَلَى النَّاسِ بِرِسَالاَتِي وَبِكَلاَمِي﴾ "میں نے آپ کو لوگوں پر امتیاز دیا پیغمبری اور اپنی ہم کلامی کے ذریعہ"۔ (۲) ﴿وَكَلَّمَ اللَّهُ مُوسَى تَكْلِيمًا﴾ "اللہ تعالیٰ نے موسیٰ سے کلام کیا"۔ (۳)

اللہ تعالیٰ نے بعض کتابوں کو اپنے ہاتھ سے لکھا اس کی دلیل یہ آیت ہے: ﴿وَكَتَبْنَا لَهُ فِي الأَلْوَاحِ مِنْ كُلِّ شَيْءٍ﴾ "اور ہم نے موسیٰ کے لئے تختیوں میں ہر چیز کی نصیحت لکھ دی، اور ہر چیز کی تفصیل بھی"۔ (۴)

اللہ نے عیسیٰ علیہ السلام کے بارے میں کہا: ﴿وَءَاتَيْنَاهُ الإِنجِيلَ﴾ "اور ہم نے انہیں انجیل دی"۔ (۵) ﴿وَءَاتَيْنَا دَاوُدَ زَبُورًا﴾ "اور ہم نے داوٗد کو زبور دی"۔ (۶)

اللہ نے قرآن کے سلسلہ میں فرمایا: ﴿لَكِنِ اللَّهُ يَشْهَدُ بِمَا أَنزَلَ إِلَيْكَ أَنزَلَهُ بِعِلْمِهِ وَالْمَلاَئِكَةُ يَشْهَدُونَ وَكَفَى بِاللَّهِ شَهِيدًا (١٦٦)﴾ "اللہ تعالیٰ اس بات کی بھی شہادت دیتا ہے کہ جو کچھ اس نے آپ پر اتارا ہے اپنے

(۱) الشوریٰ: ۵۱ (۲) الأعراف: ۱۴۴ (۳) النساء: ۱۶۴
(۴) الأعراف: ۱۴۵ (۵) المائدہ: ۴۶ (۶) النساء: ۱۶۳

علم سے اتارا ہے، اور ملائکہ بھی شہادت دیتے ہیں. اور اللہ تعالیٰ کی شہادت کافی ہے". (۱)

نیز فرمایا: ﴿وَقُرْءَانًا فَرَقْنَاهُ لِتَقْرَأَهُ عَلَى النَّاسِ عَلَى مُكْثٍ وَنَزَّلْنَاهُ تَنْزِيلاً (١٠٦)﴾ "اور ہم نے قرآن کو تھوڑا تھوڑا کر کے اتارا تاکہ آپ لوگوں پر وقفہ وقفہ سے پڑھیں اور اسے ہم نے ہی اتارا ہے". (۲)

نیز فرمایا: ﴿وَإِنَّهُ لَتَنْزِيلُ رَبِّ الْعَالَمِينَ(١٩٢)نَزَلَ بِهِ الرُّوحُ الأَمِينُ (١٩٣)عَلَى قَلْبِكَ لِتَكُونَ مِنَ الْمُنْذِرِينَ(١٩٤)بِلِسَانٍ عَرَبِيٍّ مُبِينٍ(١٩٥)﴾ "یہ رب العالمین کا نازل کردہ ہے، اسے روح امین نے آپ کے دل پر اتارا ہے، تاکہ آپ ڈرائیں فصیح عربی زبان میں". (۳)

اللہ تعالیٰ نے قرآن کی شان میں کہا: ﴿إِنَّ الَّذِينَ كَفَرُوا بِالذِّكْرِ لَمَّا جَاءَهُمْ وَإِنَّهُ لَكِتَابٌ عَزِيزٌ(٤١)لاَ يَأْتِيهِ الْبَاطِلُ مِنْ بَيْنِ يَدَيْهِ وَلاَ مِنْ خَلْفِهِ تَنْزِيلٌ مِنْ حَكِيمٍ حَمِيدٍ(٤٢)﴾ "بے شک یہ وہ لوگ ہیں جنہوں نے قرآن کا انکار کیا جب کہ قرآن اُن کے پاس آچکا ہے، اور یہ بڑی باوقعت کتاب ہے. نہ اس کے سامنے سے باطل آسکتا ہے اور نہ اس کے پیچھے سے، حکمت والے لائق ستائش کی طرف سے اُتاری ہوئی ہے". (۴) اس کے علاوہ اور بہت ساری آیات ہیں.

سوال ۸۰: گذشتہ کتابوں کے مقابلہ میں قرآن کا کیا درجہ ہے؟

جواب ۸۰: اللہ تعالیٰ نے قرآن کے بارے میں فرمایا ہے: ﴿وَأَنْزَلْنَا إِلَيْكَ الْكِتَابَ بِالْحَقِّ مُصَدِّقًا لِمَا بَيْنَ يَدَيْهِ مِنَ الْكِتَابِ وَمُهَيْمِنًا عَلَيْهِ﴾ "ہم نے

(۱) النساء: ۱۶۶ (۲) الاسراء: ۱۰۶ (۳) الشعراء: ۱۹۲-۱۹۵ (۴) فصلت: ۴۱-۴۲

قرآن کو حق کے ساتھ اتارا ہے، یہ اپنے آگے کی کتابوں کی تصدیق کرنے والا ہے اور اُن کا نگراں و محافظ بھی". (١)

نیز ارشاد ہے: ﴿وَمَا كَانَ هَذَا الْقُرْءَانُ أَنْ يُفْتَرَى مِنْ دُونِ اللَّهِ وَلَكِنْ تَصْدِيقَ الَّذِي بَيْنَ يَدَيْهِ وَتَفْصِيلَ الْكِتَابِ لاَ رَيْبَ فِيهِ مِنْ رَبِّ الْعَالَمِينَ(٣٧)﴾ "یہ قرآن گڑھا ہوا نہیں ہے غیر اللہ کی طرف سے، بلکہ یہ تو ان کتابوں کی تصدیق کرنے والا ہے جو اس سے قبل نازل ہوچکی ہیں، اور کتاب کی تفصیل بیان کرنے والا ہے، اس میں کوئی شک نہیں کہ یہ رب العالمین کی طرف سے نازل ہوا ہے". (٢)

نیز ﴿مَا كَانَ حَدِيثًا يُفْتَرَى، وَلَكِنْ تَصْدِيقَ الَّذِي بَيْنَ يَدَيْهِ وَتَفْصِيلَ كُلِّ شَيْءٍ وَهُدًى وَرَحْمَةً لِقَوْمٍ يُؤْمِنُونَ﴾ "قرآن ایسا کلام نہیں ہے کہ گڑھ لیا جاسکے ہاں! یہ آگے کی کتابوں کی تصدیق کرنے والا ہے، اور ہر چیز کی تفصیل بیان کرنے والا ہے، اور مؤمنون کے لئے ہدایت ورحمت ہے". (٣)

مفسرین نے "مہیمن" کا معنی یہ بتایا ہے کہ قرآن اپنے سے پہلے کی کتابوں پر امین و شاہد ہے، اور ان کتابوں کی تصدیق کرنے والا ہے، یعنی ان کتابوں میں جو صحیح باتیں ہیں ان کی تصدیق کرتا ہے، اور ان میں جو تحریف و تبدیل اور تغیر ہوچکا ہے، اس کی نفی کرتا ہے. اب دو باتوں میں سے ایک ضرور ہے: یا اس کے منسوخ ہونے کا حکم لگاتا ہے، یا اس کی صحیح باتوں کو ثابت رکھتا ہے. یہی وجہ ہے کہ پچھلی کتابوں کو ماننے والا جو حق سے الٹے پاؤں نہ پھر گیا ہو، قرآن کے آگے سر تسلیم خم کرتا ہے، جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے ان کی بابت فرمایا ہے: ﴿الَّذِينَ

(١) المائدہ: ٤٨ (٢) یونس: ٣٧ (٣) یوسف: ١١١

ءَاتَيْنَاهُمُ الْكِتَابَ مِنْ قَبْلِهِ هُمْ بِهِ يُؤْمِنُونَ (٥٢) وَإِذَا يُتْلَى عَلَيْهِمْ قَالُوا ءَامَنَّا بِهِ إِنَّهُ الْحَقُّ مِنْ رَبِّنَا إِنَّا كُنَّا مِنْ قَبْلِهِ مُسْلِمِينَ (٥٣)﴾ ''جن لوگوں کو ہم نے اس سے پہلے کتاب دی ہے، وہ قرآن پر ایمان رکھتے ہیں، اور جب ان پر قرآن پڑھا جاتا ہے تو کہہ اٹھتے ہیں، ہم اس پر ایمان لائے، یہ ہمارے رب کی طرف سے حق ہے، ہم تو اس کے آنے سے پہلے اس کو ماننے والے تھے''.(۱)

سوال۸۱: پوری امت پر قرآن کے سلسلے میں کس چیز کا التزام ضروری ہے؟

جواب۸۱: امت پر قرآن کی ظاہر وباطنی طور پر اتباع ضروری ہے نیز اسے مضبوطی سے پکڑنا اور اس کا حق ادا کرنا لازم ہے.

اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: ﴿وَهَذَا كِتَابٌ أَنْزَلْنَاهُ مُبَارَكٌ فَاتَّبِعُوهُ وَاتَّقُوا﴾ ''اس برکت والی کتاب کو ہم نے اتارا ہے، تم اس کی اتباع کرو، اور (مجھ سے) ڈرو''.(۲)

نیز حق تعالیٰ شانہ نے فرمایا ہے: ﴿اتَّبِعُوا مَا أُنْزِلَ إِلَيْكُمْ مِنْ رَبِّكُمْ وَلاَ تَتَّبِعُوا مِنْ دُونِهِ أَوْلِيَاءَ﴾ ''تم اس چیز کی اتباع کرو جو تمہارے پاس تمہارے رب کی طرف سے اتاری گئی ہے، اور اس کے علاوہ دوسرے اولیاء کی پیروی نہ کرو''.(۳)

نیز اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: ﴿وَالَّذِينَ يُمَسِّكُونَ بِالْكِتَابِ وَأَقَامُوا الصَّلاَةَ إِنَّا لاَ نُضِيعُ أَجْرَ الْمُصْلِحِينَ (١٧٠)﴾ ''جو کتاب کو مضبوطی سے تھامتے ہیں اور نماز قائم کرتے ہیں، ہم اصلاح کرنے والوں کے اجر کو ضائع نہیں

(۱) القصص: ۵۲-۵۳ (۲) الأنعام: ۱۵۵ (۳) الأعراف: ۳

کرتے". (١) یہ آیت ہر کتاب الٰہی کے سلسلہ میں عام ہے. اس بارے میں آیات بکثرت آئی ہیں.

نیز نبی کریم ﷺ نے "کتاب اللہ" کے بارے میں، وصیت فرمائی. اور کہا: ﴿فخذوا بكتاب الله وتمكسوا به﴾ "تم اللہ کی کتاب کو لے لو اور اسے مضبوطی سے تھام لو". (٢) اور علی رضی اللہ عنہ کی مرفوع حدیث میں ہے نبی کریم ﷺ نے فرمایا: ﴿إنها ستكون فتن،قلت ما المخرج منها يا رسول الله؟ قال:كتاب الله﴾ "عنقریب فتنے نمودار ہونے والے ہیں، میں نے دریافت کیا، اللہ کے رسول! اس سے گلو خلاصی کا کیا راستہ ہے؟ آپ نے فرمایا: کتاب اللہ". (٣)

سوال ٨٢: "اللہ کی کتاب کو مضبوطی سے تھامنے" اور اس کا حق ادا کرنے کا کیا مطلب ہے؟

جواب ٨٢: اللہ کی کتاب کو مضبوطی سے تھامنے کا مطلب ہے: اس کو حفظ کرنا، دن رات کے مختلف حصوں میں اس کی تلاوت کرنا، اس کی آیات میں غور و فکر کرنا، اس کی حلال کردہ چیزوں کو حلال سمجھنا اور اس کی حرام کردہ چیزوں کو حرام ماننا، اس کے احکام کو بجا لانا، اور اس کی وعید والی باتوں سے خوف کھانا، اس کی مثالوں سے عبرت پکڑنا، اور اس کے قصوں سے نصیحت حاصل کرنا، اس کے محکم

---

(١) الأعراف: ١٧٠ (٢) مسلم، کتاب فضائل الصحابہ، باب فضائل علی بن ابی طالب: ٧/ ١٢٢- ١٢٣ رقم: ٢٤٠٨، احمد: ٤/ ٣٦٧، ٣٧١ دارمی: ٢/ ٤٣٢. (٣) یہ حدیث ضعیف ہے دیکھئے دارمی: ٢/ ٤٣٤ فضائل القرآن، ترمذی: ٥/ ١٧٢، باب ماجاء فی فضل القرآن، امام ترمذی نے کہا ہے: اس کی سند مجہول ہے علامہ البانی نے ضعیف الجامع رقم: ٢٠٨٠ میں کہا ہے: اس کی سند حد درجہ ضعیف ہے.

اور غیر منسوخ امور پر عمل کرنا، اور متشابہ پر سر تسلیم خم کرنا، اس کی مقرر کردہ حدود پر رُک جانا، اور غلو کرنے والوں کی تحریف اور باطل پرستوں کی دین سازی سے اس کا دفاع کرنا، تمام معنوں میں اس کی خیر خواہی کرنا، اور علم و بصیرت کے ساتھ اس کی طرف دعوت دینا وغیرہ.

سوال ٨٣: جو قرآن کو مخلوق مانے اس کا کیا حکم ہے؟

جواب ٨٣: جو قرآن کو مخلوق کہے یا اس کے مخلوق ہونے کا عقیدہ رکھے وہ کافر ہے، اور اسلام سے خارج ہے، کیونکہ قرآن اپنے حروف و معانی سمیت حقیقت میں اللہ تعالیٰ کا کلام ہے. یہ بات نہیں کہ اس کا کلام صرف حروف ہیں معانی نہیں، یا صرف معانی ہیں حروف نہیں. اللہ تعالیٰ نے بطور نطق و تکلم اس کے ذریعہ کلام کیا ہے، اور اپنے نبی پر بطور وحی نازل کیا ہے.

قرون اولیٰ کے مؤمنوں کا اسی حقیقت پر ایمان رہا ہے. قرآن کا انگلیوں سے لکھنا، یا زبان سے تلاوت کرنا، یا دل سے حفظ کرنا، یا کانوں سے سننا، یا آنکھوں سے دیکھنا، اسے کلام الٰہی ہونے سے خارج نہیں کرتا. انگلی، روشنائی، قلم اور ورق جن پر قرآن کو لکھتے ہیں سب کے سب مخلوق ہیں، لیکن مکتوب یعنی قرآن جسے لکھا گیا ہے خود غیر مخلوق ہے. زبان، آواز مخلوق ہیں مگر اس کے ذریعہ تلاوت کیا جانے والا کلام غیر مخلوق ہے. سینے مخلوق ہیں، مگر سینے میں محفوظ قرآن غیر مخلوق ہے، کان مخلوق ہیں مگر کان سے سنا جانے والا قرآن غیر مخلوق ہے. اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ﴿إِنَّهُ لَقُرْءَانٌ كَرِيمٌ(٧٧) فِي كِتَابٍ مَكْنُونٍ﴾ "یہ قرآنِ کریم محفوظ کتاب میں لکھا ہوا ہے". (١) نیز اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ﴿بَلْ هُوَ ءَايَاتٌ بَيِّنَاتٌ

(١) واقعہ: ٧٧-٧٨

فِي صُدُورِ الَّذِينَ أُوتُوا الْعِلْمَ وَمَا يَجْحَدُ بِآيَاتِنَا إِلاَّ الظَّالِمُونَ(٤٩)﴾
"بلکہ یہ واضح آیات ہیں علم والوں کے سینوں میں، اور ہماری آیات کا انکار ظالم ہی کرتے ہیں". (١) ﴿وَاتْلُ مَا أُوحِيَ إِلَيْكَ مِنْ كِتَابِ رَبِّكَ لاَ مُبَدِّلَ لِكَلِمَاتِهِ﴾
"آپ تلاوت کیجئے ان آیات کی جو آپ کے رب کی طرف سے آپ کے پاس وحی کی گئی ہے، اللہ کے کلمات کو کوئی بدلنے والا نہیں". (٢)

نیز ارشاد ربانی ہے﴿ وَإِنْ أَحَدٌ مِنَ الْمُشْرِكِينَ اسْتَجَارَكَ فَأَجِرْهُ حَتَّى يَسْمَعَ كَلاَمَ اللَّهِ﴾ "اگر کوئی مشرک آپ سے پناہ مانگے تو آپ اسے پناہ دے دیجئے، تاکہ وہ اللہ کا کلام سن لے". (٣) ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا: (أديموا النظر في المصحف) "مصحف میں ہمیشہ غرور وفکر کرو".
اس سلسلہ میں بے شمار نصوص ہیں.

جو شخص قرآن کو یا اس کے کسی جزء کو مخلوق کہے وہ کافر ہے، اور اس کا کفر اتنا بڑا ہے کہ اسے بالکلیہ اسلام سے خارج کر دیتا ہے، کیونکہ قرآن اللہ تعالیٰ کا کلام ہے، اسی کی ذات سے نکلا ہے اور اسی کی طرف لوٹ جائے گا، اور اللہ کا کلام اس کی صفت ہے، اور اس کے صفات میں سے کسی صفت کو مخلوق کہنے والا کافر ہے، مرتد ہے، اس سے کہا جائے گا کہ وہ اس عقیدہ سے رجوع کر لے تو ٹھیک ہے ورنہ اسے قتل کر دیا جائے گا، اور وہ مسلمانوں کے حقوق واحکام میں سے کسی کا بھی حقدار نہیں ہوگا". (٤)

(١) العنکبوت: ۴۹ (٢) الکہف: ٢٧ (٣) التوبہ: ٦ (٤) یہ قول امام احمد، امام شافعی، امام مالک، امام ابن خزیمہ اور بہت سے ائمہ سلف سے منقول ہے، دیکھئے مصنف کی کتاب معارج القبول ج ١ ص: ١٨٨-٢٠٣.

سوال ۸۴: ’’کلام‘‘ اللہ کی ذاتی صفت ہے یا فعلی؟

جواب ۸۴: ’’کلام‘‘ صفتِ ذاتی و فعلی دونوں ہے، اس اعتبار سے کہ ’’صفتِ کلام‘‘ اللہ تعالیٰ کی ذات سے تعلق رکھتی ہے اور اللہ تعالیٰ اس سے متصف ہے، یہ بھی صفتِ علم کی طرح صفات ذاتیہ میں سے ہے، بلکہ یوں کہئے کہ ’’کلام‘‘ اللہ کا علم ہی ہے، اور اس نے اپنے علم ہی سے اسے اتارا ہے، اور وہ زیادہ بہتر جانتا ہے کہ اُس نے کیا اُتارا ہے.

اور اس اعتبار سے کہ اللہ تعالیٰ اپنی مشیت وارادہ سے کلام کرتا ہے، صفات فعلیہ میں سے ہے، جیسا کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا ہے: (**إذا أراد الله أن يُوحي بالأمر تكلم بالوحي**) ’’جب اللہ تعالیٰ کسی امر کو نازل فرمانا چاہتا ہے، تو وحی کے ذریعہ کلام فرماتا ہے‘‘. (۱)

اس بنیاد پر سلف صالحین رحمہم اللہ صفت کلام کے بارے میں فرماتے ہیں: ’’صفت کلام، صفتِ ذاتیہ وفعلیہ دونوں ہے، اور اللہ تعالیٰ ہمیشہ سے متکلم ہے، اور ازل وابد تک متکلم رہے گا. اور اس کا کلام کرنا اس کے ارادہ ومشیت پر موقوف ہے، جب چاہے اور جس وقت چاہے اور جیسا چاہے کلام کرتا ہے، اور جسے چاہتا ہے اپنا کلام سناتا ہے. اس کا کلام اس کی صفت ہے جس کی حد ہے نہ انتہاء.

ارشاد ربانی ہے: ﴿**قُلْ لَوْ كَانَ الْبَحْرُ مِدَادًا لِكَلِمَاتِ رَبِّي لَنَفِدَ الْبَحْرُ قَبْلَ أَنْ تَنْفَدَ كَلِمَاتُ رَبِّي وَلَوْ جِئْنَا بِمِثْلِهِ مَدَدًا (١٠٩)**﴾ ’’آپ کہہ دیں! اگر دریا میرے رب کے کلمات لکھنے کے لئے روشنائی بن جائے تو دریا بھی میرے رب کے کلمات ختم ہونے سے پہلے ختم ہو جائے گا، گرچہ ہم اسی کے مثل

(۱) یہ حدیث ضعیف ہے، تخریج گذر چکی ہے

اور روشنائی لے آئیں"۔ (۱) نیز ارشاد ہے: ﴿وَلَوْ أَنَّمَا فِي الأَرْضِ مِنْ شَجَرَةٍ أَقْلَامٌ وَالْبَحْرُ يَمُدُّهُ مِنْ بَعْدِهِ سَبْعَةُ أَبْحُرٍ مَا نَفِدَتْ كَلِمَاتُ اللّٰهِ﴾ "اگر زمین کے سارے درخت قلم بن جائیں اور دریا اس کے لئے روشنائی، یہی نہیں بلکہ اس کے بعد سات اور دریا روشنائی بن جائیں، تب بھی اللہ کے کلمات ختم نہ ہوں گے"۔ (۲) ﴿وَتَمَّتْ كَلِمَةُ رَبِّكَ صِدْقًا وَعَدْلاً لاَ مُبَدِّلَ لِكَلِمَاتِهِ وَهُوَ السَّمِيعُ الْعَلِيمُ(۱۱۵)﴾ "اور آپ کے رب کا کلمہ واقعیت اور اعتدال کے اعتبار سے کامل ہے، اس کے کلمات کو بدلنے والا کوئی نہیں، وہ سمیع و علیم ہے"۔ (۳)

سوال ۸۵: "فرقہ واقفہ" کون لوگ ہیں اور اُن کے بارے میں کیا حکم ہے؟

جواب ۸۵: فرقہ "واقفہ" وہ لوگ ہیں جن کا عقیدہ ہے کہ: "ہم نہ یہ کہتے ہیں کہ قرآن اللہ تعالیٰ کا کلام ہے اور نہ ہی یہ کہتے ہیں کہ قرآن مخلوق ہے" بلکہ وہ توقف کرتے ہیں۔ امام احمد رحمہ اللہ فرماتے ہیں: "ان میں جو بات بنانا جانتا ہے وہ جہمی ہے، اور جو بات بنانا نہیں جانتا بلکہ جاہل بسیط ہے، تو اس پر دلیل و بُرہان کے ذریعہ حجت قائم کی جائے گی، اگر توبہ کرلے اور ایمان لے آئے کہ قرآن اللہ تعالیٰ کا کلام ہے، غیر مخلوق ہے تو ٹھیک ہے، ورنہ وہ جہمیہ سے بدتر ہے"۔

سوال ۸۶: جو شخص یہ کہے کہ "میرا قرآن کو لفظ سے ادا کرنا مخلوق ہے" اس کے بارے میں کیا حکم ہے؟

جواب ۸۶: اس عبارت کی نہ نفی درست ہے اور نہ اثبات جائز ہے، کیونکہ "لفظ" کے

(۱) کہف: ۱۰۹ (۲) لقمان: ۲۷ (۳) انعام: ۱۱۵

دو معنی ہیں: ایک معنی تلفظ (زبان سے ادا کرنا) ہے جو بندہ کا فعل ہے. اور دوسرا معنی ملفوظ (جس کلمہ کو زبان سے ادا کیا جائے) ہے، جو قرآن ہے. اگر قائل نے قرآن کے مخلوق ہونے پر اطلاق کیا ہے تو دوسرا معنی مراد ہوگا، اور معنی ہوگا: ”میں جس لفظ کو زبان سے ادا کر رہا ہوں وہ مخلوق ہے“ یعنی قرآن، تو بطور نتیجہ یہ ”جہمیہ“ کا قول ہو جائے گا، جو قرآن کو لفظ سے ادا کرنا مخلوق مانتے ہیں. اور اگر قائل نے قرآن کو لفظ کے ذریعے ادا کرنے کو غیر مخلوق کہا ہے تو پہلا معنی مراد ہوگا، جو بندہ کا فعل ہے اور یہ معنی ہوگا: ”میرا قرآن کو لفظ سے ادا کرنا مخلوق ہے“ تو یہ گمراہ فرقہ ”اتحادیہ“ کی بدعتوں میں سے ایک بدعت ہوگا. اس بناء پر سلف صالحین نے فرمایا ہے: ” کہ جو شخص یہ کہتا ہے کہ: ”میرا قرآن کو لفظ کے ذریعہ ادا کرنا مخلوق ہے“ وہ گویا قرآن کو مخلوق کہتا ہے اور وہ جہمی ہے. اور جو شخص قرآن کو لفظ کے ذریعہ ادا کرنے کو غیر مخلوق کہے وہ بدعتی ہے“. معلوم ہوا کہ اس لفظ کو نہ نفی میں استعمال کرنا جائز ہے نہ اثبات میں درست.

سوال ۸۷: رسولوں پر ایمان لانے کی کیا دلیل ہے؟

جواب ۸۷: کتاب و سنت میں بہت سارے دلائل ہیں. یہاں بعض دلیلیں بیان کی جاتی ہیں: اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: ﴿إِنَّ الَّذِينَ يَكْفُرُونَ بِاللَّهِ وَرُسُلِهِ وَيُرِيدُونَ أَنْ يُفَرِّقُوا بَيْنَ اللَّهِ وَرُسُلِهِ وَيَقُولُونَ نُؤْمِنُ بِبَعْضٍ وَنَكْفُرُ بِبَعْضٍ وَيُرِيدُونَ أَنْ يَتَّخِذُوا بَيْنَ ذَلِكَ سَبِيلاً (۱۵۰) أُولَئِكَ هُمُ الْكَافِرُونَ حَقًّا وَأَعْتَدْنَا لِلْكَافِرِينَ عَذَابًا مُهِينًا (۱۵۱) وَالَّذِينَ ءَامَنُوا بِاللَّهِ وَرُسُلِهِ وَلَمْ يُفَرِّقُوا بَيْنَ أَحَدٍ مِنْهُمْ أُولَئِكَ سَوْفَ يُؤْتِيهِمْ أُجُورَهُمْ﴾ ”جو لوگ اللہ اور اس کے رسولوں کا انکار کرتے ہیں، اور یہ چاہتے ہیں کہ اللہ اور

اس کے رسولوں کے مابین فرق کریں، اور کہتے ہیں کہ بعض پر تو ہم ایمان لاتے ہیں اور بعض کا انکار کرتے ہیں، اور یہ چاہتے ہیں کہ اس کے درمیان ایک راستہ نکالیں، یہ لوگ حقیقت معنوں میں کافر ہیں، اور کافروں کے لئے ہم نے ذلت آمیز عذاب تیار کر رکھا ہے. جو لوگ اللہ اور اس کے رسولوں پر ایمان لائے ہیں، اور اُن میں کسی کے مابین تفریق نہیں کرتے، ان کو عنقریب اللہ اجر دے گا". (۱)

نیز نبی کریم ﷺ نے فرمایا ہے: (آمنت بالله ورُسُله) "میں اللہ اور اس کے رسولوں پر ایمان لایا". (۲)

سوال ۸۸: ایمان بالرُسُل (رسولوں پر ایمان لانے) کا کیا مطلب ہے؟

جواب ۸۸: ایمان بالرُسُل کا مطلب اس امر کا پختہ یقین و تصدیق کرنا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ہر امت میں ان میں سے کسی نہ کسی کو رسول بنا کر بھیجا، جو ان کو صرف اللہ کی عبادت کی طرف بلاتا تھا، اور غیر اللہ کی عبادت سے روکتا تھا، اور یہ کہ وہ سب کے سب سچے، نیک، راشد، کریم، متقی، امانت دار، ہدایت یافتہ اور ہدایت کا راستہ بتانے والے تھے، اور ظاہری نشانیوں اور معجزات کے ذریعہ اللہ تعالیٰ نے ان کی تائید کی تھی، اور یہ کہ انہوں نے اپنی امتوں کو اللہ کی ساری باتیں پہنچادی، نہ کچھ چھپایا، نہ بدلا، نہ اپنی طرف سے کچھ اضافہ کیا اور نہ کچھ کم کیا. ﴿فَهَلْ عَلَى الرُّسُلِ إِلاَّ الْبَلاَغُ الْمُبِينُ﴾ "رسولوں کی ذمہ داری صرف صاف صاف پہنچا دینا ہے". (۳) اور یہ کہ وہ سب کے سب واضح حق کی شاہراہ پر تھے، اور یہ کہ

(۱) نساء: ۱۵۰-۱۵۲ (۲) بخاری کتاب الأدب، باب قول الرجل للرجل اخساء: ۷/۱۱۲، مسلم کتاب الفتن، ذکر ابن صیاد: ۸/۱۹۲. (۳) نحل: ۳۵

اللہ تعالیٰ نے جس طرح ابراہیم علیہ السلام کو خلیل بنایا، اسی طرح نبی کریم ﷺ کو بھی خلیل بنایا، موسیٰ علیہ السلام سے کلام کیا، اور ادریس علیہ السلام کو بلند مقام عطا کیا، اور یہ کہ عیسیٰ علیہ السلام اللہ کے بندے، اس کے رسول اور اس کا کلمہ اور روح ہیں جو اس نے مریم علیہا السلام کے رحم میں ڈالی تھی، اور یہ کہ اللہ نے بعض کو بعض امور میں فضیلت دی اور بعض کے درجات کو بلند کیا.

سوال ۸۹: کیا سارے رسولوں کی دعوت امر و نہی میں ایک ہی تھی؟

جواب ۸۹: اول سے آخر تک سارے رسولوں کی دعوت عبادت کی اصل و بنیاد میں ایک تھی، اور وہ بنیاد توحید ہے، جس کا مفہوم یہ ہے کہ اعتقاد، قول اور عمل ہر اعتبار سے عبادت کی تمام قسموں کو صرف اللہ کے لئے خاص کیا جائے، اور عبادت کی ہر قسم میں غیر اللہ کی عبادت سے انکار کیا جائے.

البتہ جہاں تک احکام و فرائض کی بات ہے تو بعض امت پر جو صوم وصلاۃ فرض کی گئی تھی وہ دوسری امت پر فرض نہیں کی گئی، اور بعض امت پر جو چیز حرام تھی وہ دوسری امت پر حرام نہیں تھی. اور یہ فرق بطور امتحان و آزمائش کے تھا ﴿لِيَبْلُوَكُمْ أَيُّكُمْ أَحْسَنُ عَمَلاً﴾ ”تاکہ اللہ تمہارا امتحان کرے کہ تم میں کون عمل میں بہتر ہے“. (۱)

سوال ۹۰: عبادت کی اصل میں سارے رسولوں کی دعوت ایک تھی، اس کی کیا دلیل ہے؟

جواب ۹۰: عبادت کی اصل میں سارے رسولوں کی دعوت ایک تھی، اس کی کتاب اللہ سے دو طرح کی دلیلیں ہیں: ایک مجمل، دوسری مفصل. مجمل دلیل اللہ تعالیٰ کا

(۱) الملک: ۲

مندرجہ ذیل قول ہے: ﴿وَلَقَدْ بَعَثْنَا فِي كُلِّ أُمَّةٍ رَسُولاً أَنِ اعْبُدُوا اللّٰهَ وَاجْتَنِبُوا الطَّاغُوتَ﴾ ”اور ہم ہر امت میں کسی نہ کسی رسول کو بھیجتے رہے ہیں یہ حکم دے کر کہ تم اللہ کی عبادت کرو اور طاغوت و شیطان سے بچتے رہو“.[1] نیز اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: ﴿ وَمَا أَرْسَلْنَا مِنْ قَبْلِكَ مِنْ رَسُولٍ إِلاَّ نُوحِي إِلَيْهِ أَنَّهُ لاَ إِلَهَ إِلاَّ أَنَا فَاعْبُدُونِ(٢٥) ﴾ ”ہم نے آپ سے پہلے ہر رسول کو یہی حکم دے کر بھیجا کہ میرے علاوہ کوئی معبود برحق نہیں، اس لئے میری عبادت کرو“.[2] نیز ارشاد ربانی ہے: ﴿وَاسْأَلْ مَنْ أَرْسَلْنَا مِنْ قَبْلِكَ مِنْ رُسُلِنَا أَجَعَلْنَا مِنْ دُونِ الرَّحْمَنِ ءَالِهَةً يُعْبَدُونَ(٤٥) ﴾ ”آپ ان سب رسولوں سے دریافت کیجئے جن کو ہم نے آپ سے پہلے بھیجا تھا: کیا ہم نے رحمٰن کے علاوہ دوسرے معبود ٹھہرادیئے تھے کہ ان کی عبادت کی جائے“.[3] مفصل دلیل مندرجہ ذیل ارشاد الٰہی ہے: ﴿وَلَقَدْ أَرْسَلْنَا نُوحًا إِلَى قَوْمِهِ فَقَالَ يَاقَوْمِ اعْبُدُوا اللّٰهَ مَا لَكُمْ مِنْ إِلَهٍ غَيْرُهُ﴾ ”ہم نوح کو ان کے قوم کے پاس بھیجا، انہوں نے کہا: اے میری قوم! تم صرف اللہ کی عبادت کرو، اس کے علاوہ تمہارا کوئی معبود برحق نہیں“.[4] نیز اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: ﴿وَإِلَى ثَمُودَ أَخَاهُمْ صَالِحًا قَالَ يَاقَوْمِ اعْبُدُوا اللّٰهَ مَا لَكُمْ مِنْ إِلَهٍ غَيْرُهُ﴾ ”ہم نے قوم ثمود کے پاس ان کے بھائی صالح کو بھیجا، انہوں نے کہا: میری قوم! تم اللہ کی عبادت کرو، اس کے علاوہ تمہارا کوئی برحق معبود نہیں“.[5] نیز فرمایا: ﴿وَإِلَى عَادٍ أَخَاهُمْ هُودًا قَالَ يَاقَوْمِ اعْبُدُوا اللّٰهَ مَا لَكُمْ مِنْ إِلَهٍ غَيْرُهُ﴾ ”قوم عاد کے پاس ہم نے اس کے بھائی ہود کو بھیجا، انہوں نے کہا: اے میری قوم! اللہ کی عبادت کرو، اس

(۱) النحل: ۳۶ (۲) الأنبیاء: ۲۵ (۳) الزخرف: ۴۵ (۴) المؤمنون: ۲۳ (۵) ہود: ٦١

کے علاوہ تمہارا کوئی معبود برحق نہیں". (۱) نیز فرمایا: ﴿وَإِلَى مَدْيَنَ أَخَاهُمْ شُعَيْبًا قَالَ يَاقَوْمِ اعْبُدُوا اللّٰهَ مَا لَكُمْ مِنْ إِلٰهٍ غَيْرُهُ﴾ "اور ہم نے مدین والوں کے پاس شعیب کو بھیجا انہوں نے کہا: اے میری قوم! اللہ کی عبادت کرو، اس کے علاوہ تمہارا کوئی معبود برحق نہیں". (۲) نیز فرمایا: ﴿وَإِذْ قَالَ إِبْرَاهِيمُ لأَبِيهِ وَقَوْمِهِ إِنَّنِي بَرَاءٌ مِمَّا تَعْبُدُونَ (٢٦) إِلاَّ الَّذِي فَطَرَنِي﴾ "اور جب ابراہیم نے اپنے قوم اور باپ سے کہا: میں اپنے خالق کے علاوہ تمہارے ان تمام معبودوں سے برأت کا اعلان کرتا ہوں جو تم پوجتے ہو". (۳)

اور موسیٰ علیہ السلام نے کہا: ﴿إِنَّمَا إِلٰهُكُمُ اللّٰهُ الَّذِي لاَ إِلٰهَ إِلاَّ هُوَ وَسِعَ كُلَّ شَيْءٍ عِلْمًا (٩٨)﴾ "تمہارا معبود تو صرف اللہ ہے جس کے علاوہ کوئی معبود برحق نہیں، اس کا علم ہر چیز کا احاطہ کئے ہوئے ہے". (۴)

اور مسیح عیسیٰ علیہ السلام نے کہا: ﴿يَابَنِي إِسْرَائِيلَ اعْبُدُوا اللّٰهَ رَبِّي وَرَبَّكُمْ إِنَّهُ مَنْ يُشْرِكْ بِاللّٰهِ فَقَدْ حَرَّمَ اللّٰهُ عَلَيْهِ الْجَنَّةَ وَمَأْوَاهُ النَّارُ﴾ "اے بنی اسرائیل! اللہ کی عبادت کرو جو میرا اور تمہارا رب ہے، جو اللہ کے ساتھ شرک کرے گا اللہ نے اس پر جنت حرام کر دی ہے اور اس کا ٹھکانہ جہنم ہے". (۵) ﴿قُلْ إِنَّمَا أَنَا مُنْذِرٌ وَمَا مِنْ إِلٰهٍ إِلاَّ اللّٰهُ الْوَاحِدُ الْقَهَّارُ﴾ "اے نبی آپ اعلان کر دیجئے! میں تو ڈرانے والا ہوں، اور اللہ واحد قہار کے سوا کوئی معبود نہیں". (۶)

---

(۱) ہود: ۵۰ (۲) ہود: ۸۴ (۳) الزخرف: ۲۶-۲۷

(۴) طہ: ۹۸ (۵) المائدہ: ۷۲ (۶) ص: ٦٥

سوال ۹۱: ہر امت کی شریعت حلال و حرام میں مختلف تھی، اس کی کیا دلیل ہے؟

جواب ۹۱: دلیل مندرجہ ذیل ارشاد الٰہی ہے: ﴿لِكُلٍّ جَعَلْنَا مِنكُمْ شِرْعَةً وَمِنْهَاجًا وَلَوْ شَاءَ اللَّهُ لَجَعَلَكُمْ أُمَّةً وَاحِدَةً وَلَكِن لِّيَبْلُوَكُمْ فِي مَا ءَاتَاكُمْ فَاسْتَبِقُوا الْخَيْرَاتِ﴾ ''تم میں سے ہر ایک کے لئے ہم نے الگ الگ شریعت اور طریقہ بنایا، اگر اللہ چاہتا تو تم سب کو ایک امت بنا دیتا، وہ تمہارا امتحان کرنا چاہتا ہے ہر اس چیز میں جو اس نے تمہیں دیا ہے، اس لئے خیر کے کاموں میں سبقت کرو''.(۱) حبر امت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما نے ''شرعۃً ومنہاجاً'' کی تفسیر میں فرمایا ہے: ''اس کے معنی ''طریقہ وراستہ'' کے ہیں، اور یہی تفسیر مجاہد، عکرمہ، حسن بصری، قتادہ، ضحاک، سدی اور ابو اسحاق سبیعی سے منقول ہے''.(۲) صحیح بخاری میں ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: ﴿الأنبياء اخوة لِعَلَاتٍ أمهاتهم و دينهم واحد﴾ ''ہم انبیاء آپس میں سوتیلے بھائی ہیں، ہمارا دین ایک ہے''.(۳) اس سے مراد توحید ہے جسے دیکر اللہ تعالیٰ نے ہر رسول کو بھیجا ہے اور جو ہر اُس کتاب میں موجود ہے جو اُس نے اتاری ہے. جہاں تک شریعت کی بات ہے تو وہ امر و نہی، حلال و حرام میں الگ الگ تھی. ﴿لِيَبْلُوَكُمْ أَيُّكُمْ أَحْسَنُ عَمَلًا﴾ ''تاکہ وہ تمہارا امتحان کرے کہ تم میں کون عمل میں بہتر ہے''.(۴)

---

(۱) المائدہ: ۴۸ (۲) تفسیر طبری: ۶/۲۷۱، دُرِّ منثور: ۳/۹۶ (۳) بخاری، کتاب الأنبیاء، باب واذکر فی الکتاب مریم إذ انتبذت من أھلھا: ۴/۱۴۱-۱۴۲، مسلم کتاب الفضائل، باب فضائل عیسیٰ علیہ السلام: ۷/۹۶. (۴) ہود: ۷

سوال ۹۲: کیا اللہ تعالیٰ نے قرآن میں تمام رسولوں کا ذکر کیا ہے؟

جواب ۹۲: اللہ نے ہمارے لئے چند انبیاء کرام کا قصہ بیان کیا ہے جو ہماری عبرت ونصیحت کے لئے کافی ہے، اس کے بعد فرمایا ہے: ﴿**وَرُسُلاً قَدْ قَصَصْنَاهُمْ عَلَيْكَ مِنْ قَبْلُ وَرُسُلاً لَمْ نَقْصُصْهُمْ عَلَيْكَ**﴾ "اور دوسرے رسول بھی ہیں جن کا حال ہم اس سے پہلے آپ سے بیان کر چکے ہیں اور کچھ رسول ایسے بھی ہیں جن کا حال ہم نے آپ سے بیان نہیں کیا ہے"۔ (۱)

اس لئے ہم الگ الگ تفصیل کے ساتھ ان رسولوں پر ایمان رکھتے ہیں جن کی اللہ تعالیٰ نے تفصیل بیان کی ہے، اور اجمال کے ساتھ ان رسولوں پر ایمان رکھتے ہیں جن کا اللہ تعالیٰ نے اجمالاً ذکر کیا ہے۔

سوال ۹۳: قرآن میں کتنے رسولوں کا ذکر آیا ہے؟

جواب ۹۳: قرآن میں درج ذیل رسولوں اور نبیوں کا ذکر آیا ہے: "آدم، نوح، ادریس، صالح، ابراہیم، اسماعیل، اسحاق، یوسف، لوط، یونس، موسیٰ، ہارون، الیاس، زکریا، یحییٰ، الیسع، ذوالکفل، داؤد، سلیمان، ایوب، عیسیٰ اور محمد صلی اللہ علیہم اجمعین (۲) اور "اسباط" (۳) کا ذکر اجمالاً آیا ہے۔

سوال ۹۴: اُولوالعزم رسول کون کون ہیں؟

جواب ۹۴: اُولوالعزم رسول پانچ ہیں۔ قرآن میں دو جگہ اللہ تعالیٰ نے ان کا الگ الگ ذکر کیا ہے۔ پہلی جگہ سورہ احزاب کی اس آیت میں: ﴿**وَإِذْ أَخَذْنَا مِنَ النَّبِيِّينَ**

---

(۱) النساء: ۱۶۴ (۲) قرآن کریم میں کل پچیس انبیاء کا ذکر آیا ہے۔ ان میں سے تئیس کا ذکر اوپر کیا جا چکا ہے اور باقی دو ہود اور شعیب علیہما السلام ہیں۔ (۳) اسباط سے مراد حضرت اسحاق اور یعقوب علیہما السلام کی اولاد میں سے وہ ہیں جو منصب نبوت پر فائز کئے گئے۔

مِيثَاقَهُمْ وَمِنكَ وَمِن نُوحٍ وَإِبْرَاهِيمَ وَمُوسَى وَعِيسَى ابْنِ مَرْيَمَ﴾
"جب ہم نے نبیوں سے عہد و پیمان لیا، اور آپ سے بھی اور نوح، اور جس کی وصیت ہم نے ابراہیم، موسیٰ اور عیسیٰ بن مریم سے بھی". [1] دوسری جگہ سورہ شوریٰ کی اس آیت میں: ﴿شَرَعَ لَكُم مِّنَ الدِّينِ مَا وَصَّى بِهِ نُوحًا وَالَّذِي أَوْحَيْنَا إِلَيْكَ وَمَا وَصَّيْنَا بِهِ إِبْرَاهِيمَ وَمُوسَى وَعِيسَى أَنْ أَقِيمُوا الدِّينَ وَلَا تَتَفَرَّقُوا فِيهِ﴾ "(اللہ نے) تمہارے لئے وہی دین مقرر کیا جس کی وصیت نوح کو کی تھی، اور جس کو ہم نے آپ کے پاس وحی کے ذریعہ بھیجا ہے، ابراہیم، موسیٰ، اور عیسیٰ کو کی تھی، وہ یہ کہ اس دین کو قائم کرو اور اس میں تفرقہ بازی نہ کرو". [2]

سوال ۹۵: سب سے پہلے رسول کون ہیں؟

جواب ۹۵: اختلاف کے بعد سب سے پہلے رسول نوح علیہ السلام ہیں، جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: ﴿إِنَّا أَوْحَيْنَا إِلَيْكَ كَمَا أَوْحَيْنَا إِلَى نُوحٍ وَالنَّبِيِّينَ مِن بَعْدِهِ﴾ "ہم نے آپ کے پاس وحی بھیجی جیسا کہ نوح اور ان کے بعد کے نبیوں کے پاس وحی بھیجی تھی". [3] نیز فرمایا ہے: ﴿كَذَّبَتْ قَبْلَهُمْ قَوْمُ نُوحٍ وَالْأَحْزَابُ مِن بَعْدِهِمْ﴾ "ان سے پہلے قوم نوح نے رسولوں کو جھٹلایا تھا، اور ان کے بعد کی جماعتوں نے بھی". [4]

سوال ۹۶: دین میں اختلاف کب ہوا؟

جواب ۹۶: عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں: "نوح اور آدم علیہما السلام کے

(۱) الأحزاب: ۷ (۲) الشوریٰ: ۱۳ (۳) النساء: ۱۶۳ (۴) غافر: ۵

مابین دس صدیاں ہیں، وہ تمام لوگ دینِ حق پر قائم تھے، پھر اُن میں تفرقہ ہو گیا". [۱] ﴿فَبَعَثَ اللّٰهُ النَّبِيِّنَ مُبَشِّرِينَ وَمُنْذِرِينَ﴾ "تو اللہ تعالیٰ نے نبیوں کو مُبَشِّر و مُنْذِر بنا کر بھیجا". [۲]

سوال ۹۷: خاتم النبین کون ہیں.

جواب ۹۷: خاتم النبین محمد ﷺ ہیں.

سوال ۹۸: محمد ﷺ کے خاتم النبین ہونے کی کیا دلیل ہے؟

جواب ۹۸: دلیل اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: ﴿مَا كَانَ مُحَمَّدٌ أَبَا أَحَدٍ مِنْ رِجَالِكُمْ وَلَكِنْ رَسُولَ اللّٰهِ وَخَاتَمَ النَّبِيِّينَ﴾ "محمد تمہارے مردوں میں سے کسی کے باپ نہیں ہیں، ہاں! وہ اللہ کے رسول اور خاتم النبین ہیں". [۳] اور نبی کریم ﷺ نے فرمایا: (**إنه سيكون بعدی کذابون ثلاثون کلهم يدعِی أنه نبی و أنا خاتم النبين ولا نبی بعدی**) "عنقریب میرے بعد تیس (۳۰) جھوٹے نبی ہونگے ان میں سے ہر ایک یہ دعویٰ کرے گا کہ وہ نبی ہے، حالانکہ میں خاتم النبین ہوں، اور میرے بعد کوئی نبی نہیں". [۴] صحیح بخاری کی روایت میں نبی ﷺ نے علی رضی اللہ عنہ سے فرمایا: (**ألا ترضى أن تكون مني بمنزلة هارون من موسى إلا أنه لانبي بعدي**) "کیا تم اس بات سے خوش نہیں ہو کہ مجھ سے تمہارا درجہ وہی ہو جو ہارون کا موسیٰ سے تھا؟ فرق صرف یہ ہے کہ میرے

(۱) جامع البیان: ۲/۳۳۴، در منثور: ۱/۵۸۲.　(۲) البقرہ: ۲۱۳　(۳) الأحزاب: ۴۰

(۴) ترمذی: ۴/۴۹۸ کتاب الفتن، باب لا تقوم الساعۃ حتی یخرج کذابون: ۴/۴۹۹ رقم: ۲۲۱۹، امام ترمذی نے کہا ہے: یہ حدیث حسن صحیح ہے. أبو داود، کتاب الفتن، باب ذکر الفتن و دلائلها: ۴/۹۸ رقم: ۴۲۵۲، احمد: ۵/۲۷۸

بعد کوئی نبی نہیں". (۱) نیز نبی ﷺ نے دَجّال والی حدیث میں فرمایا: (**وأنا خاتم النبين لانبي بعدي**) "میں خاتم النبین ہوں، میرے بعد کوئی نبی نہیں". (۲)

سوال۹۹: دوسرے انبیاء کے مقابلہ میں ہمارے نبی ﷺ کی کیا خصوصیات ہیں؟

جواب۹۹: آپ ﷺ کی خصوصیات بہت ساری ہیں جس پر مستقل کتابیں لکھی گئی ہیں.

چند خصوصیتوں کاذکر کیا جاتا ہے:

(۱) آپ کا خاتم النبین ہونا جس کاذکر پہلے آچکا ہے.

(۲) آپ کا تمام اولادِ آدم کا سردار ہونا. مندرجہ ذیل آیت کی یہی تفسیر کی گئی ہے: ﴿**تِلْكَ الرُّسُلُ فَضَّلْنَا بَعْضَهُمْ عَلَى بَعْضٍ مِنْهُمْ مَنْ كَلَّمَ اللّٰهُ وَرَفَعَ بَعْضَهُمْ دَرَجَاتٍ**﴾ "ان رسولوں میں بعض کو بعض پر ہم نے فضیلت دی ہے، بعض سے اللہ نے کلام کیا ہے، اور بعض کا درجہ بلند کیا ہے". (۳)

نبی کریم ﷺ نے فرمایا: (**أناسيد ولد آدم ولا فخر**) "میں اولادِ آدم کا سردار ہوں، اور یہ کوئی فخر کی بات نہیں". (۴)

(۳) آپ جن وانس سب کے لئے مبعوث ہوئے تھے. جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ﴿**قُلْ يَاأَيُّهَا النَّاسُ إِنِّي رَسُولُ اللّٰهِ إِلَيْكُمْ جَمِيعًا**﴾ "آپ کہہ دیجئے! لوگو! میں تم سب کی طرف رسول بناکر بھیجا گیا ہوں". (۵)

---

(۱) بخاری، کتاب المغازی، باب غزوۃ تبوک: ۱۲۹/۵، مسلم، کتاب فضائل الصحابۃ، باب فضائل علی بن أبی طالب رضی اللہ عنہ: ۱۲۰/۷. (۲) ترمذی، کتاب الفتن، باب ماجاء فی خبر ابن صائد رقم: ۲۲۳۳، احمد: ۲۷۸/۵. امام ترمذی نے کہاہے: یہ حدیث حسن صحیح ہے. (۳) البقرہ: ۲۵۳ (۴) ترمذی، أبواب التفسیر، رقم: ۳۱۴۸، ابن ماجہ، باب الشفاعۃ، رقم: ۴۳۶۳، احمد: ۲/۳. امام ترمذی نے کہاہے: یہ حدیث صحیح ہے. (۵) الأعراف: ۱۵۸

نیز فرمایا:﴿وَمَا أَرْسَلْنَاكَ إِلاَّ مُبَشِّرًا وَنَذِيرًا (٥٦)﴾ ''ہم نے آپ کو تمام لوگوں کے لئے بشیر ونذیر بنا کر بھیجا ہے''۔ (۱) نبی کریم ﷺ نے فرمایا: (أُعطِيتُ خمسا لم يعطهن أحد قبلي:نُصِرت بالرعب مسيرة شهر وجُعِلَت لي الأرض مسجدا وطهورا ،فأيمارجل من أمتي أدركته الصلاة فليُصلِّ، وأحلت لي الغنائم ولم تحل لأحد قبلي، وأُعطِيتُ الشفاعة، و كان النبي يبعث إلى قومه خاصة و بُعِثتُ إلى الناس عامة) ''مجھے پانچ امور خاص طور سے دیئے گئے ہیں جو مجھ سے قبل کسی نبی کو نہیں دیئے گئے،ایک مہینہ کی مسافت تک رُعب سے میری مدد کی گئی، میرے لئے تمام زمین مسجد اور ذریعہ طہارت بنائی گئی،اس لئے میری امت کے جس آدمی کو جہاں نماز پالے وہ وہیں نماز ادا کر لے، غنیمت کا مال میرے لئے حلال کیا گیا، مجھ سے قبل کسی نبی کے لئے حلال نہیں کیا گیا تھا، مجھے شفاعت کبریٰ دی گئی، اور ہر نبی صرف اپنی قوم کے لئے مبعوث ہوتے تھے،اور مجھے تمام لوگوں کے لئے مبعوث کیا گیا ہے''۔ (۲) نیز نبی ﷺ نے فرمایا: (والذي نفسي بيده لا يسمع بي أحد من هذه الأُمة يهودي و لا نصراني ثم يموت ولا يؤمن بالذي أرسلت به إلا كان من أصحاب النار) ''اس ذات کی قسم جس کے قبضہ میں میری جان ہے،اس امت میں سے کوئی بھی شخص میرے بارے میں سنے خواہ وہ یہودی یا نصرانی ہی کیوں نہ ہو، پھر وہ مر جائے اور میری لائی ہوئی شریعت پر ایمان نہیں لائے تو وہ جہنمی ہے''۔ (۳) اس کے علاوہ اور

(۱)الفرقان:۵۶ (۲) بخاری، کتاب الصلاۃ، باب جُعِلت لی الأرض مسجدا وطهورا:۱/ ۱۱۳، مسلم، کتاب المساجد ومواضع الصلاۃ:۲/ ۶۳۔ (۳) مسلم، کتاب الایمان، باب وجوب الایمان برسالۃ نبینا محمد ﷺ الی جمیع الناس:۱/ ۹۳،احمد:۲/ ۳۰۷۔

دوسری بہت ساری خصوصیات ہیں جو اس موضوع پر لکھی گئی مستقل کتابوں میں آپ دیکھ سکتے ہیں.

سوال ١٠٠: انبیاء کرام کے معجزات کیا ہوتے ہیں؟

جواب ١٠٠: معجزہ ایسے خلاف عادت امور کو کہتے ہیں جن سے مقصود چیلنج ہو، اور کوئی شخص اِس چیلنج کو قبول نہ کر سکے. اور یہ معجزات یا تو حِسّی ہوتے ہیں کہ آنکھ سے دیکھے جائیں یا کان سے سنے جائیں، مثلاً چٹان سے اونٹنی کا نکلنا، عصا (لاٹھی) کا سانپ بن جانا، اور جمادات کا کلام کرنا وغیرہ. یا معنوی ہوتے ہیں کہ جن کا مشاہدہ عقل د بصیرت کرے جیسے معجزۂ قرآن. اور ہمارے نبی ﷺ کو دونوں قسم کے معجزات دیئے گئے، جو معجزہ بھی کسی دوسرے نبی کو دیا گیا اُس قسم کا اُس سے بڑا معجزہ نبی کریم ﷺ کو دیا گیا. حِسّی معجزات میں چاند کا ٹکڑے ہونا، کھجوڑ کے تنے کا رونا، آپ کی مبارک انگلیوں کے درمیان سے پانی کا چشمہ جاری ہونا، بازو کا کلام کرنا اور کھانے کا تسبیح پڑھنا وغیرہ، جو متواتر احادیث واخبار سے ثابت ہیں. لیکن دوسرے انبیاء کے معجزات کی طرح نبی کریم ﷺ کے بھی عام معجزات زمانہ کے ساتھ ساتھ ختم ہو گئے، اور ان کا صرف ذکر باقی رہا، اور جو دائمی اور قیامت تک باقی رہنے والا معجزہ ہے وہ ہے قرآن مجید، جس کے عجائب کبھی ختم نہیں ہو سکتے.

﴿لاَ يَأْتِيهِ الْبَاطِلُ مِنْ بَيْنِ يَدَيْهِ وَلاَ مِنْ خَلْفِهِ تَنْزِيلٌ مِنْ حَكِيمٍ حَمِيدٍ (٤٢)﴾ "باطل نہ اس کے آگے سے آسکتا ہے نہ اس کے پیچھے سے، یہ حکیم و حمید کا نازل کردہ ہے". (١)

(١) فصلت: ٤٢

سوال ۱۰۱: اعجاز قرآن کی کیا دلیل ہے؟

جواب ۱۰۱: اعجاز قرآن کی دلیل یہ ہے کہ قرآن بیس (۲۰) سال سے زائد عرصہ تک نازل ہوتا رہا اور ان لوگوں کو چیلنج کرتا رہا جو تاریخ انسانیت میں سب سے فصیح قادر الکلامی میں سب سے آگے، نطق و گویائی میں سب سے بلیغ اور بیان واظہار میں سب سے اعلیٰ تھے: ﴿فَلْيَأْتُوا بِحَدِيثٍ مِثْلِهِ إِنْ كَانُوا صَادِقِينَ (٣٤)﴾ ''اگر یہ سچے ہیں تو قرآن کی طرح ایک بات ہی بنا کر لے آئیں''. (۱) ﴿قُلْ فَأْتُوا بِعَشْرِ سُوَرٍ مِثْلِهِ مُفْتَرَيَاتٍ﴾ ''آپ چیلنج کر دیجئے کہ تم قرآن کی مثل گھڑ کر دس سورتیں لے آؤ''. (۲) ﴿قُلْ فَأْتُوا بِسُورَةٍ مِثْلِهِ﴾ ''آپ کہہ دیجئے! قرآن کے مثل ایک سورہ ہی لے آؤ''. (۳) اس کے باوجود نہیں لا سکے، اور نہ ہی لانے کا ارادہ کیا حالانکہ وہ قرآن کے رد کے لئے ہر ممکن حربہ استعمال کرتے تھے، جب کہ قرآن کے حروف و کلمات وہی تھے جن کے ذریعہ وہ آپس میں کلام کرتے تھے، اور آپس میں مقابلہ آرائی کرتے تھے، اور ایک دوسرے پر فخر کرتے تھے، یہی نہیں، بلکہ قرآن نے اپنے اعجاز اور ان کی عاجزی و درماندگی اور سارے جن و انس کی عاجزی کا ان الفاظ میں اعلان کر دیا: ﴿قُلْ لَئِنِ اجْتَمَعَتِ الإِنسُ وَالْجِنُّ عَلَى أَنْ يَأْتُوا بِمِثْلِ هَذَا الْقُرْءَانِ لاَ يَأْتُونَ بِمِثْلِهِ وَلَوْ كَانَ بَعْضُهُمْ لِبَعْضٍ ظَهِيرًا (٨٨)﴾ '' آپ اعلان کر دیجئے! اگر سارے انسان و جن اس بات پر متفق ہو جائیں کہ اس قرآن جیسا کلام لے آئیں گے، تو وہ نہیں لا سکتے، گرچہ وہ اس کام کے لئے ایک دوسرے کی مدد و نصرت کے ساتھ ساری کوشش صرف کر دیں''. (۴) نبی کریم ﷺ نے فرمایا: (ما من

(۱) طور: ۳۴ (۲) ہود: ۱۳ (۳) یونس: ۳۸ (۴) الإسراء: ۸۸

الأنبياء من نبي إلا وقد أعطىَ من الآيات مامثله آمن عليه البشر وإنماكان الذي أُوتيتُ وحيا أوحي الله إلي فأرجو أن أكون أكثرهم تابعا يوم القيامة) ''کوئی نبی نہیں گذرا مگر اسے معجزات میں سے اتنا دیا گیا جس پر انسان ایمان لا سکے، اور مجھے جو معجزہ دیا گیا وہ قرآن ہے جو اللہ تعالیٰ نے میرے پاس وحی کی ہے، اور مجھے امید ہے کہ میرے پیروکار قیامت کے دن سب سے زیادہ ہوں گے''.(۱)

علماء نے اعجاز قرآن کے اقسام پر الفاظ، معانی، اخبار ماضیہ اور آئندہ آنے والے غیب کی پیشین گوئی، غرض کہ ہر اعتبار سے کتابیں لکھی ہیں، تاہم اعجازِ قرآن کا وہ اتنا ہی حصہ بیان کر سکے جتنا کہ گوریا چونچ مار کر سمندر سے پانی اٹھاتی ہے.

سوال ۱۰۲: یوم آخرت پر ایمان کی کیا دلیل ہے؟

جواب ۱۰۲: چند دلائل درجہ ذیل ہیں: ارشاد ربانی ہے: ﴿إِنَّ الَّذِينَ لاَ يَرْجُونَ لِقَاءنَا وَرَضُوا بِالْحَيَاةِ الدُّنْيَا وَاطْمَأَنُّوا بِهَا وَالَّذِينَ هُمْ عَنْ ءَايَاتِنَا غَافِلُونَ(٧) أُولَئِكَ مَأْوَاهُمُ النَّارُ بِمَا كَانُوا يَكْسِبُونَ(٨)﴾ ''جو لوگ ہم سے ملنے کی امید نہیں رکھتے اور دنیوی زندگی پر خوش ہیں اور اس سے مطمئن ہیں، اور جو ہماری آیات سے غفلت میں ہیں یہی وہ لوگ ہیں جن کا ٹھکانہ ان کے کرتوت کے سبب جہنم ہے''.(۲) نیز ارشاد ربانی ہے: ﴿إِنَّمَا تُوعَدُونَ لَصَادِقٌ (٥) وَإِنَّ الدِّينَ لَوَاقِعٌ(٦)﴾ ''تم سے جس کا وعدہ کیا جاتا ہے وہ سچا ہے، اور یوم جزاء کو واقع ہونا ہے''.(۳) نیز ارشاد ہے: ﴿إِنَّ السَّاعَةَ لآتِيَةٌ لاَ رَيْبَ

(۱) بخاری، کتاب فضائل القرآن، باب کیف نزول الوحی: ۹۶/۶، مسلم، کتاب الایمان، باب وجوب الایمان برسالۃ نبینا محمد ﷺ إلی جمیع الناس: ۹۲/۱. (۲) یونس: ۷-۸ (۳) الذاریات: ۵-۶

فِیهَا﴾ "قیامت آنے والی ہے اس میں کوئی شک نہیں". (۱)

سوال ۱۰۳: یوم آخرت پر ایمان کا کیا مطلب ہے؟ اور اس پر ایمان لانے میں کیا کیا امور داخل ہیں؟

جواب ۱۰۳: یوم آخرت پر ایمان کا مطلب ہے کہ اس کے لا محالہ واقع ہونے پر پختہ یقین و تصدیق کرنا اور اس کے مقتضی پر عمل کرنا. اور اس پر ایمان لانے میں قیامت کی علامتوں اور نشانیوں پر ایمان بھی داخل ہے، جو ہر حال میں قیامت سے پہلے وقوع پذیر ہوں گے. نیز موت اور مرنے کے بعد فتنۂ قبر، اور قبر کا عذاب اور اس کی نعمت بھی اس میں شامل ہے. اور یہ امور بھی داخل ہیں کہ صور پھونکا جائے گا، تمام مخلوق قبروں سے اٹھے گی قیامت کا موقف بھیانک و خوفناک ہوگا، محشر اپنی تفصیلات کے ساتھ بپا ہوگا، سب کو نامۂ اعمال دیئے جائیں گے، میزان قائم ہوگا، پل صراط پر سے سب کو گذرنا ہوگا، اور رسول اللہ ﷺ کو شفاعت کبریٰ اور حوض کوثر دیا جائے گا. مؤمنین جنت کی نعمتوں سے نوازے جائیں گے، جن میں سب سے بڑی نعمت اللہ تعالیٰ کا دیدار ہوگا، کافروں کو جہنم میں سزا دی جائے گی، اور سب سے سخت سزا اللہ تعالیٰ کے دیدار سے ان کی محرومی ہوگی.

سوال ۱۰۴: قیامت کب آئے گی؟ کیا کسی کو اس کا علم ہے؟

جواب ۱۰۴: قیامت ان غیبی امور میں سے ایک ہے جن کا علم اللہ تعالیٰ نے اپنے ساتھ خاص کر دیا، اور اس کی خبر کسی کو بھی نہیں دی ہے. ارشاد ربانی ہے: ﴿إِنَّ اللَّهَ عِندَهُ عِلْمُ السَّاعَةِ وَيُنَزِّلُ الْغَيْثَ وَيَعْلَمُ مَا فِي الْأَرْحَامِ وَمَا تَدْرِي

(۱) غافر: ۵۹

نَفْسٌ مَاذَا تَكْسِبُ غَدًا وَمَا تَدْرِي نَفْسٌ بِأَيِّ أَرْضٍ تَمُوتُ﴾ "قیامت کا علم اللہ ہی کے پاس ہے، وہی بارش اُتارتا ہے، وہی جانتا ہے جو کچھ رحم میں ہے، اور کوئی شخص نہیں جانتا کہ وہ کل کیا کرے گا، اور کوئی یہ بھی نہیں کہہ سکتا کہ اس کی موت کہاں ہوگی". (۱) نیز ارشاد ہے: ﴿يَسْأَلُونَكَ عَنِ السَّاعَةِ أَيَّانَ مُرْسَاهَا قُلْ إِنَّمَا عِلْمُهَا عِنْدَ رَبِّي لاَ يُجَلِّيهَا لِوَقْتِهَا إِلاَّ هُوَ ثَقُلَتْ فِي السَّمَوَاتِ وَالأَرْضِ لاَ تَأْتِيكُمْ إِلاَّ بَغْتَةً﴾ "یہ لوگ آپ سے قیامت کے سلسلہ میں دریافت کرتے ہیں کہ وہ کب واقع ہوگی؟ آپ کہہ دیجئے اس کا علم تو میرے رب کے پاس ہے، اس کو اس کے وقت پر وہی ظاہر کریگا، یہ آسمانوں اور زمین میں بڑا بھاری حادثہ ہوگا، یہ تمہارے سامنے اچانک آجائے گی". (۲)

نیز ارشاد ہے: ﴿يَسْأَلُونَكَ عَنِ السَّاعَةِ أَيَّانَ مُرْسَاهَا (٤٢) فِيمَ أَنْتَ مِنْ ذِكْرَاهَا (٤٣) إِلَى رَبِّكَ مُنْتَهَاهَا (٤٤)﴾ "یہ آپ سے قیامت کے بارے میں سوال کرتے ہیں کہ اس کا وقوع کب ہوگا، اس کے بیان کرنے سے آپ کا کیا تعلق؟ اس کے علم کی انتہا صرف آپ کے رب کی طرف ہے". (۳)

اور جب نبی کریم ﷺ سے جبرئیل علیہ السلام نے کہا کہ آپ مجھے قیامت کے بارے میں بتائیے، تو آپ نے فرمایا: (**ما المسئول عنها بأعلم من السائل**) "مسئول (جس سے دریافت کیا گیا)، سائل (دریافت کرنے والے) سے زیادہ نہیں جانتا". (۴) اور آپ نے اس کی نشانیاں بتائیں. ایک روایت میں اتنا اضافہ ہے "یہ اُن پانچ امور میں سے ہے جنہیں صرف اللہ تعالیٰ جانتا ہے". پھر آپ نے سورۂ لقمان کی مذکور بالا آیت کی تلاوت فرمائی.

(۱) لقمان: ۳۴ (۲) الأعراف: ۱۸۷ (۳) النازعات: ۴۲-۴۴ (۴) تخریج گذر چکی ہے.

سوال۱۰۵: کتاب اللہ سے قیامت کی چند نشانیوں کا ذکر کیجئے.

جواب ۱۰۵: چند نشانیاں درج ذیل ہیں: ارشاد ربانی ہے: ﴿هَلْ يَنظُرُونَ إِلاَّ أَنْ تَأْتِيَهُمُ الْمَلاَئِكَةُ أَوْ يَأْتِيَ رَبُّكَ أَوْ يَأْتِيَ بَعْضُ ءَايَاتِ رَبِّكَ يَوْمَ يَأْتِي بَعْضُ ءَايَاتِ رَبِّكَ لاَ يَنفَعُ نَفْسًا إِيمَانُهَا لَمْ تَكُنْ ءَامَنَتْ مِنْ قَبْلُ أَوْ كَسَبَتْ فِي إِيمَانِهَا خَيْرًا﴾ "یہ لوگ صرف اس امر کے منتظر ہیں کہ ان کے پاس ملائکہ آئیں، یا آپ کا رب آئے، یا آپ کے رب کی بعض نشانی آئے، جب آپ کے رب کی بعض نشانیاں آجائیں گی تو کسی کو اس وقت ایمان لانا فائدہ نہیں دے گا، اگر اس سے قبل وہ ایمان نہیں لاچکا ہوگا، یا ایمان لاکر خیر نہیں کما چکا ہوگا". [1] نیز ارشاد ہے: ﴿وَإِذَا وَقَعَ الْقَوْلُ عَلَيْهِمْ أَخْرَجْنَا لَهُمْ دَابَّةً مِنَ الأَرْضِ تُكَلِّمُهُمْ أَنَّ النَّاسَ كَانُوا بِآيَاتِنَا لاَ يُوقِنُونَ﴾ "جب وعدہ قیامت کا ان پر پورا ہونے کو ہوگا تو ہم ان کے لئے زمین سے ایک جانور نکالیں گے جو اُن سے یہ بولے گا کہ کافر لوگ ہماری نشانیوں پر یقین نہیں رکھتے تھے". [2] نیز ارشاد ہے: ﴿حَتَّى إِذَا فُتِحَتْ يَأْجُوجُ وَمَأْجُوجُ وَهُمْ مِنْ كُلِّ حَدَبٍ يَنسِلُونَ(٩٦) وَاقْتَرَبَ الْوَعْدُ﴾ "یہاں تک کہ جب قوم یاجوج و ماجوج کو کھول دیا جائے گا، اور وہ ہر بلند ٹیلہ سے لپک رہے ہوں گے، اس وقت سچا وعدہ قریب آچکا ہوگا". [3] نیز فرمان باری ہے: ﴿فَارْتَقِبْ يَوْمَ تَأْتِي السَّمَاءُ بِدُخَانٍ مُبِينٍ﴾ "اس دن کا انتظار کرو جب آسمان سے نمایاں دُھواں ظاہر ہوگا". [4] نیز ارشاد ہے: ﴿يَا أَيُّهَا النَّاسُ اتَّقُوا رَبَّكُمْ إِنَّ زَلْزَلَةَ السَّاعَةِ

---

(۱) الأنعام: ۱۵۸ (۲) النمل: ۸۲ (۳) الأنبياء: ۹۶-۹۷ (۴) الدخان: ۱۰

شَيۡءٌ عَظِيمٌ(١) ﴾ ''لوگو! تم اپنے رب سے ڈرو، قیامت کا زلزلہ بڑی بھاری چیز ہوگی''. (١)اس کے علاوہ اور بہت ساری آیات ہیں.

سوال١٠٦: سنت رسول سے علاماتِ قیامت کی چند مثالیں بیان کیجئے.

جواب١٠٦: حدیثوں میں قیامت کی بہت ساری علامتیں بیان کی گئی ہیں، چند حدیثوں کا تذکرہ ذیل میں کیا جاتا ہے: مثلاً مغرب سے سورج کے طلوع ہونے کی حدیثیں (٢)،ایک جانور نکلے گا اس کی حدیثیں (٣)، فتن کی حدیثیں جیسے دجال (٤)،اور لڑائیاں، عیسیٰ علیہ السلام کے نزول کی حدیثیں (٥)،یاجوج ماجوج کے نکلنے کی حدیثیں (٦)، نیز دھواں نکلے گا،اس کی حدیثیں (٧)،اور ہوا چلے گی جو ہر مؤمن کی روح قبض کرلے گی،اس کی حدیثیں (٨)،اور آگ نکلے گی،اس کی حدیثیں (٩)اور زمین دھنسنے کی حدیثیں (١٠)

---

(١)الحج: ١ (٢) بخاری کتاب الرقاق، باب بعثت أنا والساعة کهاتین: ١٩٠/٧، مسلم کتاب الایمان، باب بیان الزمن الذی لایقبل فیہ الایمان رقم: ١٥٧. (٣)مسلم کتاب الفتن، باب الآیات التی تکون قبل الساعة، احمد: ٦/٤ (٤) مسلم کتاب الفتن، باب ذکر الدجال وصفتہ ومامعہ: ١٩٤/٨ (٥)بخاری کتاب الأنبیاء: ١٤٣/٤، مسلم کتاب الایمان: ٩٣/١ (٦) بخاری کتاب الفتن، باب یأجوج ومأجوج: ١٠٤/٨، مسلم کتاب الفتن وأشراط الساعة، باب اقتراب الفتن وفتح ردم یأجوج ومأجوج: ١٦٥/٨. (٧) مسلم کتاب الفتن، باب الآیات التی تکون قبل الساعة: ١٧٨/٨، احمد: ٦/٤، ابوداؤد رقم: ٤٣١١. (٨) مسلم کتاب الایمان، باب فی الریح التی تکون قرب القیامة: ٧٦/١. (٩)بخاری کتاب الفتن، باب خروج النار: ١٠٠/٨، مسلم کتاب الفتن وأشراط الساعة، باب لاتقوم الساعة حتی تخرج نار من أرض الحجاز: ١٨٠/٨ (١٠) مسلم کتاب الفتن، باب الخسف بالجیش الذی یؤم البیت: ١٦٧/٨.

سوال ١٠٧: موت پر ایمان لانے کی کیا دلیل ہے؟

جواب ١٠٧: موت پر ایمان لانے کی دلیل مندرجہ ذیل، ارشاد ربانی ہے: ﴿قُلْ يَتَوَفَّاكُمْ مَلَكُ الْمَوْتِ الَّذِي وُكِّلَ بِكُمْ ثُمَّ إِلَى رَبِّكُمْ تُرْجَعُونَ(١١)﴾ ''آپ کہہ دیجئے! ملک الموت تمہاری جانیں قبض کرتا ہے جو تم پر مقرر کیا گیا ہے، پھر تم اپنے رب کے پاس واپس لوٹائے جاؤ گے''. (١)

نیز ارشاد ربانی ہے: ﴿كُلُّ نَفْسٍ ذَائِقَةُ الْمَوْتِ وَإِنَّمَا تُوَفَّوْنَ أُجُورَكُمْ يَوْمَ الْقِيَامَةِ﴾ ''ہر نفس کو موت کا مزہ چکھنا ہے اور قیامت کے دن تمہیں پورا پورا اجر دیا جائے گا''. (٢) اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی ﷺ سے فرمایا: ﴿إِنَّكَ مَيِّتٌ وَإِنَّهُمْ مَيِّتُونَ(٣٠)﴾ ''آپ مرنے والے ہیں اور یہ لوگ بھی مریں گے''. (٣) نیز ارشاد ہے: ﴿وَمَا جَعَلْنَا لِبَشَرٍ مِنْ قَبْلِكَ الْخُلْدَ أَفَإِنْ مِتَّ فَهُمُ الْخَالِدُونَ(٣٤)﴾ ''ہم نے آپ سے پہلے کسی انسان کو دوام نہیں دیا، اگر آپ مر جائیں گے تو کیا یہ لوگ ہمیشہ رہیں گے''. (٤) نیز ارشاد ہے: ﴿كُلُّ مَنْ عَلَيْهَا فَانٍ(٢٦) وَيَبْقَى وَجْهُ رَبِّكَ ذُو الْجَلَالِ وَالْإِكْرَامِ(٢٧)﴾ ''جو بھی زمین پر ہے، فنا ہونے والا ہے، اور آپ کے رب کی ذات باقی رہے گی جو جلال واکرام والا ہے''. (٥) نیز اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ﴿كُلُّ شَيْءٍ هَالِكٌ إِلَّا وَجْهَهُ﴾ ''ہر چیز فنا ہونے والی ہے مگر اللہ کی ذات باقی رہے گی''. (٦) نیز فرمایا: ﴿وَتَوَكَّلْ عَلَى الْحَيِّ الَّذِي لَا يَمُوتُ﴾ ''اس اللہ پر بھروسہ کرو جو ''حی'' ہے جو کبھی نہیں مرے گا''. (٧)

---

(١) السجدہ: ١١ (٢) آل عمران: ١٨٥ (٣) الزمر: ٣٠ (٤) الأنبیاء: ٣٤
(٥) الرحمٰن: ٢٦-٢٧ (٦) القصص: ٨٨ (٧) الفرقان: ٥٨

موت پر ایمان لانے کے بارے میں احادیث بے شمار آئی ہیں. اور موت تو روز مرہ کا مشاہدہ ہے جس کا کوئی انکار نہیں کر سکتا اور نہ اس میں کوئی شک ہے نہ شبہ. اس حقیقت سے آنکھیں بند کر لینا سوائے عناد اور استکبار کے اور کیا ہو سکتا ہے.

موت کی حقیقت اور اس کے بعد واقع ہونے والے امور پر، اللہ کے نیک اور مخلص بندے ایمان رکھتے ہیں، اور اس کے مطابق زندگی میں عمل کرتے ہیں. ہم تو اس بات پر بھی ایمان رکھتے ہیں کہ جو بھی مرتا ہے خواہ قتل ہو کر مرے یا بیماری سے مرے یا جس سبب سے بھی مرے وہی اس کی موت کا مقررہ وقت تھا، اس سے کچھ نہ آگے موت آسکتی تھی نہ بعد میں. ارشاد باری ہے: ﴿كُلٌّ يَجْرِي لأَجَلٍ مُسَمًّى﴾ "سب اپنے مقررہ وقت تک کے لئے چل رہا ہے". (۱)

نیز فرمایا: ﴿فَإِذَا جَاءَ أَجَلُهُمْ لاَ يَسْتَأْخِرُونَ سَاعَةً وَلاَ يَسْتَقْدِمُونَ (٣٤)﴾ "جب ان کی موت کا مقرر وقت آجائے گا تو وہ ایک ساعت نہ پیچھے ہٹ سکیں گے اور نہ آگے بڑھ سکیں گے". (۲)

سوال ۱۰۸: فتنہ قبر یا عذاب و نعمتِ قبر کی کتابُ اللہ سے کیا دلیل ہے؟

جواب ۱۰۸: دلیل مندرجہ ذیل آیت ہے: ﴿كَلاَّ إِنَّهَا كَلِمَةٌ هُوَ قَائِلُهَا وَمِنْ وَرَائِهِمْ بَرْزَخٌ إِلَى يَوْمِ يُبْعَثُونَ(١٠٠)﴾ "ہرگز نہیں! یہ ایک کلمہ ہے جو بدحواسی میں کہیں گے، اور ان کے پیچھے برزخ ہے یوم بعث تک". (۳) نیز ارشاد ہے: ﴿وَحَاقَ بِآلِ فِرْعَوْنَ سُوءُ الْعَذَابِ(٤٥) النَّارُ يُعْرَضُونَ عَلَيْهَا غُدُوًّا وَعَشِيًّا وَيَوْمَ تَقُومُ السَّاعَةُ أَدْخِلُوا ءَالَ فِرْعَوْنَ أَشَدَّ الْعَذَابِ(٤٦)﴾ "آل فرعون کو بدترین عذاب نے گھیر لیا، وہ برزخ میں آگ پر

(۱) الرعد: ۲ (۲) الأعراف: ۳۴ (۳) المؤمنون: ۱۰۰

صبح و شام پیش کئے جاتے ہیں، اور جس دن قیامت قائم ہوگی حکم ہوگا کہ آل فرعون کو سخت ترین عذاب میں داخل کر دو". [۱] نیز فرمایا:﴿يُثَبِّتُ اللَّهُ الَّذِينَ ءَامَنُوا بِالْقَوْلِ الثَّابِتِ فِي الْحَيَاةِ الدُّنْيَا وَفِي الْآخِرَةِ﴾ "اللہ تعالیٰ ایمان والوں کو "قول ثابت" پر ثابت قدم رکھے گا، دنیوی زندگی میں، اور آخرت میں بھی". [۲] نیز فرمایا:﴿وَلَوْ تَرَى إِذِ الظَّالِمُونَ فِي غَمَرَاتِ الْمَوْتِ وَالْمَلَائِكَةُ بَاسِطُو أَيْدِيهِمْ أَخْرِجُوا أَنفُسَكُمُ الْيَوْمَ تُجْزَوْنَ﴾ "اگر آپ دیکھیں جب کہ ظالمین موت کی سختیوں میں ہوں گے، اور ملائکہ اپنے ہاتھ بڑھائے ہوئے ہوں گے، تم اپنی جانوں کو نکالو، آج تمہیں ذلت کا عذاب دیا جائے گا". [۳] نیز ارشاد ہے:﴿سَنُعَذِّبُهُم مَّرَّتَيْنِ ثُمَّ يُرَدُّونَ إِلَى عَذَابٍ عَظِيمٍ(۱۰۱)﴾ "عنقریب منافقین کو ہم دو مرتبہ عذاب میں ڈالیں گے، پھر وہ عذابِ عظیم کے لئے واپس لوٹائے جائیں گے". [۴]

سوال ۱۰۹: قبر کے عذاب اور اس کی نعمت کی سنت سے کیا دلیل ہے؟

جواب ۱۰۹: اس بارے میں صحیح حدیثیں تو تواتر کی حد کو پہنچ چکی ہیں. چند حدیثیں ذیل میں ذکر کی جاتی ہیں: انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے نبی ﷺ نے فرمایا: "بندہ کو جب قبر میں رکھ کر اس کے اقرباء واپس آنے لگتے ہیں تو وہ ان کے جوتوں کی آواز سنتا ہے، اس کے پاس دو ملائکہ آتے ہیں، اسے بٹھا کر پوچھتے ہیں" تم اُس نبی محمد ﷺ کے بارے میں کیا کہتے تھے؟" بندہ اگر مؤمن ہوگا تو کہے گا: "میں اس بات کی گواہی دیتا تھا اور دیتا ہوں کہ وہ اللہ کے بندے اور رسول ہیں". ملائکہ اس سے کہیں گے "ذرا تم جہنم میں اپنا ٹھکانہ دیکھو، اللہ تعالیٰ نے اس کے بدلے جنت

(۱) غافر: ۴۵-۴۶ (۲) ابراہیم: ۲۷ (۳) الأنعام: ۹۳ (۴) التوبہ: ۱۰۱

میں تمہارا ٹھکانا بنایا ہے"۔ وہ اپنے دونوں ٹھکانوں کو دیکھے گا۔ اور بندہ اگر منافق وکافر ہوگا تو جب اس سے پوچھا جائے گا: "تم اس شخص کے بارے میں کیا کہتے تھے" تو وہ کہے گا، مجھے پتہ نہیں، میں تو وہی کہتا تھا جو لوگ کہا کرتے تھے۔ پھر اس سے کہا جائے گا: "نہ تو نے معلوم کرنے کی کوشش کی ہے نہ تو نے پیروی کی ہے"۔ پھر فرشتے اس کو لوہے کے ہتھوڑے سے ماریں گے جس کی وجہ سے وہ ایسی چیخ مارے گا جسے جن وانسان کے علاوہ آس پاس کے تمام جاندار سنیں گے"۔ (۱)

عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کی حدیث میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: "جب تم میں سے کوئی مرجاتا ہے تو اس پر صبح وشام اس کا ٹھکانا پیش کیا جاتا ہے، اگر وہ جنتی ہے تو جنت کا ٹھکانا اور اگر جہنمی ہے تو جہنم کا ٹھکانا، اس سے کہا جاتا ہے: یہی تمہارا ٹھکانا ہے، تا آنکہ تمہیں قیامت کے دن اللہ تعالیٰ اٹھائے"۔ (۲)

اور دو قبر والی حدیث میں آیا ہے: (**إنهما ليُعذبان**) "ان دونوں کو عذاب دیا جارہا ہے"۔ (۳) اور ابوایوب انصاری رضی اللہ عنہ کی حدیث میں ہے، انہوں نے کہا کہ نبی کریم ﷺ گھر سے باہر نکلے، سورج ڈوب چکا تھا، آپ نے آواز سنی، آپ نے فرمایا: "(**يهود تعذب في قبورها**) "یہودیوں کو قبر میں عذاب دیا جارہا ہے"۔ (۴) اور اسماء رضی اللہ عنہا کی حدیث میں ہے کہ نبی کریم ﷺ

(۱) بخاری، کتاب الجنائز، باب ما جاء في عذاب القبر: ۲/۱۰۲، مسلم، کتاب الجنة وصفة نعيمها: ۸/۱۶۱
(۲) بخاری، کتاب الجنائز، باب الميت يعرض عليه مقعده بالغداة والعشي: ۲/۱۰۳، مسلم، کتاب الجنة وصفة نعيمها، باب عرض مقعد الميت من الجنة والنار عليه وإثبات عذاب القبر: ۸/۱۶۰۔ (۳) بخاری، کتاب الجنائز، باب عذاب القبر من الغيبة والنميمة: ۲/۱۰۳، مسلم، کتاب، الطهارة، باب الدليل على نجاسة البول ووجوب الاستبراء منه: ۱/۱۶۶ (۴) بخاری، کتاب الجنائز، باب التعوذ من عذاب القبر: ۲/۱۰۲، مسلم، کتاب صفة الجنة والنار، باب عرض مقعده من الجنة أو النار عليه رقم: ۲۹۶۹

خطبہ کے لئے کھڑے ہوئے، آپ نے فتنۂ قبر کا ذکر کیا جس میں آدمی کو مبتلا کیا جاتا ہے، آپ کی باتیں سن کر (ضج المسلمون ضجة) "مسلمان دھاڑیں مار مار کر رونے لگے"۔ [۱] اُمّ المؤمنین عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں: (ما رأيت رسول الله صلي الله عليه وسلم، صلي صلاة إلا تعوذمن عذاب القبر) "میں نے نبی کریم ﷺ کو ہر نماز کے بعد عذاب قبر سے پناہ مانگتے دیکھا"۔ [۲] اور سورج گرہن کے واقعہ میں ہے: (وأمرهم أن يتعوذوا من عذاب القبر) "نبی ﷺ نے مسلمانوں کو عذابِ قبر سے پناہ مانگنے کا حکم فرمایا"۔ [۳] یہ ساری حدیثیں صحیح بخاری و مسلم کی ہیں۔

سوال ۱۱۰: قبر سے اٹھائے جانے کی کیا دلیل ہے؟

جواب ۱۱۰: دلیل مندرجہ ذیل آیت ہے: ﴿يَا أَيُّهَا النَّاسُ إِنْ كُنْتُمْ فِي رَيْبٍ مِنَ الْبَعْثِ فَإِنَّا خَلَقْنَاكُمْ مِنْ تُرَابٍ ثُمَّ مِنْ نُطْفَةٍ ثُمَّ مِنْ عَلَقَةٍ ثُمَّ مِنْ مُضْغَةٍ مُخَلَّقَةٍ وَغَيْرِ مُخَلَّقَةٍ لِنُبَيِّنَ لَكُمْ وَنُقِرُّ فِي الْأَرْحَامِ مَا نَشَاءُ إِلَى أَجَلٍ مُسَمًّى﴾ "اے لوگو! اگر تم دوبارہ زندہ ہونے سے شک میں ہو تو سنو، ہم نے تم کو مٹی سے پیدا کیا، پھر خون کے لوتھڑے سے، پھر بوٹی سے جو بعض پوری آتی ہے اور بعض ادھوری ہوتی ہے، تاکہ ہم تمہارے سامنے اپنی قدرت ظاہر کر دیں اور ہم ماں کے رحم میں جس نطفہ کو چاہتے ہیں ایک متعین مدت تک ٹھہرائے رکھتے ہیں"۔ [۴] اللہ تعالیٰ نے آگے فرمایا: ﴿ذَلِكَ بِأَنَّ اللَّهَ هُوَ الْحَقُّ وَأَنَّهُ يُحْيِي الْمَوْتَى وَأَنَّهُ عَلَى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ (٦) وَأَنَّ

(۱) بخاری، کتاب الجنائز، باب ماجاء فی عذاب القبر: ۱۰۲/۲ (۲) أیضا، مسلم کتاب المساجد، باب استحباب التعوذ من عذاب القبر: ۹۲/۲ (۳) بخاری باب الکسوف فی المسجد: ۲۹/۲ (۴) الحج: ۵

السَّاعَةَ ءَاتِيَةٌ لاَ رَيْبَ فِيهَا وَأَنَّ اللّهَ يَبْعَثُ مَنْ فِي الْقُبُورِ(٧)﴾ ''یہ اس سبب سے کہ اللہ تعالیٰ ہی حق ہے وہی مردوں کو زندہ کرتا ہے اور وہی ہر چیز پر قادر ہے، اور قیامت کی گھڑی ضرور آئے گی اس میں کوئی شک نہیں، اور اللہ تعالیٰ قبروں سے لوگوں کو اٹھائے گا''. (١) نیز فرمایا: ﴿وَهُوَ الَّذِي يَبْدَأُ الْخَلْقَ ثُمَّ يُعِيدُهُ وَهُوَ أَهْوَنُ عَلَيْهِ﴾ ''وہی اللہ ہے جو اول بار پیدا کرتا ہے، پھر وہی دوبارہ پیدا کرے گا اور یہ زیادہ آسان ہے''. (٢) نیز فرمایا: ﴿كَمَا بَدَأْنَا أَوَّلَ خَلْقٍ نُعِيدُهُ﴾ ''جس طرح ہم نے پہلی تخلیق کی ہے اسی طرح ہم اسے واپس لوٹا دیں گے''. (٣) نیز فرمایا: ﴿وَيَقُولُ الإِنسَانُ أَئِذَا مَا مِتُّ لَسَوْفَ أُخْرَجُ حَيًّا(٦٦) أَوَلاَ يَذْكُرُ الإِنسَانُ أَنَّا خَلَقْنَاهُ مِنْ قَبْلُ وَلَمْ يَكُ شَيْئًا (٦٧)﴾ ''انسان یہ کہتا ہے کہ جب میں مر جاؤں گا تو کیا پھر دوبارہ زندہ اٹھایا جاؤں گا، کیا وہ یہ بھول گیا کہ اس سے پہلے ہم نے ہی اسے پیدا کیا تھا اور وہ کچھ بھی نہیں تھا''. (٤) نیز فرمایا: ﴿أَوَلَمْ يَرَ الإِنسَانُ أَنَّا خَلَقْنَاهُ مِنْ نُطْفَةٍ فَإِذَا هُوَ خَصِيمٌ مُبِينٌ(٧٧) وَضَرَبَ لَنَا مَثَلاً وَنَسِيَ خَلْقَهُ قَالَ مَنْ يُحْيِي الْعِظَامَ وَهِيَ رَمِيمٌ(٧٨) قُلْ يُحْيِيهَا الَّذِي أَنْشَأَهَا أَوَّلَ مَرَّةٍ﴾ ''کیا انسان نے یہ نہ دیکھا کہ ہم نے اس کی تخلیق نطفہ سے کی ہے، اور اب وہ کھلم کھلا لڑ رہا ہے، ہمارے لئے تو مثال بیان کرتا ہے اور اپنی تخلیق کو بھولا ہوا ہے، یہ کہتا ہے کہ ان بوسیدہ ہڈیوں کو کون زندہ کرے گا، آپ کہہ دیجئے! انہیں وہ زندہ کرے گا جو انہیں پہلی بار وجود میں لایا ہے''. (٥) نیز فرمایا: ﴿أَوَلَمْ يَرَوْا أَنَّ اللّهَ الَّذِي خَلَقَ السَّمَوَاتِ وَالأَرْضَ وَلَمْ يَعْيَ بِخَلْقِهِنَّ بِقَادِرٍ عَلَى أَنْ يُحْيِيَ

---

(١) الحج: ٦ - ٧ (٢) الروم: ٢٧ (٣) الأنبياء: ١٠٤ (٤) مریم: ٦٦-٦٧ (٥) یس: ٧٧-٧٩

الْمَوْتَى بَلَى إِنَّهُ عَلَى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ (٣٣) ﴾ "کیا انہوں نے دیکھا نہیں کہ اللہ نے آسمانوں اور زمین کی تخلیق کی ہے، اور ان کی تخلیق سے تھکا نہیں ہے، وہ اس بات پر قادر ہے کہ مردوں کو زندہ کر دے، بلکہ وہ تو ہر چیز پر قادر ہے"۔ (۱) نیز فرمایا: ﴿وَمِنْ ءَايَاتِهِ أَنَّكَ تَرَى الْأَرْضَ خَاشِعَةً فَإِذَا أَنْزَلْنَا عَلَيْهَا الْمَاءَ اهْتَزَّتْ وَرَبَتْ إِنَّ الَّذِي أَحْيَاهَا لَمُحْيِي الْمَوْتَى إِنَّهُ عَلَى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ (٣٩) ﴾ "اللہ کی ایک نشانی یہ ہے کہ تم زمین کو دبی دبائی پڑی دیکھتے ہو، جب ہم اس پر پانی برساتے ہیں تو وہ اُبھر آتی ہے اور پھول جاتی ہے۔ جس ذات نے زمین کو زندہ کیا وہی مردوں کو زندہ کرے گا، وہ ہر چیز پر قادر ہے"۔ (۲)

اس کے علاوہ اللہ تعالیٰ نے بہت ساری مثالیں بیان کی ہیں کہ وہ پانی سے زمین کو زندہ کر دیتا ہے اور زمین ہریالیوں سے بھر جاتی ہے جب کہ وہ خشک سالی سے مر چکی تھی اور بے جان ہو چکی تھی۔

اور بعث بعد الموت کو نبی ﷺ نے عقیلی کی لمبی حدیث میں مثال سے یوں بیان کیا ہے: "تیرے معبود کی حیات کی قسم! روئے زمین پر کسی مقتول کا مقتل یا کسی مردہ کا مدفن نہیں چھوڑے گا مگر اس کی قبر شق ہوگی، اور سر کی طرف سے وہ دوبارہ زندہ ہو کر اٹھ بیٹھے گا، تیرا رب اس سے پوچھے گا "تمہارا کیا حال ہے؟ وہ کہے گا، میرے رب کل ہی کی بات ہے کہ میں اپنے بچوں کے ساتھ تھا۔ میں نے کہا: اے اللہ کے رسول! اللہ کیسے ہمیں اکٹھا کرے گا جب کہ ہم سڑ گل کر بوسیدہ ہو جائیں گے، اور چرند و پرند ہمیں کھا چکے ہوں گے، اور ہماری راکھ

(۱) الأحقاف: ۳۳ (۲) فصلت: ۳۹

ہوا میں اڑ چکی ہوگی؟ آپ نے فرمایا: میں تمہیں اسی جیسی اللہ کی نشانی بتاتا ہوں،ایک زمین کو میں نے دیکھا، ٹھیکری کی طرح سخت ہو چکی تھی،میں نے کہا: وہ کبھی دوبارہ زندہ نہیں ہوسکتی،اللہ تعالیٰ نے پانی برسایا،چند دن نہیں گذرے تھے، میرا وہاں سے گذر ہوا، میں نے دیکھا کہ وہ تالاب نما کھیت بن چکا ہے. تیرے معبود کی حیات کی قسم!زمین کو پانی کے ذریعہ شاداب کرنے سے زیادہ اس بات پر قادر ہے کہ تمہیں تمہاری قبروں سے زندہ کر کے دوبارہ محشر میں اکٹھا کر دے". (۱)

سوال ۱۱۱: جو بعث بعد الموت اور دوبارہ زندہ کئے جانے کا انکار کرے اس کا کیا حکم ہے؟

جواب ۱۱۱: ایسا آدمی اللہ تعالیٰ، آسمانی کتابوں،اور اس کے رسولوں کا منکر و کافر ہے،اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: ﴿**وَقَالَ الَّذِينَ كَفَرُوا أَئِذَا كُنَّا تُرَابًا وَءَابَاؤُنَا أَئِنَّا لَمُخْرَجُونَ(٦٧)**﴾ "کافروں نے کہا: جب ہم اور ہمارے آباء واجداد مٹی میں مل جائیں گے تو کیا ہم دوبارہ قبروں سے نکالے جائیں گے؟". (۲) نیز فرمایا: ﴿**وَإِنْ تَعْجَبْ فَعَجَبٌ قَوْلُهُمْ أَئِذَا كُنَّا تُرَابًا أَئِنَّا لَفِي خَلْقٍ جَدِيدٍ أُولَئِكَ الَّذِينَ كَفَرُوا بِرَبِّهِمْ وَأُولَئِكَ الأَغْلَالُ فِي أَعْنَاقِهِمْ وَأُولَئِكَ أَصْحَابُ النَّارِ هُمْ فِيهَا خَالِدُونَ(٥)**﴾ "اگر آپ تعجب کرتے ہیں تو اس سے تعجب خیز بات ان کا یہ قول ہے کہ جب ہم اور ہمارے آباء واجداد مٹی بن جائیں گے تو کیا ہماری دوسری نئی تخلیق ہوگی؟انہوں نے اپنے رب کا کفر کیا اور انہی لوگوں کی گردنوں میں طوق ڈالے جائیں گے، یہ لوگ جہنمی ہیں اُس میں وہ

(۱) مسند احمد: ۴/ ۱۳-۱۴، مجمع الزوائد: ۱۰/ ۱۴۱-۱۴۳ (۲) النمل: ۶۷

ہمیشہ رہیں گے"۔ (۱) نیز فرمایا: ﴿زَعَمَ الَّذِينَ كَفَرُوا أَنْ لَنْ يُبْعَثُوا قُلْ بَلَى وَرَبِّي لَتُبْعَثُنَّ ثُمَّ لَتُنَبَّؤُنَّ بِمَا عَمِلْتُمْ وَذَلِكَ عَلَى اللَّهِ يَسِيرٌ(۷)﴾ "کافروں کا عقیدہ ہے کہ انہیں دوبارہ نہیں اٹھایا جائے گا، آپ فرمادیجئے، میرے رب کی قسم! ضرور تم اٹھائے جاؤ گے، پھر تمہیں تمہارے اعمال بتادیئے جائیں گے اور یہ اللہ کے لئے بڑا آسان ہے"۔ (۲)

صحیح بخاری میں ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ نے کہا: (كذبني ابن آدم ولم يكن له ذلك و شتمني ولم يكن له ذلك،فأما تكذيبه إياى فقوله اتخذ الله ولدا،وأنا الأحد الصمد لم ألد ولم أُولد ولم يكن لي كفوا أحد) "آدم کے بیٹے نے مجھ کو جھٹلایا، حالانکہ اسے ایسا کرنے کا حق نہیں، اس نے مجھ کو گالی دی، حالانکہ اس کا بھی اسے حق نہیں۔ اس کا جھٹلانا اس کا یہ کہنا ہے کہ: "اللہ تعالیٰ مجھے دوبارہ زندہ نہیں کرسکتا جیسا کہ پہلی بار پیدا کیا ہے" حالانکہ دوبارہ پیدا کرنا پہلی تخلیق کے مقابلہ میں بہت آسان ہے۔ ابن آدم کا مجھ کو گالی دینا اس کا یہ کہنا ہے: "اللہ نے بیٹا بنایا ہے" حالانکہ میں یکتا اور بے نیاز ہوں، نہ میری اولاد ہے اور نہ میں کسی کی اولاد اور نہ میرا کوئی ہمسر"۔ (۳)

سوال ۱۱۲: صور پھونکے جانے کی کیا دلیل ہے؟ اور کتنی بار صور پھونکا جائے گا؟

جواب ۱۱۲: ارشاد الٰہی ہے: ﴿وَنُفِخَ فِي الصُّورِ فَصَعِقَ مَنْ فِي السَّمَوَاتِ وَمَنْ فِي

(۱) الرعد: ۵ (۲) التغابن: ۷ (۳) بخاری، کتاب التفسیر، باب تفسیر قل ھو اللہ أحد: ۹۵/۶، نسائی، کتاب الجنائز، باب أرواح المؤمنین رقم: ۲۰۷۸

الأَرْضِ إِلاَّ مَنْ شَاءَ اللَّهُ ثُمَّ نُفِخَ فِيهِ أُخْرَى فَإِذَا هُمْ قِيَامٌ يَنْظُرُونَ (٦٨)﴾ "اور صور میں پھونک ماری جائے گی تو جتنے جاندار آسمانوں میں ہیں اور جتنے زمین میں ہیں سب بے ہوش ہو جائیں گے، مگر جسے اللہ تعالیٰ محفوظ رکھے، پھر دوسری بار پھونک ماری جائے گی تو سب کھڑے ہوکر دیکھ رہے ہوں گے". [1]اس آیت میں دو بار صور پھونکے جانے کا ذکر ہے، ایک بے ہوشی طاری کرنے کے لئے، اور دوسری دوبارہ زندہ اٹھائے جانے کے لئے.

نیز ارشاد ہے: ﴿وَيَوْمَ يُنْفَخُ فِي الصُّورِ فَفَزِعَ مَنْ فِي السَّمَوَاتِ وَمَنْ فِي الأَرْضِ إِلاَّ مَنْ شَاءَ اللَّهُ﴾ "اور صور میں پھونک ماری جائے گی تو جتنے جاندار آسمانوں میں ہیں اور جتنے زمین میں ہیں سب پر گھبراہٹ طاری ہو جائے گی مگر جسے اللہ تعالیٰ اس سے محفوظ رکھے". [2]اس تفسیر کی تائید مسلم شریف کی حدیث سے ہوتی ہے، جس میں ہے کہ: "پھر صور میں پھونک ماری جائے گی، اس کی آواز جو بھی سنے گا اس کی طرف گردن جھکادے گا یا اوپر اٹھادے گا، سب سے پہلے جو آواز سنے گا وہ شخص ہو گا جو اپنے اونٹ کے حوض کو مٹی سے لیپ رہا ہو گا، پھر وہ آدمی بے ہوش ہو جائے گا، اور اس کے ساتھ ہی سب لوگ بے ہوش ہو جائیں گے، پھر اللہ تعالیٰ شبنم یا سایہ جیسا پانی برسائے گا، اس سے سب کے جسموں میں گوشت پوست اُگ جائیں گے، پھر دوبارہ صور پھونکا جائے گا تو سب کھڑے ہو کر دیکھ رہے ہوں گے". [3]اس حدیث میں دو صوروں کا ذکر ہے، لیکن صور والی لمبی حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ ان دونوں صوروں سے

(۱) الزمر: ٦٨ (۲) النمل: ۸۷ (۳) مسلم، کتاب الفتن، باب فی خروج الدجال: ۲۰۱/۸.

پہلے ایک اور صور پھونکا جائے گا". (١)

یہی وجہ ہے کہ بعض علماء نے "فزع" کی تفسیر "صعق" سے نہیں کی ہے (یعنی فزع وصعق کو دو حالت مانا ہے)، اس طرح تین صور ہوں گے، ایک فزع (گھبراہٹ) کے لئے، دوسرا صعق (بے ہوشی) کے لئے اور تیسرا رب العالمین کے دربار میں کھڑے ہونے کے لئے.

سوال ١١٣: قرآن میں حشر کی کیا کیفیت بیان کی گئی ہے؟

جواب ١١٣: حشر کی کیفیت کے سلسلہ میں بہت ساری آیات آئی ہیں، چند آیتیں ذیل میں درج کی جاتی ہیں، اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ﴿وَلَقَدْ جِئْتُمُونَا فُرَادَى كَمَا خَلَقْنَاكُمْ أَوَّلَ مَرَّةٍ﴾ "بلاشک تم ہمارے پاس فرداً فرداً آئے جس طرح ہم نے پہلی بار تمہاری تخلیق کی تھی". (٢) نیز فرمایا: ﴿وَحَشَرْنَاهُمْ فَلَمْ نُغَادِرْ مِنْهُمْ أَحَدًا﴾ "ہم نے ان کو جمع کر دیا اور ان میں سے کسی کو نہیں چھوڑا". (٣)

نیز فرمایا: ﴿يَوْمَ نَحْشُرُ الْمُتَّقِينَ إِلَى الرَّحْمَنِ وَفْدًا (٨٥) وَنَسُوقُ الْمُجْرِمِينَ إِلَى جَهَنَّمَ وِرْدًا (٨٦)﴾ "جس روز ہم متقیوں کو مہمان بنا کر جمع کریں گے، اور مجرموں کو جہنم کی طرف پیاسا ہنکا کر لے جائیں گے". (٤)

نیز فرمایا: ﴿وَكُنْتُمْ أَزْوَاجًا ثَلَاثَةً (٧) فَأَصْحَابُ الْمَيْمَنَةِ مَا أَصْحَابُ الْمَيْمَنَةِ (٨) وَأَصْحَابُ الْمَشْأَمَةِ مَا أَصْحَابُ الْمَشْأَمَةِ (٩) وَالسَّابِقُونَ السَّابِقُونَ (١٠)﴾ "تم تین فریقوں میں ہو گے، ایک دائیں ہاتھ میں نامۂ اعمال والے ہوں گے، کتنے اچھے ہیں دائیں ہاتھ میں نامۂ اعمال والے، دوسرے بائیں

(١) ابن کثیر تفسیر سورہ انعام آیت: ٧٣ اور فرمایا: یہ حدیث نہایت درجہ غریب ہے. (٢) الأنعام: ٩٤
(٣) الکہف: ٤٧ (٤) مریم: ٨٥-٨٦

ہاتھ میں نامۂ اعمال والے ہوں گے. کتنے برے ہیں بائیں ہاتھ میں نامۂ اعمال والے ،اور تیسرے سب سے آگے نکلنے والے،اور یہ توسب سے آگے نکلنے والے ہیں". (۱)نیز فرمایا:﴿يَوْمَئِذٍ يَتَّبِعُونَ الدَّاعِيَ لاَ عِوَجَ لَهُ وَخَشَعَتِ الأَصْوَاتُ لِلرَّحْمَنِ فَلاَ تَسْمَعُ إِلاَّ هَمْسًا(۱۰۸)﴾"جس دن لوگ پکارنے والے کی پکار کے پیچھے پیچھے چلیں گے،اس کے سامنے کسی کا ٹیڑھ پن نہ رہے گا،اور رحمٰن کے سامنے آوازیں دب جائیں گی، آپ صرف قدموں کی معمولی سرسراہٹ سن سکیں گے". (۲)اونٹ کے قدموں کی آواز کی طرح حشر کی طرف چلنے کی آواز ہوگی. نیز فرمایا:﴿وَمَنْ يَهْدِ اللَّهُ فَهُوَ الْمُهْتَدِ وَمَنْ يُضْلِلْ فَلَنْ تَجِدَ لَهُمْ أَوْلِيَاءَ مِنْ دُونِهِ وَنَحْشُرُهُمْ يَوْمَ الْقِيَامَةِ عَلَى وُجُوهِهِمْ﴾"اللہ تعالیٰ جسے ہدایت دے وہی ہدایت یافتہ ہے،اور جسے گمراہ کرے اللہ کے علاوہ آپ ان کا کوئی مددگار نہیں پائیں گے 'اور ہم قیامت کے دن ان کا حشر چہرہ کے بل کریں گے". (۳)

سوال ۱۱۴: حدیث میں حشر کی کیا کیفیت بیان کی گئی ہے؟

جواب ۱۱۴: نبی کریم ﷺ نے فرمایا:(يحشر الناس علي ثلاث طرائق راغبين راهبين، واثنان على بعير و ثلاثة على بعير و أربعة على بعير، وعشرة على بعير ،وتحشر بقيتهم النار، تقيل معهم حيث قالوا، وتصبح معهم حيث أصبحوا، وتمسى معهم حيث أمسوا) "لوگوں کا حشر تین طریقوں سے ہوگا،لوگ خوف ورغبت کے ساتھ میدان محشر کی طرف جائیں گے،ایک اونٹ پر دو دو، تین تین، چار چار اور بعض پر دس دس ہوں گے.

(۱)الواقعہ:۷-۱۰(۲)طہٰ:۱۰۸ (۳)الإسراء:۹۷

اور بقیہ لوگوں کو آگ جمع کرے گی، جہاں یہ قیلولہ (آرام) کریں گے آگ بھی وہیں رکے گی، جہاں یہ صبح کریں گے آگ بھی وہیں صبح کرے گی، اور جہاں یہ شام کریں گے آگ بھی وہیں شام کرے گی". (۱)

انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک آدمی نے دریافت کیا: اے اللہ کے نبی! کافروں کا حشر چہرہ کے بل ہوگا، اس کی کیفیت کیا ہوگی ؟ آپ ﷺ نے فرمایا: (أليس الذي أمشاه على الرجلين في الدنيا قادراً على أن يمشيه على وجهه يوم القيامة) "جس نے دنیا میں دو پیروں پر چلایا، کیا وہ اس بات پر قادر نہیں کہ قیامت کے دن چہرہ کے بل چلادے". (۲)

نیز ایک حدیث میں نبی کریم ﷺ نے فرمایا: (إنكم محشورون حفاةً عراةً غرلاً ﴿كَمَا بَدَأْنَا أَوَّلَ خَلْقٍ نُعِيدُهُ﴾، إن أول الخلائق يكسى يوم القيامة إبراهيم) "تم حشر میں ننگے بدن، کھلے سر، خالی پیر اور پیدائشی بے ختنہ شدہ اٹھائے جاؤ گے". (۳) ﴿كَمَا بَدَأْنَا أَوَّلَ خَلْقٍ نُعِيدُهُ﴾ "جس طرح ہم نے پہلی تخلیق کی تھی، اسی طرح لوٹا دیں گے". (۴) اور سب سے پہلے ابراہیم علیہ السلام کو کپڑا پہنایا جائے گا. اور اُم المومنین عائشہ رضی اللہ عنہا نے اس سلسلہ میں دریافت کیا: اے اللہ کے رسول! جب سب مرد و عورت ننگے ہوں گے تو کیا وہ ایک دوسرے کو دیکھیں گے ؟ آپ ﷺ نے فرمایا: (الأمر

---

(۱) بخاری، کتاب الرقاق، باب کیف الحشر: ۷/ ۱۹۴، مسلم، کتاب الجنۃ وصفۃ نعیمہا، باب فناء الدنیا و بیان الحشر یوم القیامۃ: ۸/ ۱۵۷. (۲) بخاری، تفسیر سورہ الفرقان، باب الذین یحشرون علی وجوہہم إلی جہنم: ۵/ ۱۴، مسلم، کتاب صفۃ القیامۃ والجنۃ والنار، باب یحشر الکافر علی وجہہ: ۸/ ۱۳۵. (۳) بخاری، کتاب الأنبیاء، باب واتخذ اللہ ابراہیم خلیلا، ۴/ ۱۱۰، مسلم باب فناء الدنیا و بیان الحشر یوم القیامہ: ۸/ ۱۵۷ (۴) الأنبیاء: ۱۰۴

أشد من أن يهمهم ذلك) "قیامت کی ہولناکی اتنی سخت ہوگی کہ کسی کو اس کا وہم وخیال تک نہ ہوگا"۔ (۱)

سوال ۱۱۵: قرآن میں موقفِ حشر کی کیا صفت بیان کی گئی ہے؟

جواب ۱۱۵: اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ﴿وَلاَ تَحْسَبَنَّ اللّٰهَ غَافِلاً عَمَّا يَعْمَلُ الظَّالِمُونَ إِنَّمَا يُؤَخِّرُهُمْ لِيَوْمٍ تَشْخَصُ فِيهِ الأَبْصَارُ(٤٢) مُهْطِعِينَ مُقْنِعِي رُءُوسِهِمْ لاَ يَرْتَدُّ إِلَيْهِمْ طَرْفُهُمْ وَأَفْئِدَتُهُمْ هَوَاءٌ(٤٣)﴾ "تم ہرگز یہ نہ سمجھنا کہ اللہ تعالیٰ ظالموں کی حرکتوں سے ناواقف ہے، اس نے تو اس دن تک کے لئے مہلت دے رکھا ہے جس دن آنکھیں پھٹی کی پھٹی رہ جائیں گی، سر گردن، سروں کو اٹھائے ہوئے دوڑتے ہوں گے، ان کی پلکیں تک نہیں جھپکیں گی، اور ان کے دل بدحواس ہوں گے"۔ (۲) نیز فرمایا: ﴿يَوْمَ يَقُومُ الرُّوحُ وَالْمَلاَئِكَةُ صَفًّا لاَ يَتَكَلَّمُونَ إِلاَّ مَنْ أَذِنَ لَهُ الرَّحْمَنُ وَقَالَ صَوَابًا (٣٨)﴾ "جس روز تمام ذی روح اور ملائکہ صف بستہ کھڑے ہوں گے، اس روز کوئی بول نہ سکے گا مگر جسے رحمٰن کی اجازت مل جائے، اور وہ شخص بات بھی درست کہے گا"۔ (۳)

نیز فرمایا: ﴿وَأَنْذِرْهُمْ يَوْمَ الآزِفَةِ إِذِ الْقُلُوبُ لَدَى الْحَنَاجِرِ كَاظِمِينَ مَا لِلظَّالِمِينَ مِنْ حَمِيمٍ وَلاَ شَفِيعٍ يُطَاعُ(١٨)﴾ "آپ انہیں "آزفہ" (قریب آنے والا) کے دن سے خوف دلائیں، جب کہ قلوب حلق تک آجائیں گے، پیچ وتاب کھاتے ہوں گے، ظالموں کا کوئی دوست ہوگا نہ سفارشی کہ اس کی بات مانی جائے"۔ (۴)

---

(۱) بخاری، کتاب الرقاق، باب کیف الحشر: ۷/۱۹۵، مسلم کتاب وباب مذکور۔

(۲) ابراہیم: ۴۲-۴۳ (۳) النبأ: ۳۸ (۴) غافر: ۱۸

نیز فرمایا: ﴿فِي يَوْمٍ كَانَ مِقْدَارُهُ خَمْسِينَ أَلْفَ سَنَةٍ(٤)﴾ ''وہ دن پچاس ہزار سال کے برابر ہوگا''.(۱)

نیز فرمایا: ﴿سَنَفْرُغُ لَكُمْ أَيُّهَا الثَّقَلَانِ(٣١)﴾ ''اے انسانو اور جنو! ہم تمہارے حساب کے لئے فارغ ہوں گے''.(۲) اس کے علاوہ اور بہت ساری آیات ہیں.

سوال ۱۱۶: حدیث میں موقفِ حشر کی کیا صفت بیان کی گئی ہے؟

جواب ۱۱۶: موقفِ حشر کے بارے میں حدیثیں تو بہت ساری آئی ہیں، چند حدیثیں ذیل میں درج کی جاتی ہیں:

عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نبی کریم ﷺ سے روایت کرتے ہیں کہ آپ نے ﴿يَوْمَ يَقُومُ النَّاسُ لِرَبِّ الْعَالَمِينَ(٦)﴾ ''جس دن لوگ رب العالمین کے سامنے کھڑے ہوں گے''(۳) کی تفسیر میں فرمایا: **(يقوم أحدهم في رشحه إلى أنصاف أذنيه)** ''یہ حالت ہوگی کہ بعض آدمی کانوں تک پسینے سے شرابور ہوں گے''.(۴)

ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی حدیث میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: **(يعرق الناس يوم القيامة حتي يذهب عرقهم في الأرض سبعين ذراعا و يلجمهم حتى يبلغ آذانهم)** ''قیامت کے دن لوگ پسینے میں غرق ہوں گے، یہاں تک کہ ان کا پسینہ زمین میں ستر گز تک چلا جائے گا، اور اوپر منہ سے گذر کر کانوں تک پہنچے گا''.(۵)

---

(۱) معارج: ۴ (۲) الرحمٰن: ۳۱ (۳) المطففین: ۶ (۴) بخاری، باب تفسیر ''ویل للمطففین'': ۸۱/۵، مسلم، باب فی صفۃ یوم القیامۃ: ۱۵۷/۸. (۵) بخاری، باب قول اللہ ألا یظن الخ: ۱۹۷/۷، مسلم، باب صفۃ القیامۃ رقم: ۲۸۶۳.

سوال ۱۱۷: قرآن میں عرض وحساب کی کیا کیفیت بیان کی گئی ہے؟

جواب ۱۱۷: ارشاد ربانی ہے: ﴿يَوْمَئِذٍ تُعْرَضُونَ لاَ تَخْفَى مِنكُمْ خَافِيَةٌ (١٨)﴾ ”جس دن حساب وکتاب کے لئے تمہاری پیشی ہوگی، اور تمہاری کوئی بات اللہ سے چھپی نہ ہوگی“. (۱)

نیز فرمایا: ﴿وَعُرِضُوا عَلَى رَبِّكَ صَفًّا لَقَدْ جِئْتُمُونَا كَمَا خَلَقْنَاكُمْ أَوَّلَ مَرَّةٍ﴾ ”ان لوگوں کو رب کے سامنے صف بستہ پیش کیا جائے گا، تم ہمارے پاس ویسے ہی آئے جس طرح ہم نے تمہاری پہلی تخلیق کی تھی“. (۲)

نیز فرمایا: ﴿وَيَوْمَ نَحْشُرُ مِن كُلِّ أُمَّةٍ فَوْجًا مِّمَّن يُكَذِّبُ بِآيَاتِنَا فَهُمْ يُوزَعُونَ (٨٣) حَتَّى إِذَا جَاءُوا قَالَ أَكَذَّبْتُم بِآيَاتِي وَلَمْ تُحِيطُوا بِهَا عِلْمًا أَمَّاذَا كُنتُمْ تَعْمَلُونَ (٨٤) وَوَقَعَ الْقَوْلُ عَلَيْهِم بِمَا ظَلَمُوا فَهُمْ لاَ يَنطِقُونَ (٨٥)﴾ ”اس دن ہم ہر امت سے جھٹلانے والوں کا ایک ایک گروہ جمع کریں گے اور انہیں قطاروں میں روک رکھا جائے گا، یہاں تک کہ جب وہ آجائیں گے، اللہ کہے گا: تم نے ہماری آیات کو جھٹلایا تھا، حالانکہ تمہیں اس کی حقیقت کا علم نہیں تھا، بلکہ اور کیا عمل کیا کرتے تھے، ہمارے عذاب کی بات ان پر سچ ثابت ہوگی، کیونکہ انہوں نے ظلم کیا تھا، اب ان کی بولی بند ہو جائے گی“. (۳)

نیز فرمایا: ﴿يَوْمَئِذٍ يَصْدُرُ النَّاسُ أَشْتَاتًا لِّيُرَوْا أَعْمَالَهُمْ (٦) فَمَن يَعْمَلْ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ خَيْرًا يَرَهُ (٧) وَمَن يَعْمَلْ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ شَرًّا يَرَهُ (٨)﴾ ”اس دن لوگ متفرق موقفِ حساب سے واپس آئیں گے تاکہ اپنا نامۂ اعمال دیکھیں، جس نے ذرہ برابر خیر کیا ہوگا وہ دیکھ لے گا، اور جس نے ذرہ برابر

---

(۱) الحاقہ: ۱۸ (۲) الکہف: ۴۸ (۳) النمل: ۸۳-۸۵

شر کیا ہوگا وہ بھی دیکھ لے گا". (۱)

نیز فرمایا: ﴿فَوَرَبِّكَ لَنَسْأَلَنَّهُمْ أَجْمَعِينَ(٩٢) عَمَّا كَانُوا يَعْمَلُونَ (٩٣)﴾ "آپ کے رب کی قسم ہم ان سب سے ان کے اعمال کے بارے میں ضرور سوال کریں گے". (۲)

نیز فرمایا: ﴿وَقِفُوهُمْ إِنَّهُمْ مَسْئُولُونَ(٢٤)﴾ "انہیں ٹھہرائے رکھو، ان سے سوال کیا جائے گا". (۳)

سوال ۱۱۸: حدیث میں عرض وحساب کی کیا کیفیت بیان کی گئی ہے؟

جواب ۱۱۸: عرض وحساب کی کیفیت کے سلسلہ میں بکثرت احادیث آئی ہیں. چند کا ذکر کیا جاتا ہے:

نبی کریم ﷺ نے فرمایا: (من نُوقش الحسابُ عذّب) "جس کا مؤاخذہ ہوا، وہ عذاب میں پھنسا". اُم المؤمنین عائشہ رضی اللہ عنہا نے سوال کیا: "کیا اللہ تعالیٰ نے (فسوف يحاسب حسابا يسيرا) "اس کا آسان حساب لیا جائے گا" نہیں فرمایا؟ آپ نے فرمایا: (ذلك العرض) "وہ صرف عرض اور پیشی ہے". (۴)

ایک حدیث میں نبی ﷺ نے فرمایا: (يجاء بالكافر يوم القيامة فيقال له: أرأيت لو كان لك ملء الأرض ذهبا كنت تفتدى به فيقول: نعم فيقال: قدسُئِلتَ ماهو أيسر من ذلك، وفى رواية: فقد سألتُك ما هو أهون من هذا ،وأنت فى صُلب آدم ، أن لاتشرك بى

(۱) الزلزال: ۸ (۲) الحجر: ۹۲-۹۳ (۳) الصافات ۲۴ (۴) بخاری، کتاب الرقاق، باب من نوقش الحساب عذب: ۷/۱۹۷، ترمذی، باب ماجاء فی العرض: ۴/۶۱۷ رقم: ۲۴۲۶، مسند احمد: ۶/۱۲۷.

فأبيت إلا الشرك) ”قیامت کے دن کافر کو لایا جائے گا، اس سے کہا جائے گا: ”اگر تمہارے پاس روئے زمین کے برابر سونا ہو تو کیا تم عذاب سے بچنے کے بدلہ میں دے دو گے، تو وہ کہے گا ضرور! اس سے کہا جائے گا، تم سے تو اس سے بھی آسان چیز کا مطالبہ کیا گیا تھا“، اور ایک روایت میں ہے ”میں نے تم سے اس سے آسان تر چیز کا سوال کیا تھا جب کہ تم آدم کی پشت میں تھے، کہ تم میرے ساتھ شرک نہ کرنا، مگر تم نے انکار کر کے شرک ہی کیا“. (۱)

ایک دوسری حدیث میں نبی ﷺ نے فرمایا: (مامنكم من أحد إلا سيكلمه ربه ليس بينه و بينه ترجمان فينظر أيمن منه فلا يرى إلا ما قدم من عمله، وينظر أشأم منه فلا يرى إلا ما قدم، وينظر بين يديه فلا يرى إلا النار تلقاء وجهه، فاتقوا النار ولو بشق تمرة ولو بكلمة طيبة) ”تم میں سے ہر ایک سے تمہارا رب کلام کرے گا، اور ان دونوں کے مابین کوئی ترجمان نہ ہوگا، وہ آدمی اپنے دائیں جانب دیکھے گا تو اسے اپنے عمل کے سوا کچھ نظر نہیں آئے گا، پھر بائیں جانب دیکھے گا تو اپنے عمل کے سوا کچھ نظر نہیں آئے گا، وہ اپنے سامنے دیکھے گا تو اس کے چہرہ کے سامنے جہنم کے سوا کچھ نظر نہیں آئے گا، اس لئے لوگو، جہنم سے بچنے کی ترکیب کرلو، خواہ کھجور کے ایک ٹکڑے ہی سے کیوں نہ ہو، خواہ ایک اچھی بات ہی سے کیوں نہ ہو“. (۲)

---

(۱) بخاری، کتاب مذکور: ۷/۱۹۸، احمد: ۳/۲۱۸ (۲) بخاری، کتاب التوحید، باب کلام الرب یوم القیامۃ مع الأنبیاء: ۸/۲۰۲، مسلم، کتاب الزکاۃ، باب الحث علی الصدقۃ ولو بشق تمرۃ أو کلمۃ طیبۃ وأنہا حجاب من النار: ۳/۸۶

ایک دوسری حدیث میں نبی ﷺ نے فرمایا: (يدنو أحد كم يعني المؤمنين من ربه حتى يضع كنفه عليه فيقول عملت كذا و كذا؟ فيقول نعم، ويقول عملت كذا و كذا؟ فيقول نعم فيقرره ثم يقول: إني سترت عليك في الدنيا وأنا أغفرها لك اليوم) ”تم مومنوں میں سے ایک شخص اپنے رب سے اتنا قریب ہوگا کہ اللہ تعالیٰ اس کے کندھے پر ہاتھ رکھ کر فرمائے گا: ”تم نے یہ یہ عمل کیا تھا؟ وہ اقرار کرے گا، جی ہاں! میں نے کیا ہے. تم نے یہ یہ عمل کیا تھا؟ وہ اقرار کرے گا، جی ہاں! میں نے کیا تھا. اللہ اس سے اقرار کرائے گا پھر کہے گا: ”میں نے دنیا میں تمہاری پردہ پوشی کی تھی، اور آج تمہاری مغفرت کر رہا ہوں“. (۱)

سوال ۱۱۹: قرآن میں نامہ اعمال تقسیم کیے جانے کی کیا کیفیت بیان کی گئی ہے؟

جواب ۱۱۹: ارشادِ ربانی ہے: ﴿وَكُلَّ إِنسَانٍ أَلْزَمْنَاهُ طَائِرَهُ فِي عُنُقِهِ وَنُخْرِجُ لَهُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ كِتَابًا يَلْقَاهُ مَنشُورًا (١٣) اقْرَأْ كِتَابَكَ كَفَى بِنَفْسِكَ الْيَوْمَ عَلَيْكَ حَسِيبًا (١٤)﴾ ”ہم نے ہر انسان کی گردن پر اس کا سعد و نحس لگا دیا ہے، اس کے لئے قیامت کے دن ایک کتاب نکالیں گے جسے وہ کھلی دیکھے گا، تم اپنے نامہ اعمال خود پڑھو، آج خود تم اپنے حساب و کتاب کے لئے کافی ہے“. (۲)

نیز فرمایا: ﴿وَإِذَا الصُّحُفُ نُشِرَتْ (١٠)﴾ ”اور جب نامہ اعمال کھول دیئے جائیں گے“. (۳)

(۱) بخاری، کتاب التوحید، باب کلام الرب یوم القیامۃ مع الأنبیاء: ۸/۲۰۳

(۲) الإسراء: ۱۳-۱۴ (۳) التکویر: ۱۰

نیز فرمایا: ﴿وَوُضِعَ الْكِتَابُ فَتَرَى الْمُجْرِمِينَ مُشْفِقِينَ مِمَّافِيهِ وَيَقُولُونَ يَاوَيْلَتَنَا مَالِ هَٰذَا الْكِتَابِ لاَ يُغَادِرُ صَغِيرَةً وَلاَ كَبِيرَةً إِلاَّ أَحْصَاهَا وَوَجَدُوا مَا عَمِلُوا حَاضِرًا وَلاَ يَظْلِمُ رَبُّكَ أَحَدًا(٤٩)﴾ ''اور نامۂ اعمال سامنے رکھ دیا جائے گا، آپ مجرمین کو نامۂ اعمال کے نوشتہ سے خوف کھاتے دیکھیں گے اور کہیں گے. ہائے ہماری تباہی! اس کتاب نے تو نہ چھوٹے گناہوں کو چھوڑا ہے نہ بڑے گناہوں کو، سب لکھ رکھا ہے، وہ اپنے سارے اعمال اس میں موجود پائیں گے، اور آپ کا رب کسی پر ظلم نہیں کرتا''. (۱)

نیز فرمایا: ﴿فَأَمَّا مَنْ أُوتِيَ كِتَابَهُ بِيَمِينِهِ فَيَقُولُ هَاؤُمُ اقْرَءُوا كِتَابِيَهْ(١٩)﴾ ''جسے اس کا نامۂ اعمال دائیں ہاتھ میں دیا جائے گا وہ کہے گا، آؤ میرا نتیجۂ اعمال پڑھو''. (۲)

نیز فرمایا: ﴿فَأَمَّا مَنْ أُوتِيَ كِتَابَهُ بِيَمِينِهِ(٧)﴾ ''جسے اس کا پرچہ دائیں ہاتھ میں دیا جائے گا''. (۳)

نیز فرمایا: ﴿وَأَمَّا مَنْ أُوتِيَ كِتَابَهُ وَرَاءَ ظَهْرِهِ(١٠)﴾ ''جسے اس کا پرچہ پیٹھ کے پیچھے سے دیا جائے گا''. (۴) اس سے معلوم ہوا کہ جسے اس کا نامۂ اعمال دائیں ہاتھ میں دیا جائے گا، اسے سامنے سے دیا جائے گا، اور جسے بائیں ہاتھ میں دیا جائے گا، اسے پیچھے سے دیا جائے گا. (والعیاذ باللہ) ''اے اللہ ہمیں اس سے محفوظ رکھنا''.

سوال ۱۲۰: حدیث میں اس کی کیا کیفیت آئی ہے؟

جواب ۱۲۰: اس سلسلہ میں بہت ساری احادیث آئی ہیں، چند حدیثیں نقل کی جاتی ہیں:

(۱) الکہف: ۴۹ (۲) الحاقہ: ۱۹ (۳) الانشقاق: ۷ (۴) الانشقاق: ۱۰

نبی کریم ﷺ نے فرمایا: (يُدنى المؤمن من ربه حتى يضع عليه كنفه فيقرره بذنوبه، تعرف ذنب كذا؟يقول أعرف، يقول رب أعرف مرتين،فيقول سَترتُها فى الدنيا وأغفرهالك اليوم،ثم تُطوى صحيفة حسناته، وأما الآخرون أوالكفار فيُنادى عليهم على رؤوس الأشهاد:﴿هَؤُلاَءِ الَّذِينَ كَذَبُوا عَلَى رَبِّهِمْ﴾ ''مؤمن کو رب سے قریب کیا جائے گا، یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ اس پر اپنا پردہ ڈال دے گا''. اللہ تعالیٰ اس کے گناہوں کا اقرار کرائے گا، فلاں گناہ تم نے کیا تھا یاد ہے. وہ کہے گا یاد ہے، وہ دوبارا اقرار کرے گا اے رب یاد ہے. اللہ کہے گا: میں نے اس سے دنیا میں تمہاری پردہ پوشی کی تھی، اور آج تمہیں معاف کر رہا ہوں. پھر اس کے نیکیوں کا صحیفہ لپیٹ دیا جائے گا: ''اور کافر کو سب کے سامنے پھر مجلس میں پکارا جائے گا، اور کہا جائے گا: یہی وہ لوگ ہیں جنہوں نے اپنے رب پر جھوٹ باندھا تھا''. (۱)

ام المؤمنین عائشہ رضی اللہ عنہا نے دریافت کیا: اے اللہ کے رسول! کیا قیامت کے دن محبوب اپنے محبوب کو یاد رکھے گا؟ نبی ﷺ نے فرمایا: ''(يا عائشة، وأما عندثلاث، فلا، أما عند الميزان حتي يثقل أو يخفَّ فلا،!أما عند تطاير الكتب إما يُعطي بيمينه وإما يعطي بشماله فلا، وحين يخرج عنق من النار) ''عائشہ! تین موقع پر کوئی کسی کو مطلق یاد نہیں رکھے گا، ایک نامہ اعمال تولے جانے کے وقت، یہاں تک کہ پلڑا بھاری ہو یا ہلکا ہو، دوسرا نامہ اعمال دیئے جانے کے وقت کہ دائیں ہاتھ میں ملتا ہے یا بائیں

(۱) بخاری، کتاب التفسیر باب سورۃ ہود: ۵/ ۲۱۴، مسلم، کتاب التوبہ، باب قبول توبہ القاتل وإن کثر قتلہ: ۸/ ۱۰۵.

ہاتھ میں، تیسرا جب جہنم سے ایک گردن نکلے گی" (جب پل صراط پر سے گذرے گا). (۱)

سوال ۱۲۱: کتاب اللہ سے میزان کی کیا دلیل ہے؟اور وزن اعمال کی کیا کیفیت بیان کی گئی ہے؟

جواب ۱۲۱: ارشادِ ربانی ہے: ﴿ وَنَضَعُ الْمَوَازِينَ الْقِسْطَ لِيَوْمِ الْقِيَامَةِ فَلَا تُظْلَمُ نَفْسٌ شَيْئًا وَإِنْ كَانَ مِثْقَالَ حَبَّةٍ مِنْ خَرْدَلٍ أَتَيْنَا بِهَا وَكَفَى بِنَا حَاسِبِينَ(٤٧) ﴾ "قیامت کے دن ہم انصاف کے ترازو قائم کریں گے، کسی نفس پر کچھ بھی ظلم نہیں کیا جائے گا،اگر رائی کے دانہ کے برابر ہو تو اسے بھی ہم لے آئیں گے،اور حساب لینے کے لئے ہم کافی ہیں". (۲)

نیز فرمایا:﴿وَالْوَزْنُ يَوْمَئِذٍ الْحَقُّ فَمَنْ ثَقُلَتْ مَوَازِينُهُ فَأُولَئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُونَ(٨) وَمَنْ خَفَّتْ مَوَازِينُهُ فَأُولَئِكَ الَّذِينَ خَسِرُوا أَنْفُسَهُمْ بِمَا كَانُوا بِآيَاتِنَا يَظْلِمُونَ(٩) ﴾ "اس دن نامہ اعمال کو تولا جانا حق ہے جس آدمی کے پلڑے بھاری ہوں گے وہی کامیاب ہوں گے ،اور جن کے پلڑے ہلکے ہوں گے وہ لوگ گھاٹا اٹھانے والے ہوں گے،اس سبب سے کہ وہ ہماری آیات پر زیادتی کرتے تھے". (۳)

اللہ تعالیٰ نے کافروں کے سلسلہ میں فرمایا:﴿فَلَا نُقِيمُ لَهُمْ يَوْمَ الْقِيَامَةِ وَزْنًا(١٠٥) ﴾ "ہم ان کے لئے قیامت کے دن کوئی وزن قائم نہیں کریں گے". (۴)

---

(۱) مسند احمد: ۶/ ۱۱۰،ابو داود، کتاب السنۃ،باب فی ذکر المیزان رقم: ۴۷۵۵. ھیثمی نے مجمع الزوائد: ۱۰/ ۳۶۲ میں کہا: اس میں عبد اللہ بن لہیعہ ضعیف ہے،اس کی توثیق بھی آئی ہے،اور باقی رجال صحیح کے رجال ہیں. (۲) الأنبیاء: ۴۷ (۳) الأعراف: ۸-۹ (۴) الکہف: ۱۰۵

سوال ۱۲۲: میزان کی سنت رسول میں کیا کیفیت بیان کی گئی ہے؟

جواب ۱۲۲: میزان کے سلسلہ میں بہت ساری احادیث آئی ہیں، چند حدیثیں یہاں نقل کی جاتی ہیں:

ایک تو وہ " کارڈ والی حدیث " جس میں کلمہ شہادت لکھا ہوگا اور یہ کارڈ گناہوں کے نوے (۹۰) دفتروں پر بھاری ہوگا، اور ہر دفتر تا حد نظر پھیلا ہوا ہوگا". (۱)

ایک حدیث میں عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کے بارے میں نبی ﷺ نے فرمایا: **(أتعجبون من دقة ساقيه، والذي نفسي بيده لهما في الميزان أثقل من أحد)** "کیا تم لوگ اس کی پنڈلی کی باریکی پر تعجب کرتے ہو، اس ذات کی قسم جس کے قبضہ میں میری جان ہے، یہ پنڈلیاں میزان میں اُحد پہاڑ سے زیادہ بھاری ہوں گی". (۲)

ایک دوسری حدیث میں نبی ﷺ نے فرمایا: **(إنه ليؤتى بالرجل السمين يوم القيامة لا يزن عندالله جناح بعوضة)** "قیامت کے دن موٹے تازے بھاری بھرکم آدمی کو لایا جائے گا، اللہ کے یہاں مکھی کے پر کے برابر اس کا وزن نہیں ہوگا". (۳)

آپ نے فرمایا: اس آیت کو پڑھو: ﴿فَلَا نُقِيمُ لَهُمْ يَوْمَ الْقِيَامَةِ

---

(۱) مسند احمد: ۲/ ۲۱۳، مستدرک حاکم: ۱/ ۵۲، حاکم نے صحیح کہا ہے، اور ذہبی نے ان کی موافقت کی ہے، ترمذی، باب ماجاء فیمن یموت وھو یشھد أن لاإلہ إلا اللہ: ۵/ ۲۴ رقم: ۲۶۳۹، ترمذی نے کہا ہے یہ حدیث حسن غریب ہے. (۲) صحیح ہے، مسند احمد: ۱/ ۴۲۰-۴۲۱، حاکم: ۳/ ۳۱۷ (۳) بخاری، تفسیر قولہ تعالیٰ: أولئك الذين كفروا بآيات ربهم: ۷/٦٢٢ مسلم، باب صفات المنافقین: ۸/ ۱۲۵.

وَزْنًا(۱۰۵)﴾ "قیامت کے دن ہم ان کا کچھ بھی وزن قائم نہیں کریں گے".

سوال ۱۲۳: کتاب اللہ سے پُل صراط کی کیا دلیل ہے؟

جواب ۱۲۳: ارشادِ الٰہی ہے:﴿وَإِنْ مِنكُمْ إِلاَّ وَارِدُهَا كَانَ عَلَى رَبِّكَ حَتْمًا مَقْضِيًّا(۷۱)ثُمَّ نُنَجِّي الَّذِينَ اتَّقَوْا وَنَذَرُ الظَّالِمِينَ فِيهَا جِثِيًّا (۷۲)﴾ "تم میں ہر ایک کو پُل صراط کے ذریعے جہنم پر پہنچنا ہوگا، یہ تمہارے رب کا حتمی فیصلہ ہے، پھر ہم متقیوں کو بچالیں گے، اور ظالموں کو اس میں گھٹنوں کے بل ڈال دیں گے". (۱)

نیز فرمایا:﴿يَوْمَ تَرَى الْمُؤْمِنِينَ وَالْمُؤْمِنَاتِ يَسْعَى نُورُهُمْ بَيْنَ أَيْدِيهِمْ وَبِأَيْمَانِهِمْ﴾ "اس دن مؤمن مردوں اور مؤمنہ عورتوں کو آپ دیکھیں گے کہ ان کے سامنے سے اور دائیں سے نور دوڑ رہا ہوگا". (۲)

سوال ۱۲۴: سنت سے پُل صراط کی دلیل، اور سنت میں اس کی کیا کیفیت آئی ہے؟

جواب ۱۲۴: پُل صراط کے سلسلہ میں بہت سی احادیث آئی ہیں:

شفاعت والی حدیث میں نبی ﷺ نے فرمایا: (يؤتي بالجسر فيجعل بين ظهرى جهنم) "پُل صراط کو لایا جائے گا اور جہنم کے وسط میں رکھ دیا جائے گا". ہم نے دریافت کیا، اے اللہ کے رسول! یہ پُل کیا چیز ہے؟ آپ نے فرمایا: (مدحضة مزلة عليه خطاطيف و كلاليب و حسكة مفلطحة لها شوكة عقيفاء تكون بنجد يقال لها:السعدان،يمر المؤمن عليها كالبرق وكالريح وكأجاويدالخيل والركاب، فناج مسلم،

(۱) مریم:۷۱-۷۲ (۲) الحدید:۱۲

وناج مخدوش ومكدوس فی نار جهنم حتى يمرُّ آخرهم يسحب سحبا) ''وہ پل پھسلانے والا، لُڑھکانے والا ہوگا، اس میں ٹیڑھے ٹیڑھے لوہے کے آنکس لگے ہوں گے، اس کے دونوں طرف بڑے بڑے کانٹے دار جھاڑیاں پھیلی ہوئی ہوں گی جیسے نجد کی ''سعدان'' جھاڑی، مؤمن اس پر سے بجلی کی طرح گذر جائیں گے، بعض ہوا کی طرح، بعض تیز رفتار گھوڑے اور سواروں کی طرح، اور بعض بالکل محفوظ نکل جائینگے اور بعض کو خراش آئیگی اور بعض تو جہنم میں پچھاڑ دیئے جائنگے یہاں تک کہ سب سے آخری آدمی چوتڑ کے بل گھسیٹ کر گذرے گا''. (۱) ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: (بلغني أن الجسر أدقُّ من الشعرة وأحدُّ من السيف) ''مجھے یہ بات پہنچی ہے کہ جہنم کا پل بال سے زیادہ باریک اور تلوار سے زیادہ تیز ہوگا''. (۲)

سوال ۱۲۵: قرآن سے (قیامت کے دن) قصاص کی کیا دلیل ہے؟

جواب ۱۲۵: ارشاد ربانی ہے: ﴿إِنَّ اللَّهَ لاَ يَظْلِمُ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ وَإِنْ تَكُ حَسَنَةً يُضَاعِفْهَا وَيُؤْتِ مِنْ لَدُنْهُ أَجْرًا عَظِيمًا﴾ ''اللہ تعالیٰ ذرہ برابر بھی ظلم نہیں کرے گا، اگر ایک نیکی ہوگی تو اسے کئی گنا کر دے گا، اور اپنے پاس سے ہر اجر عظیم دے گا''. (۳) نیز ارشاد ربانی ہے: ﴿الْيَوْمَ تُجْزَى كُلُّ نَفْسٍ بِمَا كَسَبَتْ لاَ ظُلْمَ الْيَوْمَ وَاللَّهُ يَقْضِي بِالْحَقِّ﴾ ''آج ہر نفس کو اس کے عمل کا پورا پورا بدلہ دیا جائے گا، آج کسی پر ظلم نہیں ہوگا''. (۴) نیز فرمایا: ﴿وَقُضِيَ بَيْنَهُمْ بِالْحَقِّ

---

(۱) بخاری، کتاب التوحید، باب قول اللہ تعالیٰ وجوه یومئذ ناضرة الخ: ۱۸۲/۸، مسلم، کتاب الایمان، باب معرفة طریق الرؤیة: ۱۱۵/۱، اور حدیث کے آخر میں ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ کا قول مذکور ہے.
(۲) مسلم: کتاب الایمان: ۱۱۷/۱. (۳): النساء: ۴۰ (۴) غافر: ۱۷-۲۰

وَهُمْ لَا يُظْلَمُونَ (٦٩) ﴾ "ان کے درمیان حق کا فیصلہ کیا جائے گا اور ان پر ظلم نہیں ہوگا"۔ (۱)

سوال ۱۲۶: (قیامت کے دن) قصاص کی سنت سے دلیل، اور سنت میں اس کی کیا کیفیت آئی ہے؟

جواب ۱۲۶: قصاص کے سلسلہ میں بہت سی احادیث آئی ہیں، چند حدیثیں ذیل میں نقل کی جاتی ہیں:

نبی ﷺ نے فرمایا: **(أول ما يقضي بين الناس في الدماء)** "لوگوں کے درمیان سب سے پہلے خون کے بارے میں فیصلہ کیا جائے گا"۔ (۲)

نیز نبی ﷺ نے فرمایا: **(من كانت عنده مظلمة لأخيه فليتحلل منه اليوم ، فإنه ليس ثم دينار ولا درهم من قبل أن يؤخذ لأخيه حسناته فإن لم يكن له حسنات أخذ من سيئات أخيه فطرحت عليه)** "جس نے کسی پر ظلم کیا ہے تو وہ آج ہی اس سے معافی مانگ لے، کیونکہ قیامت میں ظلم کے بدلہ اس سے نیکیاں لئے جانے سے قبل نہ دینار ہوگا نہ درہم، اگر اس کے پاس نیکیاں نہ ہوں گی تو مظلوم کے گناہ اس پر ڈال دئے جائیں گے"۔ (۳)

نیز نبی ﷺ نے فرمایا: **(يخلص المؤمنون من النار فيجلسون على قنطرة بين الجنة والنار فيقص لبعضهم من بعض مظالم كانت بينهم في الدنيا حتى إذا هُذّبوا ونُقّوا أُذن لهم في دخول**

---

(۱) الزمر: ٦٩ (۲) بخاری، کتاب الدیات: ۸/۳۵، مسلم، کتاب القسامۃ باب المجازاۃ بالدماء فی الآخرۃ: ۵/۱۰۷

(۳) بخاری، کتاب الرقاق، باب القصاص یوم القیامۃ وھی الحاقۃ: ۷/۱۹۷، مسند احمد: ۲/۴۳۵-۵۰۶.

الجنة) ”جب مومنوں کو جہنم سے نجات مل جائے گی تو جنت وجہنم کے درمیان پل پر بیٹھیں گے، اور ایک کے لئے دوسرے کے سے ظلم کا بدلہ لیا جائے گا جو انہوں نے دنیا میں ایک دوسرے پر کئے تھے، پھر جب بالکل معاملہ پاک وصاف ہوجائے گا تو انہیں جنت میں داخلہ کی اجازت ملے گی“. (۱)

سوال ۱۲۷: قرآن سے حوض کوثر کی کیا دلیل ہے؟

جواب ۱۲۷: اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی محمد ﷺ سے فرمایا: ﴿إِنَّا أَعْطَيْنَاكَ الْكَوْثَرَ(١)﴾ ”ہم نے آپ کو حوض کوثر عطا کیا ہے“. (۲)

سوال ۱۲۸: حدیث میں حوضِ کوثر کی کیا کیفیت بیان کی گئی ہے؟

جواب ۱۲۸: حوض کوثر کے سلسلہ میں روایتیں حدِ تواتر کو پہنچتی ہیں، چند حدیثیں ذکر کی جاتی ہیں:

نبی کریم ﷺ نے فرمایا: ”(أنا فرطكم على الحوض) ”میں حوض کے پاس سب سے پہلے جاؤں گا“. (۳)

نیز نبی ﷺ نے ایک حدیث میں فرمایا: (إني فرط لكم ، وإني شهيد عليكم، و إني والله لأنظر إلي حوضي الآن) ”میں تم سب سے پہلے جاؤں گا، اور میں تم پر گواہ بنوں گا، اور اللہ کی قسم! میں اِس وقت اپنے حوض کو دیکھ رہا ہوں“. (۴)

نیز نبی ﷺ نے فرمایا: (حوضي مسيرة شهر ،ماؤه أبيض من

---

(۱) بخاری، کتاب المظالم، باب قصاص المظالم: ۳/۹۷، مسند احمد: ۳/۵۷. (۲) الکوثر: ۱

(۳) بخاری، کتاب الرقاق، باب فی الحوض: ۷/۲۰۹، مسلم، کتاب الفضائل، باب اثبات حوض نبینا و صفاتہ: ۷/۶۵. (۴) متفق علیہ، کتاب وباب مذکور.

اللبن وریحه أطیب من المسك و کیزانه کنجوم السماء من شرب منه فلا یظمأ أبدا) ''ایک مہینہ کی مسافت کے برابر میرا حوض ہوگا،اس کا پانی دودھ سے زیادہ سفید،اس کی خوشبو مشک سے زیادہ خوشبودار،اور اس کے پیالے آسمان کے ستاروں کی مانند ہوں گے،جو یہ پانی پی لے گا کبھی پیاسا نہیں ہوگا'' (۱)

نیز ایک حدیث میں نبی ﷺ نے فرمایا:(أتیتُ علی نهر حافتاه قباب اللؤلؤ المجوف فقلت ما هذا یا جبریل؟قال هذا الکوثر) ''میں ایک نہر کے پاس آیا،اس کے دونوں کنارے جوف دار موتی کے قبوں کی طرح تھے. میں نے دریافت کیا:اے جبریل! یہ کیسی نہر ہے؟جبریل علیہ السلام نے جواب دیا: یہ حوض کوثر ہے'' (۲)

سوال ۱۲۹: جنت اور جہنم پر ایمان لانے کی کیا دلیل ہے؟

جواب ۱۲۹: اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:﴿فَاتَّقُوا النَّارَ الَّتِي وَقُودُهَا النَّاسُ وَالْحِجَارَةُ أُعِدَّتْ لِلْكَافِرِينَ(٢٤)وَبَشِّرِ الَّذِينَ ءَامَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ أَنَّ لَهُمْ جَنَّاتٍ تَجْرِي مِنْ تَحْتِهَا الأَنْهَارُ﴾ ''اس جہنم سے بچو جس کے ایدھن انسان اور پتھر ہیں،جو کافروں کے لئے تیار کی گئی ہے،اور آپ خوش خبری سنا دیجئے ان لوگوں کو جو ایمان لائے اور عمل صالح کیا کہ ان کے لئے ایسی جنتیں ہیں جن کے نیچے نہریں بہتی ہیں''. (۳)

---

(۱) بخاری، کتاب الرقاق، باب فی الحوض: ۷/۲۰۷، مسلم، کتاب الفضائل، باب اثبات حوض النبی: ۷/٦٦. (۲) بخاری، کتاب التفسیر، باب تفسیر سورۃ الکوثر: ٦/۹۲، مسند احمد: ۳/۱۱۵

(۳) البقرہ: ۲۴-۲۵

صحیح بخاری میں ہے کہ نبی کریم ﷺ نے رات کی نماز (تہجد) میں یہ دعا کی: (ولك الحمد أنت الحق ووعدك الحق ولقاؤك حق وقولك حق،والجنة والنار حق والنبيون حق و محمد صلى الله عليه وسلم حق والساعة حق) ''سب تعریف تیرے لئے ہے، تو حق ہے، تیرا وعدہ حق ہے، تیری ملاقات حق ہے اور تیرا قول حق ہے، جنت حق ہے، جہنم حق ہے، سارے انبیاء برحق ہیں، اور محمد ﷺ برحق ہیں، اور قیامت برحق ہے''.(۱)

ایک دوسری حدیث میں نبی ﷺ نے فرمایا: ''جو اس امر کی شہادت دے کہ اللہ کے علاوہ کوئی معبود برحق نہیں، وہ تنہا ہے، اس کا کوئی شریک نہیں، اور محمد ﷺ اس کے بندے اور رسول ہیں، اور عیسیٰ علیہ السلام اس کے بندے ورسول ہیں اور اُس کا ''کلمہ'' ہیں جس کو اس نے مریم علیہا السلام کے رحم میں ڈالا تھا، اور اللہ کی طرف سے ایک روح ہیں. اور جنت برحق ہے اور جہنم برحق ہے، تو اللہ تعالیٰ اسے جنت میں داخل کرے گا، خواہ اس کا عمل جیسا بھی ہوگا. ہو''.(۲) اور ایک روایت کے الفاظ ہیں: ''وہ جنت کے آٹھوں دروازوں میں سے جس سے چاہے گا داخل ہو جائے گا''.

سوال ۱۳۰: جنت اور جہنم پر ایمان لانے کا کیا مطلب ہے؟

جواب ۱۳۰: جنت وجہنم پر ایمان لانے کا مطلب یہ ہے کہ آدمی اس امر کی پختہ، مضبوط اور غیر متزلزل تصدیق کرے کہ جنت وجہنم دونوں تیار کی ہوئی موجود ہیں، اور

---

(۱) بخاری، کتاب الدعوات، باب الدعاء إذا انتبہ من اللیل: ۷/۱۴۸، مسلم، باب الدعاء فی صلاۃ اللیل وقیامہ: ۲/۱۸۴. (۲) بخاری، کتاب الأنبیاء، باب قولہ یا أہل الکتاب لا تغلوا فی دینکم: ۴/۱۳۹، مسلم، کتاب الایمان، باب من لقی اللہ بالایمان وھو غیر شاک الخ: ۱/۴۲-۴۳.

دونوں اللہ کے حکم سے ہمیشہ باقی رہیں گی کبھی فنا نہ ہوں گی، ساتھ ہی ساتھ جنت میں ملنے والی تمام نعمتوں اور جہنم میں پہنچنے والے سارے عذابوں پر بھی یقین رکھے.

سوال ۱۳۱: جنت و جہنم اس وقت تیار کی ہوئی موجود ہیں، اس کی کیا دلیل ہے؟

جواب ۱۳۱: اللہ تعالیٰ نے ہم انسانوں کو بتایا کہ یہ دونوں تیار شدہ موجود ہیں، چنانچہ جنت کے بارے میں فرمایا: ﴿أُعِدَّتْ لِلْمُتَّقِينَ﴾ "جنت متقیوں کے لئے تیار کر کے رکھی ہوئی ہے". (۱) اور جہنم کے متعلق فرمایا: ﴿أُعِدَّتْ لِلْكَافِرِينَ﴾ "جہنم کافروں کے لئے تیار کی ہوئی ہے". (۲) اللہ تعالیٰ نے ہمیں یہ بھی خبر دی ہے کہ اس نے آدم اور ان کی بیوی کو جنت میں ٹھہرایا، جب تک دونوں نے "شجر ممنوعہ" کو نہ کھایا. قرآن میں اللہ تعالیٰ نے بتایا ہے کہ کافروں کو جہنم پر صبح و شام پیش کیا جاتا ہے.

ایک حدیث میں نبی ﷺ نے فرمایا: **(اطلعت فی الجنة فرأیت أكثر أهلها الفقراء، واطلعت فی النار فرأیت أكثر أهلها النساء)** "میں نے جنت کا معائنہ کیا تو دیکھا کہ اکثر جنّتی غریب لوگ ہیں اور جہنم کو دیکھا تو زیادہ تر جہنمی عورتوں کو پایا". (۳)

عذاب قبر کی بحث میں یہ حدیث گذر چکی ہے: **(إذا مات أحدكم يعرض عليه مقعده)** "جب آدمی مرتا ہے تو اس پر اس کا ٹھکانہ پیش کیا جاتا ہے".

---

(۱) آل عمران: ۱۳۳ (۲) آل عمران: ۱۳۱ (۳) بخاری، کتاب الرقاق، باب صفة الجنة والنار: ۷/۲۰۰، مسلم، کتاب الرقاق، باب أکثر أهل الجنة الفقراء الخ: ۸/۸۸

ایک حدیث میں نبی ﷺ نے فرمایا: (**أبردوا بالصلاة فإن شدة الحرمن فيح جهنم**) "ٹھنڈا پڑ جانے پر ظہر کی نماز پڑھو، کیونکہ گرمی کی شدت جہنم کی تپش سے ہے"۔ (۱)

نیز نبی کریم ﷺ نے فرمایا: "جہنم نے اللہ تعالیٰ سے شکایت کی اور کہا: اے رب! میرے ایک حصہ نے دوسرے کو ہڑپ لیا، تو اللہ تعالیٰ نے اسے دو بار سانس نکالنے کی اجازت دی، ایک سانس جاڑے میں لیتی ہے، اور دوسری سانس گرمی میں لیتی ہے، اس لئے سخت گرمی کا جو تم احساس کرتے ہو وہ اسی سانس کے سبب ہے"۔ (۲)

نیز نبی ﷺ نے فرمایا: (**الحُمّى من فيح جهنم فأبردوها بالماء**) "بخار جہنم کی تپش کا نتیجہ ہے، اسے پانی سے ٹھنڈا کرو"۔ (۳)

نیز نبی ﷺ نے فرمایا: (**لما خلق الله الجنة والنار أرسل جبريل عليه السلام إلي الجنة فقال اذهب فانظر إليها**) "جب اللہ تعالیٰ نے جنت و جہنم کو پیدا فرمایا، تو جبریل علیہ السلام سے کہا: جاؤ جنت دیکھ آؤ......"۔ (۴)

نیز جب سورج گرہن لگا، اس دن رسول اللہ ﷺ پر جنت و جہنم کو پیش کیا گیا

(۱) بخاری، کتاب المواقیت، باب الإبراد بالظہر فی شدۃ الحر: ۱/۱۳۵، مسلم، کتاب المساجد و مواضع الصلاۃ، باب استحباب الإبراد بالظہر الخ: ۲/۱۰۷ (۲) بخاری و مسلم، کتاب و باب سابق (۳) بخاری، کتاب الطب، باب الحمی من فیح جہنم: ۷/۲۰ مسلم، باب لکل داء و استحباب التداوی: ۷/۲۳ (۴) نسائی، کتاب الأیمان والنذور، باب الحلف بعزۃ اللہ تعالیٰ: ۷/۳، ترمذی، أبواب صفۃ الجنۃ، باب ما جاء: حُفّت الجنۃ بالمکارہ و حفت النار بالشہوات: ۴/۶۹۳ رقم: ۲۵۶۰ اور اسے "حسن" صحیح کہا ہے۔

نیز معراج والی رات بھی آپ پر دونوں پیش کی گئی تھیں. جنت وجہنم کے موجود ہونے کے بارے میں بے شمار صحیح حدیثیں ہیں.

سوال ۱۳۲: جنت وجہنم ہمیشہ باقی رہیں گی کبھی فنا نہ ہوں گی، اس کی کیا دلیل ہے؟

جواب ۱۳۲: اللہ تعالیٰ نے جنت کے بارے میں فرمایا: ﴿خَالِدِينَ فِيهَا أَبَدًا ذَلِكَ الْفَوْزُ الْعَظِيمُ﴾ "مؤمنین جنت میں ہمیشہ رہیں گے، یہ بڑی کامیابی ہے". (۱)
﴿وَمَا هُمْ مِنْهَا بِمُخْرَجِينَ﴾ "انہیں جنت سے نہیں نکالا جائے گا". (۲)
﴿عَطَاءً غَيْرَ مَجْذُوذٍ﴾ "یہ غیر منقطع عطیہ ہے". (۳) ﴿لَا مَقْطُوعَةٍ وَلَا مَمْنُوعَةٍ(۳۳)﴾ "جنت کے میوے نہ ختم ہوں گے نہ پہنچ سے دور ہوں گے". (۴)
﴿إِنَّ هَذَا لَرِزْقُنَا مَا لَهُ مِنْ نَفَادٍ(۵۴)﴾ "یہ ہمارا رزق ہے، کبھی فنا نہ ہوگا". (۵)
﴿إِنَّ الْمُتَّقِينَ فِي مَقَامٍ أَمِينٍ(۵۱)﴾ "متقی لوگ امن وچین میں ہوں گے". (۶)
تاقول ﴿لَا يَذُوقُونَ فِيهَا الْمَوْتَ إِلَّا الْمَوْتَةَ الْأُولَى﴾ "اس میں نہ موت اول (دنیوی موت) کے سوا اور کسی موت کا مزہ چکھیں گے". (۷)

اس کے علاوہ اور بہت سی آیات ہیں، ان میں اللہ تعالیٰ نے جنت و جنتی کی ابدیت کی خبر دی ہے اور یہ بھی بتایا ہے کہ یہ نعمتیں کبھی ختم نہ ہوں گی اور نہ ہی وہ کبھی ان سے نکلیں گے.

ٹھیک یہی حال جہنم کا بھی ہے اللہ تعالیٰ نے جہنم کے بارے میں فرمایا:
﴿إِلَّا طَرِيقَ جَهَنَّمَ خَالِدِينَ فِيهَا أَبَدًا﴾ " کافروں کو سوائے جہنم کے راستہ

(۱) التوبہ: ۱۰۰ (۲) الحجر: ۴۸ (۳) ھود: ۱۰۸ (۴) الواقعہ: ۳۳ (۵) ص: ۵۴
(۶) ھود: ۱۰۸ (۷) الدخان: ۵۱

کے اور کوئی راستہ نہیں دکھائیں گے، اس میں وہ ہمیشہ رہیں گے"۔ (۱)

نیز فرمایا: ﴿إِنَّ اللَّهَ لَعَنَ الْكَافِرِينَ وَأَعَدَّ لَهُمْ سَعِيرًا (٦٤) خَالِدِينَ فِيهَا أَبَدًا لاَ يَجِدُونَ وَلِيًّا وَلاَ نَصِيرًا (٦٥)﴾ "اللہ تعالیٰ نے کافروں پر لعنت کی اور ان کے لئے آگ تیار کی، اس میں وہ ہمیشہ رہیں گے نہ کوئی وہاں دوست پائیں گے نہ مددگار"۔ (۲)

نیز فرمایا: ﴿وَمَنْ يَعْصِ اللَّهَ وَرَسُولَهُ فَإِنَّ لَهُ نَارَ جَهَنَّمَ خَالِدِينَ فِيهَا﴾ "جو اللہ اور اس کے رسول کی نافرمانی کرے گا اس کے لئے جہنم کی آگ ہے، اس میں وہ ہمیشہ رہیں گے"۔ (۳) نیز: ﴿وَمَا هُمْ بِخَارِجِينَ مِنَ النَّارِ﴾ "وہ جہنم سے نکلنے والے نہیں"۔ (۴)

نیز فرمایا: ﴿لاَ يُفَتَّرُ عَنْهُمْ وَهُمْ فِيهِ مُبْلِسُونَ (٧٥)﴾ "ان سے عذاب کم نہیں کیا جائے گا، اور وہ اس میں مایوس پڑے رہیں گے"۔ (۵) ﴿لاَ يُقْضَى عَلَيْهِمْ فَيَمُوتُوا وَلاَ يُخَفَّفُ عَنْهُمْ مِنْ عَذَابِهَا﴾ "نہ ان کے مرنے کا فیصلہ کیا جائے گا اور نہ ان سے عذاب میں تخفیف ہوگی"۔ (۶)

نیز فرمایا: ﴿إِنَّهُ مَنْ يَأْتِ رَبَّهُ مُجْرِمًا فَإِنَّ لَهُ جَهَنَّمَ لاَ يَمُوتُ فِيهَا وَلاَ يَحْيَا﴾ "جو شخص اپنے رب کے پاس بحیثیت مجرم آئے گا اس کے لئے جہنم ہوگی، اس میں وہ نہ مرے گا نہ ہی زندہ ہوگا"۔ (۷) ان کے علاوہ اور بہت ساری آیات ہیں، جن میں اللہ تعالیٰ نے ہمیں خبر دی ہے کہ جہنم جہنمیوں کے لئے پیدا کی گئی ہے، اور جہنمیوں کو جہنم کے لئے پیدا کیا گیا ہے، جس میں وہ ہمیشہ رہینگے۔

(۱) الدخان: ۵۶ (۲) النساء: ۱۶۹ (۳) الاحزاب: ۶۴-۶۵ (۴) الجن: ۲۳ (۵) البقرہ: ۱۶۷
(۶) الزخرف: ۷۵ (۷) الفاطر: ۳۶

سورۃ الزخرف میں ان کے جہنم سے نکلنے کی نفی یوں کی گئی ہے: : ﴿لاَ يُفَتَّرُ عَنهُمْ﴾ "اُن سے جہنم کا عذاب کم نہیں کیا جائے گا". (١) اور جہنم میں وہ کبھی فنا نہیں ہوں گے، فرمایا: ﴿لاَ يَمُوتُ فِيهَا وَلاَ يَحْيَا﴾ "وہ اس میں نہ مرے گا نہ زندہ ہوگا". (٢)

اور نبی ﷺ نے فرمایا: **(أما أهل النار الذين هم أهلها فإنهم لايموتون فيها ولا يحيون)** "اور جہنمی جو جہنم ہی کے اہل ہیں نہ اس میں مریں گے نہ اس میں زندہ رہیں گے". (٣) نیز نبی ﷺ نے فرمایا: **(إذا صار أهل الجنة إلى الجنة و أهل النار إلى النار جيء بالموت حتى يجعل بين الجنة والنار ثم يذبح ثم ينادي مناد "يا أهل الجنة لاموت، يا أهل النار لا موت" فيزداد أهل الجنة فرحا إلى فرحهم، ويزداد أهل النار حزنا إلى حزنهم)** "جب جنتی جنت میں اور جہنمی جہنم میں چلے جائیں گے تو موت کو لایا جائے گا، اور جنت و جہنم کے درمیان ذبح کر دیا جائے گا، پھر یہ اعلان ہوگا: "اے اہل جنت، سن لو! اب موت نہیں آئے گی، اور اے اہل جہنم، تم بھی سن لو! اب موت نہیں آئے گی" اس سے جنتیوں کی خوشیوں میں اور جہنمیوں کے غم میں مزید اضافہ ہو جائے گا". (٤) ایک روایت میں یہ الفاظ ہیں: "ہر شخص اپنے حال پر ہمیشہ رہے گا".

---

(١) الزخرف: ٧٥ (٢) الأعلیٰ: ١٣ (٣) مسلم، کتاب الایمان، باب إثبات الشفاعۃ وإخراج الموحدین من النار: ١/ ١١٧، احمد: ٣/ ٥، ٣/ ١١، ابن ماجہ، باب ذکر الشفاعۃ، رقم: ٤٣٠٩ (٤) بخاری، کتاب الرقاق، باب صفۃ الجنۃ والنار: ٧/ ٢٠٠، مسلم، کتاب الجنۃ صفتہا ونعیمہا، باب النار یدخلہا الجبارون والجنۃ یدخلہا الضعفاء: ٨/ ١٥٣

اور ایک دوسری روایت میں ہے کہ آپ ﷺ نے اس آیت کی تلاوت فرمائی: ﴿وَأَنْذِرْهُمْ يَوْمَ الْحَسْرَةِ إِذْ قُضِيَ الأَمْرُ وَهُمْ فِي غَفْلَةٍ وَهُمْ لاَ يُؤْمِنُونَ﴾ "آپ ان کو حسرت والے دن سے ڈرایئے، جس دن فیصلہ کر دیا جائے گا، اور وہ غفلت میں پڑے ہوئے ہیں، اور نہ ہی ایمان لاتے ہیں". (۱) ان حدیثوں کے علاوہ اور بہت ساری احادیث آئی ہیں.

سوال ۱۳۳: آخرت میں مؤمنین اپنے رب کو دیکھیں گے، اس کی کیا دلیل ہے؟

جواب ۱۳۳: ارشادِ الٰہی ہے: ﴿وُجُوهٌ يَوْمَئِذٍ نَاضِرَةٌ (٢٢) إِلَى رَبِّهَا نَاظِرَةٌ (٢٣)﴾ "کتنے چہرے اس دن بارونق ہوں گے، اپنے رب کو دیکھتے ہوں گے". (۲) ﴿لِلَّذِينَ أَحْسَنُوا الْحُسْنَى وَزِيَادَةٌ﴾ "جن لوگوں نے نیک کام کئے ان کے لئے خیر (جنت) ہے اور "زیادہ" یعنی اپنے رب کا دیدار بھی". (۳)

اللہ تعالیٰ نے کافروں کے بارے میں فرمایا: ﴿كَلاَّ إِنَّهُمْ عَنْ رَبِّهِمْ يَوْمَئِذٍ لَمَحْجُوبُونَ (١٥)﴾ "ہرگز نہیں! یہ لوگ اس دن اپنے رب کے دیدار سے محروم کر دیئے جائیں گے". (۴) جب اللہ تعالیٰ اپنے دشمنوں کو اپنے دیدار سے محروم کرے گا تو اپنے دوستوں کو محروم نہیں کرے گا.

بخاری ومسلم میں جریر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے وہ بیان کرتے ہیں کہ: "ہم لوگ نبی ﷺ کے پاس بیٹھے ہوئے تھے، آپ کی نظر چودھویں رات کے چاند پر پڑی تو آپ نے فرمایا: (إنكم سترون ربكم عيانا كما ترون هذا، لاتضامون في رؤيته، فإن استطعتم أن لا تغلبوا

(۱) مریم: ۳۹ (۲) القیامۃ: ۲۲-۲۳ (۳) یونس: ۲۶ (۴) المطففین: ۱۵

علی صلاۃ قبل طلوع الشمش و صلاۃ قبل غروبھا فافعلوا)
''عنقریب تم اپنے رب کو آنکھوں سے دیکھو گے، جیسے تم اس چاند کو دیکھ رہے ہو، اس کے دیکھنے میں کوئی شک نہیں ہوگا،اس لئے اگر تم استطاعت رکھو کہ فجر اور عصر کی نماز سے پیچھے نہ رہ جاؤ تو ایسا ضرور کرو''. (۱)

اس حدیث میں ''رؤیتِ رب'' کو ''رؤیتِ قمر'' سے تشبیہ دی گئی ہے، ''مرئی'' یعنی اللہ کو ''مرئی'' یعنی چاند سے نہیں. جس طرح مندرجہ ذیل حدیث میں ''سماعت'' کو ''سماعت'' سے تشبیہ دی گئی ہے: **(ضربت الملائکۃ بأجنحتھا خضعانا لقولہ کأنہ سلسلۃ علی صفوان)** ''جب اللہ تعالیٰ وحی کے ذریعہ کلام کرتا ہے تو ملائکہ اس کے قول کی بجا آوری کے لئے اپنے پروں کو مارتے ہیں، کلام الٰہی کی آواز ایسی ہے جیسے چٹان پر زنجیر گر رہی ہو''. (۲) کیونکہ اللہ تعالیٰ اپنی ذات و صفات میں کسی بھی مخلوق کی مشابہت سے منزہ وپاک ہے، اسی طرح نبی ﷺ کا کلام بھی اس قبیل کی تشبیہ دینے سے پاک ہے کیونکہ وہ ساری کائنات میں سب سے زیادہ اللہ تعالیٰ کو جاننے والے تھے.

صحیح مسلم میں صہیب رضی اللہ عنہ کی حدیث میں ہے: **(فیکشف الحجاب فما أعطوا شیئا أحب إلیھم من النظر إلی ربھم عزوجل)** ''پھر اللہ تعالیٰ حجاب ہٹالے گا، جنتیوں کو اپنے رب کے دیدار سے بڑھ کر محبوب،

---

(۱) بخاری، کتاب التوحید، باب قول اللہ تعالیٰ وجوہ یومئذ ناضرۃ الخ: ۸/۱۷۹، مسلم، کتاب المساجد، باب فضل صلاۃ الفجر والعصر: ۲/۱۱۴ (۲) بخاری، کتاب التفسیر، باب تفسیر سورۃ الحجر: ۵/۲۲۱، ابن ماجہ، رقم: ۱۹۴

جنت کی کوئی چیز نہیں ہوگی"۔ (۱)

پھر آپ نے اس آیت کی تلاوت فرمائی: ﴿لِلَّذِينَ أَحْسَنُوا الْحُسْنَى وَزِيَادَةٌ﴾ "جن لوگوں نے نیک اعمال کئے ان کے لئے "حُسنیٰ" یعنی (جنت) ہے اور "زیادہ" یعنی (رب کا دیدار) بھی"۔ (۲)

اس موضوع پر بکثرت صحیح و صریح احادیث آئی ہیں جن میں پینتالیس حدیثیں تیس سے زائد صحابیوں سے مروی (معارج القبول شرح سلم الوصول) (۳) میں ذکر کی گئی ہیں۔ جو شخص دیدار الٰہی کا انکار کرے گا، وہ کتاب اللہ اور اللہ کے رسولوں کے ذریعہ بھیجی ہوئی شریعت کا منکر ہوگا، اور ایسا شخص ضرور ان لوگوں میں سے ہوگا جن کے بارے میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: ﴿كَلَّا إِنَّهُمْ عَنْ رَبِّهِمْ يَوْمَئِذٍ لَمَحْجُوبُونَ (١٥)﴾ "ہرگز نہیں وہ ضرور اپنے رب کے دیدار سے اس دن محروم کر دیئے جائیں گے"۔ (۴) ہم اللہ تعالیٰ سے خیر و عافیت کے سائل ہیں، اور اس امر کے مشتاق ہیں کہ "دیدارِ رب" کی لذت سے نوازے جائیں۔ آمین

سوال ۱۳۴: شفاعت پر ایمان لانے کی کیا دلیل ہے؟ اور کب کس کی شفاعت کس کے لئے ہوگی؟

جواب ۱۳۴: اللہ تعالیٰ نے اپنی کتاب میں متعدد جگہوں پر شفاعت کا اثبات بھاری قیود کے ساتھ کیا ہے، اور یہ بتایا ہے کہ شفاعت کا حق صرف اللہ تعالیٰ ہی کو حاصل ہے،

(۱) مسلم، کتاب الایمان، باب اِثبات رؤیۃ المؤمنین فی الآخرۃ ربہم: ۱/۱۱۲، ترمذی، ابواب صفۃ الجنۃ، باب ما جاء فی رؤیۃ الرب تبارک و تعالیٰ: ۴/۶۸۷ رقم: ۲۵۵۲ (۲) یونس: ۲۶ (۳) مصنف کی عقیدۂ توحید و رسالت پر معرکۃ الآراء کتاب۔ (۴) المطففین: ۱۵

اس میں کسی کو ادنی قسم کا اختیار نہیں. ارشاد ربانی ہے: ﴿قُلْ لِلّٰهِ الشَّفَاعَةُ جَمِيعًا﴾ "آپ کہہ دیجئے! ساری شفاعت کا حق اللہ تعالیٰ ہی کو حاصل ہے". (۱)

رہا یہ سوال کہ شفاعت کب ہوگی؟ تو اللہ تعالیٰ نے یہ بھی بتلادیا ہے کہ اس کی اجازت کے بغیر شفاعت نہیں ہوگی. ارشادِ الٰہی ہے: ﴿مَنْ ذَا الَّذِي يَشْفَعُ عِنْدَهُ إِلاَّ بِإِذْنِهِ﴾ "کون ہے جو اللہ کے اِذن کے بغیر اس کے پاس شفاعت کرے؟". (۲) ﴿مَا مِنْ شَفِيعٍ إِلاَّ مِنْ بَعْدِ إِذْنِهِ﴾ "اللہ کے اِذن سے پہلے کوئی بھی شفاعت نہیں کر سکے گا". (۳) ﴿وَكَمْ مِنْ مَلَكٍ فِي السَّمٰوَاتِ لاَ تُغْنِي شَفَاعَتُهُمْ شَيْئًا إِلاَّ مِنْ بَعْدِ أَنْ يَأْذَنَ اللّٰهُ لِمَنْ يَشَاءُ وَيَرْضَى (٢٦)﴾ "آسمان میں کتنے ملائکہ ہیں، جن کی شفاعت کچھ بھی کام نہیں دے گی، مگر اس کے بعد کہ اللہ تعالیٰ جس کے لئے چاہے اجازت دیدے اور اس کے لئے شفاعت کرنے سے راضی ہو". (۴) ﴿وَلاَ تَنْفَعُ الشَّفَاعَةُ عِنْدَهُ إِلاَّ لِمَنْ أَذِنَ لَهُ﴾ "اللہ کے پاس کسی کی شفاعت کسی کے لئے کام نہیں آتی مگر اس کے لئے جس کی نسبت وہ اجازت دیدے". (۵)

رہا یہ سوال کہ شفاعت کون لوگ کریں گے؟ تو جس طرح اللہ تعالیٰ نے یہ خبر دی ہے کہ اس کے اذن سے پہلے کوئی شفاعت نہیں کر سکے گا، اسی طرح یہ بھی بتلادیا ہے کہ اس کا اذن "اُس کے محبوب و مختار اَولیاء" کو ملے گا. ارشاد ہے: ﴿ لاَ يَتَكَلَّمُونَ إِلاَّ مَنْ أَذِنَ لَهُ الرَّحْمٰنُ وَقَالَ صَوَابًا﴾ "وہاں کوئی شفاعت کا اختیار نہیں رکھے گا مگر ہاں! رحمٰن جس کو بولنے کا اذن دیدے، اور وہ بات بھی درست کہے". (۶) ﴿لاَ يَمْلِكُونَ الشَّفَاعَةَ إِلاَّ مَنِ اتَّخَذَ عِنْدَ الرَّحْمٰنِ

(۱) الزمر: ۴۴ (۲) البقرہ: ۲۵۵ (۳) یونس: ۳ (۴) النجم: ۲۶ (۵) سبأ: ۲۳ (۶) الأنبیاء: ۳۸

عَهْداً (۸۷) ﴾ "وہاں کوئی شفاعت کا اختیار نہیں رکھے گا مگر ہاں! جس نے رحمٰن کے پاس سے اجازت لی ہے". (۱)

اور رہا یہ سوال کہ شفاعت کس کے لئے ہوگی تو اللہ تعالیٰ نے یہ بھی قرآن میں بتلادیا ہے کہ وہ اسی کے لئے شفاعت کا اذن دے گا جس سے وہ خوش ہوگا. ارشاد ہے: ﴿وَلاَ يَشْفَعُونَ إِلاَّ لِمَنِ ارْتَضَى﴾ "اور کسی کی شفاعت نہیں کر سکتے بجز اس کے جس کے لئے شفاعت کرنے کی اللہ تعالیٰ کی مرضی ہو". (۲) ﴿يَوْمَئِذٍ لاَ تَنفَعُ الشَّفَاعَةُ إِلاَّ مَنْ أَذِنَ لَهُ الرَّحْمَنُ وَرَضِيَ لَهُ قَوْلاً (۱۰۹) ﴾ "اس دن کسی کو کسی کی شفاعت فائدہ نہیں دے گی مگر ایسے شخص کو جس کے واسطے رحمٰن نے اجازت دیدی ہو، اور اس کے واسطے بولنا پسند کرلیا ہو". (۳)

اور یہ معلوم ہے کہ اہل توحید و اخلاص کے علاوہ اللہ سبحانہ کسی سے خوش نہیں ہوگا، جو لوگ موحد و مخلص نہیں ہیں ان کے بارے میں ارشاد ربانی ہے: ﴿مَا لِلظَّالِمِينَ مِنْ حَمِيمٍ وَلاَ شَفِيعٍ يُطَاعُ﴾ "ظالموں کا کوئی مخلص دوست ہوگا نہ سفارشی جس کی بات مانی جائے". (۴) ﴿فَمَا لَنَا مِنْ شَافِعِينَ (۱۰۰) وَلاَ صَدِيقٍ حَمِيمٍ (۱۰۱) ﴾ "ہمارے نہ سفارشی ہیں نہ جگری دوست". (۵) ﴿فَمَا تَنفَعُهُمْ شَفَاعَةُ الشَّافِعِينَ (٤٨) ﴾ "سفارشیوں کی سفارش انہیں فائدہ نہیں دے گی". (۶)

نبی کریم ﷺ نے ہمیں خبر دی ہے کہ آپ کو شفاعت کا اختیار دیا گیا ہے، لیکن آپ نے یہ بھی بتایا کہ آپ عرش کے نیچے سجدہ میں گر پڑیں گے، اور

(۱) مریم: ۸۷ (۲) الأنبیاء: ۲۸ (۳) طٰہٰ: ۱۰۹ (۴) غافر: ۱۸ (۵) الشعراء: ۱۰۰-۱۰۱ (۶) المدثر: ۴۸

اپنے رب کی ایسی تعریف کرینگے جو آپ کے دل میں اسی وقت ڈالی جائیگی، آپ اُس وقت تک شفاعت نہیں کرینگے جب تک آپ سے یہ نہیں کہا جائے گا(ارفع رأسك و قل يُسمَع ،وسَلْ تُعْطَ واشفع تُشَفَّع) "آپ اپنا سر اٹھایئے، کہئے آپ کی سنی جائیگی، مانگئے آپ کو دیا جائے گا، شفاعت کیجئے آپ کی شفاعت قبول کی جائیگی". (۱)

نبی ﷺ نے یہ بھی بتایا کہ ایک ہی مرتبہ سارے گنہگار اہل توحید کے لئے آپ شفاعت نہیں کریں گے بلکہ آپ نے فرمایا: (فَيُحدُّلي حدًّا فأُدخلهم الجنة) "میرے لئے ایک حد مقرر کی جائے گی، اور میں ان کو جنت میں لے جاؤں گا". (۲)

پھر آپ دوبارہ عرش کے نیچے سجدہ میں گر پڑیں گے، پھر آپ کے لئے ایک حد مقرر کی جائے گی......". نبی کریم ﷺ سے ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے دریافت کیا: "وہ خوش نصیب کون ہوگا جو آپ کی شفاعت سے سرفراز ہوگا؟ آپ نے فرمایا: (من قال لا إله إلا الله خالصا من قلبه) "وہ شخص ہوگا جس نے خالص دل سے لاالٰہ الااللہ کی شہادت دی ہوگی". (۳)

سوال ۱۳۵: شفاعت کی کتنی قسمیں ہیں؟ اور سب سے بڑی شفاعت کون سی ہے؟

جواب ۱۳۵: سب سے بڑی شفاعت میدان محشر کی ہوگی جب اللہ تعالیٰ بندوں کے

(۱) بخاری، کتاب الرقاق، باب صفۃ الجنۃ والنار: ۷/ ۲۰۳، مسلم، کتاب الإیمان، باب أدنی أھل الجنۃ منزلۃ: ۱/ ۲۴ (۲) بخاری، کتاب الرقاق، باب صفۃ الجنۃ والنار: ۷/ ۲۰۳ مسلم، کتاب الإیمان، باب أدنی أھل الجنۃ منزلۃ: ۱/ ۲۴ (۳) بخاری، کتاب الرقاق، باب صفۃ الجنۃ والنار: ۷/ ۲۰۴، مسند احمد: ۲/ ۳۷۳.

درمیان فیصلہ کے لئے آئے گا،اور یہ شفاعت ہمارے نبی محمد ﷺ کے ساتھ خاص ہے،اور یہی "مقام محمود" ہے جس کا اللہ تعالیٰ نے آپ کو عطا کرنے کا وعدہ فرمایاہے،ارشاد ربانی ہے: ﴿عَسَىٰ أَنْ يَبْعَثَكَ رَبُّكَ مَقَامًا مَحْمُودًا﴾ "عنقریب آپ کا رب آپ کو "مقام محمود" پر فائز کرے گا". (۱)

وہ شفاعت اس طرح ہوگی کہ میدانِ محشر میں تکلیف و تنگی سخت ہوگی، قیام لمبا کھنچتا چلا جائے گا، پریشانیاں شدید ترین ہوتی چلی جائیگی، منہ تک لوگ پسینوں میں ڈوبے ہونگے، تو لوگ ایک ایک کر کے آدم، نوح، ابراہیم، موسیٰ اور عیسیٰ علیہم السلام کے پاس جائیں گے،اور سب کے سب "نفسی نفسی" یعنی مجھے اپنی پڑی ہے اپنی پڑی ہے کہیں گے،سب سے اخیر میں ہمارے نبی محمد ﷺ کے پاس آئیں گے، آپ فرمائیں گے کہ: (أنا لها) "میں شفاعت کا مجاز ہوں". (۲) جیساکہ بخاری ومسلم کی روایات میں اس کی تفصیل پر مذکور ہے.

دوسری شفاعت،جنت کا دروازہ کھلوانے کے لئے ہوگی،سب سے پہلے ہمارے رسول محمد ﷺ دروازہ کھلوائیں گے،اور سب سے پہلے آپ کی امت جنت میں داخل ہوگی.

تیسری شفاعت ان لوگوں کے لئے ہوگی جن کو جہنم میں داخل کئے جانے کا حکم ہوگا. اور شفاعت کر کے ان کو داخل ہونے سے بچالیا جائے گا.

چوتھی شفاعت ان گنہگار اہل توحید کے لئے ہوگی جن کا حلیہ جہنم میں جل کر بگڑ چکا ہوگا،اور وہ کوئلہ کی مانند ہو چکے ہونگے،ان کو "نہر حیات" میں نہلایا جائے گا ،جس سے ان کا جسم دوبارہ اسی طرح بھر جائیگا جیسے پرنالہ میں گھاس اُگ آتی ہے.

(۱) الإسراء: ۷۹ (۲) بخاری: ۷/ ۲۰۳ باب صفة الجنة والنار، مسلم: ۱/ ۱۲۴ باب ادنی أهل الجنة منزلة.

پانچویں شفاعت جنتیوں کے درجات بلند کرنے کے لئے ہوگی،اور یہ تینوں شفاعتیں ہمارے نبی ﷺ کے ساتھ خاص نہیں ہیں، بلکہ دوسرے انبیاء، ملائکہ، اولیاء اور مقربین بھی کریں گے، مگر آپ ﷺ سب سے پہلے کریں گے، پھر اللہ تعالیٰ بلا شفاعت کے اپنی رحمتِ خاص سے کچھ جہنمیوں کو نکالیں گے جن کی تعداد اللہ ہی کو معلوم ہے اور پھر وہ جنت میں داخل ہوں گے.

چھٹی شفاعت بعض کفار کے عذاب میں تخفیف کے لئے ہوگی،اور یہ شفاعت ہمارے نبی ﷺ کے ساتھ خاص ہے، آپ صرف اپنے چچا ابو طالب کے لئے شفاعت کریں گے جیسا کہ بخاری و مسلم کی روایت میں ہے". (١)

جہنم کا مطالبہ بڑھتا چلا جائے گا، جہنم کہے گی: ﴿هَلْ مِنْ مَزِيدٍ﴾ "کیا اور جہنمی ہیں؟؟" (٢) "یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ اپنا قدم مقدس جہنم کے اندر ڈال دے گا تو جہنم کہے گی "قط قط" "بس، بس" تیری عزت کی قسم! اور جہنم کا ایک حصہ دوسرے سے سمٹ جائیگا، اور جنت میں ابھی وُسعت باقی رہ جائے گی تو اللہ تعالیٰ دوسرے لوگوں کو پیدا کرے گا پھر ان کو جنت میں داخل کرے گا". (٣)

اس کے علاوہ اس سلسلہ میں قرآن و سنت میں بے شمار نصوص موجود ہیں.

سوال ١٣٦: کیا کوئی اپنے عمل کے بدلے جنت میں جا سکتا ہے؟ یا جہنم سے نجات پا سکتا ہے؟

جواب ١٣٦: کوئی بھی اپنے عمل کے بدلے جنت میں نہیں جا سکتا اور نہ ہی جہنم سے نجات

(١) بخاری، باب صفة الجنة والنار: ٢٠٣/٧، مسلم، کتاب الأیمان، باب شفاعة النبی ﷺ لأبی طالب والتخفیف عنہ بہ: ١٣٥/٧ (٢) ق: ٣٠ (٣) بخاری، کتاب الأیمان والنذور، باب الحلف بعزة اللہ: ٢٢٥/٧، مسلم، باب النار یدخلها الجبارون: ١٥١/٨

پاسکتا ہے، نبی کریم ﷺ نے فرمایا: (قاربوا وسدِّدوا واعلموا أنه لن ينجو أحد منكم بعمله قالوا يا رسول الله ولا أنت؟قال:ولاأنا إلا أن يتغمدني الله برحمة منه و فضل) ”دین سے قربت پیدا کرو، درست راستہ پر رہو اور یاد رکھو کہ کوئی شخص اپنے عمل کے بدلے جہنم سے نجات نہیں پاسکتا. صحابہ کرام نے دریافت کیا، اے اللہ کے رسول! آپ بھی نہیں؟ آپ نے فرمایا: ہاں! میں بھی نہیں، مگر یہ کہ اللہ کا فضل اور اس کی رحمت مجھے ڈھانپ لے“. (۱)

اور ایک دوسری روایت کے الفاظ اس طرح ہیں: ”درست راستہ پر قائم رہو، اللہ سے قربت حاصل کرو، اور خوش خبری لے لو. کیونکہ کسی کو بھی اس کا عمل جنت میں نہیں لے جاسکتا، صحابہ کرام نے دریافت کیا: کیا آپ بھی اپنے عمل کے بدلے جنت میں نہیں جائیں گے؟ آپ نے فرمایا: ہاں! میں بھی نہیں جاؤں گا، مگر یہ کہ اللہ کی رحمت مجھے ڈھانک لے، یاد رکھو! اللہ تعالیٰ کے نزدیک سب سے پسندیدہ وہ عمل ہے جس پر مداومت برتی جائے، خواہ وہ تھوڑا ہی کیوں نہ ہو“.

سوال ۱۳۷: مذکور حدیث اور آیت ﴿وَنُودُوا أَنْ تِلْكُمُ الْجَنَّةُ أُورِثْتُمُوهَا بِمَا كُنْتُمْ تَعْمَلُونَ﴾ ”اور ان سے پکار کر کہا جائے گا کہ تم اس جنت کے وارث اپنے اعمال کے بدلہ بنادیئے گئے ہو“. (۲) کے درمیان کیسے تطبیق دی جاسکتی ہے؟

جواب ۱۳۷: بحمد اللہ آیت و حدیث کے مابین کوئی تضاد نہیں ہے، کیونکہ آیت میں ”با“ سبب بیان کرنے کے لئے ہے، اس لئے اعمال صالحہ دخول جنت کا سبب ہیں،

(۱) مسلم، باب لن یدخل احد الجنۃ بعملہ بل برحمۃ اللہ: ۸/۱۴۰، بخاری، باب القصد والمداومۃ علی العمل: ۷/۱۸۳ (۲) الآعراف: ۴۳

اور حدیث میں ''با'' قیمت بیان کرنے کے لئے ہے، حدیث میں اس امر کی نفی کی گئی ہے کہ اعمال صالحہ جنت کی قیمت بنیں گی، کیونکہ اگر کسی کی عمر پوری کائنات کی عمر کے برابر ہو جائے اور وہ پوری عمر دن کو روزہ، اور رات کو تہجد پڑھتا رہے، نیز تمام معاصی و محرمات سے اجتناب کرتا رہے، تب بھی اس کا یہ عمل اللہ تعالیٰ کی ظاہری و باطنی نعمتوں میں سے سب سے چھوٹی نعمت کے دسویں حصہ کی قیمت نہیں بن سکتا، تو پھر جنت کی قیمت کیسے بن سکتا ہے''. اے اللہ ہمیں بخش دے، ہم پر رحم فرما، تو سب سے بہتر رحم کرنے والا ہے.

سوال ۱۳۸: ایمان بالقدر مجمل کی کیا دلیل ہے؟

جواب ۱۳۸: ارشاد ربانی ہے: ﴿وكَانَ أَمْرُ اللهِ قَدَرًا مَقْدُورًا﴾ ''اور اللہ کا امر تو پہلے ہی سے تجویز کیا ہوا ہوتا ہے''.[1] نیز فرمایا: ﴿لِيَقْضِيَ اللهُ أَمْرًا كَانَ مَفْعُولًا﴾ ''تاکہ اللہ تعالیٰ کو جو کام کرنا منظور تھا اس کی تکمیل کر دے''.[2] نیز فرمایا: ﴿وكَانَ أَمْرُ اللهِ مَفْعُولًا﴾ ''اللہ کا حکم تو پہلے ہی سے مقدر ہے''.[3] نیز فرمایا: ﴿مَا أَصَابَ مِنْ مُصِيبَةٍ إِلاَّ بِإِذْنِ اللهِ وَمَنْ يُؤْمِنْ بِاللهِ يَهْدِ قَلْبَهُ﴾ ''کوئی مصیبت نہیں لگتی مگر اللہ تعالیٰ کے اذن سے، اور جو اللہ تعالیٰ پر ایمان لائے گا اللہ اس کے دل کو راستہ بتائے گا''.[4] نیز فرمایا: ﴿وَمَا أَصَابَكُمْ يَوْمَ الْتَقَى الْجَمْعَانِ فَبِإِذْنِ اللهِ﴾ ''تمہیں دو لشکروں کے مڈبھیڑ کے دن جو مصیبت لگی ہے وہ اللہ کے اذن سے لگی ہے''.(۵)

نیز فرمایا: ﴿الَّذِينَ إِذَا أَصَابَتْهُمْ مُصِيبَةٌ قَالُوا إِنَّا لِلهِ وَإِنَّا إِلَيْهِ

(۱) الأحزاب: ۳۸ (۲) الأنفال: ۴۲ (۳) الأحزاب: ۳۷

(۴) التغابن: ۱۱ (۵) آل عمران: ۱۶۶

(۱۵٦) أُولَئِكَ عَلَيْهِمْ صَلَوَاتٌ مِنْ رَبِّهِمْ وَرَحْمَةٌ وَأُولَئِكَ هُمُ الْمُهْتَدُونَ (۱۵۷) ﴾ ”وہ لوگ ایسے ہیں کہ جب انہیں مصیبت لگتی ہے تو کہتے ہیں ”بے شک ہم اللہ کے لئے ہیں، اور اسی کی طرف لوٹ کر جانا ہے“ انہی لوگوں پر ان کے رب کی طرف سے سلامتی ورحمت ہوتی ہے، اور یہی لوگ ہدایت یافتہ ہیں“.⁽¹⁾

حدیث جبریل میں گذر چکا ہے: (وتؤمن بالقدر خيره و شره) ”اور یہ کہ تقدیر کے خیر وشر پر ایمان لاؤ“. نبی کریم ﷺ نے فرمایا: (واعلم أن ما أصابك لم يكن ليخطئك وما أخطأك لم يكن ليصيبك) ”یاد رکھو! جو مصیبت تم پر آئی ہے وہ تم سے خطا کرنے والی نہیں تھی، اور جو تم پر نہیں آئی وہ تمہیں لگنے والی نہیں تھی“.⁽²⁾

نیز نبی ﷺ نے فرمایا: (وإن أصابك شيء فلا تقل لو أني فعلت كذا لكان كذا ولكن قل قدّر الله وما شاء فعل) ”اگر تمہیں کوئی مصیبت لگے تو یہ نہ کہو کہ ”اگر میں ایسا کرتا تو ایسا نہیں ہوتا“ بلکہ یوں کہو ”یہ اللہ کا مقدر کیا ہوا ہے اور وہ جو چاہتا ہے کرتا ہے“.⁽³⁾

نیز نبی ﷺ نے فرمایا: (كل شيء بقدر حتى العجز والكيس) ”ہر چیز تقدیر میں لکھی ہوئی ہے یہاں تک کہ عجز ودرماندگی اور چالاکی وعقلمندی بھی“.⁽⁴⁾ اس کے علاوہ اور بہت ساری حدیثیں آئی ہیں.

---

(۱) البقرہ: ۱۵٦-۱۵۷ (۲) ابوداود، کتاب السنۃ، باب فی القدر رقم: ۴٦۹۹، ابن ماجہ، رقم: ۷۷، مسند احمد: ۵/ ۱۸۵ علاّمہ البانی نے صحیح الجامع رقم: ۵۱۲۰، میں اسے صحیح قرار دیا ہے. (۳) مسلم، کتاب القدر، باب فی الأمر بالقوۃ وترک العجز: ۸/ ۲۵٦ (۴) مسلم، کتاب القدر، باب کل شیء بقدر: ۸/ ۵۱-۵۲، مسند احمد: ۱/ ۲۲، المؤطا: ۲/ ۸۹۹ باب النھی عن القول بالقدر.

سوال۱۳۹: ایمان بالقدر کے کتنے درجے ہیں؟

جواب۱۳۹: ایمان بالقدر کے چار درجے ہیں:

(۱) پہلا درجہ اللہ تعالیٰ کے علم پر ایمان جو ہر چیز کو محیط ہے، اس سے نہ آسمانوں میں ذرہ برابر کوئی چیز پوشیدہ ہے اور نہ ہی زمین میں، نیز اللہ تعالیٰ مخلوقات کی تخلیق سے پہلے ہی تمام مخلوقات کا علم رکھتا تھا، نیز اس سے ان کے رزق، موت وحیات، اقوال واعمال، حرکات وسکنات، اسرار وظواہر سب کا علم ہے، اور اس امر کا بھی علم ہے کہ کون جنتی ہے اور کون جہنمی.

(۲) دوسرا درجہ، مذکورہ امور کے لکھے جانے پر ایمان، اور اس امر پر ایمان کہ اللہ تعالیٰ نے ان تمام امور کو لکھ رکھا تھا جو اس کے علم میں ہونے والے تھے. اس ضمن میں "لوح وقلم" پر ایمان بھی آجاتا ہے.

(۳) تیسرا درجہ، اللہ تعالیٰ کی مشیتِ نافذہ اور ہمہ گیر قدرت پر ایمان، اور یہ مشیت وقدرت **ما کان اور ما یکون** (جو کچھ ہوا اور جو کچھ ہونے والا ہے) دونوں جہت سے آپس میں لازم وملزوم ہیں لیکن **(لم یکن)** اور **(لایکون)** (جو نہ ہوا اور نہ ہونے والا ہے) کی جہت سے لازم وملزوم نہیں. اللہ تعالیٰ جو چاہے وہ اس کی قدرت سے لامحالہ ہونے والا ہے اور جو نہ چاہے وہ ہونے والا نہیں، اس وجہ سے نہیں کہ اللہ تعالیٰ اس پر قادر نہیں، بلکہ اس وجہ سے کہ اللہ تعالیٰ کی مشیت اس کی مقتضی نہیں. ارشاد ربانی ہے: **﴿وَمَا كَانَ اللّٰهُ لِيُعْجِزَهُ مِنْ شَيْءٍ فِي السَّمٰوَاتِ وَلَا فِي الْأَرْضِ إِنَّهُ كَانَ عَلِيمًا قَدِيرًا﴾** "اللہ تعالیٰ ایسا نہیں ہے کہ کوئی چیز اس کو عاجز کردے نہ آسمانوں میں نہ زمین میں، وہ بڑا علم والا اور

بڑی قدرت والا ہے". (۱)

(۴) چوتھا درجہ اس امر پر ایمان کہ اللہ تعالیٰ ہر چیز کا خالق ہے، اور اس امر پر ایمان کہ وہ آسمان وزمین اور ان دونوں کے مابین ہر ہر ذرہ کا ہی خالق نہیں، بلکہ اس کے تمام حرکات وسکنات کا بھی وہی خالق بھی ہے، اس کے علاوہ نہ کوئی خالق ہے نہ کوئی رب.

سوال ۱۴۰: پہلے درجہ "ایمان بالعلم" کی کیا دلیل ہے؟

جواب ۱۴۰: تقدیر کے پہلے درجہ "ایمان بالعلم" کی دلیل یہ ارشادِ ربانی ہے: ﴿**هُوَ اللّٰهُ الَّذِي لاَ إِلَٰهَ إِلاَّ هُوَعَالِمُ الْغَيْبِ وَالشَّهَادَةِ**﴾ "وہ اللہ ہے، اس کے سوا کوئی معبود برحق نہیں، وہ غیب وحاضر کا علم رکھتا ہے". (۲) نیز: ﴿**وَأَنَّ اللّٰهَ قَدْ أَحَاطَ بِكُلِّ شَيْءٍ عِلْمًا**﴾ "اللہ کے علم سے کوئی چیز باہر نہیں". (۳) نیز: ﴿**عَالِمِ الْغَيْبِ لاَ يَعْزُبُ عَنْهُ مِثْقَالُ ذَرَّةٍ فِي السَّمَوَاتِ وَلاَ فِي الأَرْضِ وَلاَ أَصْغَرُ مِنْ ذَٰلِكَ وَلاَ أَكْبَرُ**﴾ "وہ عالم الغیب ہے، اس سے ذرہ برابر کوئی شئی پوشیدہ نہیں، نہ آسمانوں میں، نہ زمین میں، نہ اس سے چھوٹی نہ بڑی". (۴)

نیز ﴿**وَعِنْدَهُ مَفَاتِحُ الْغَيْبِ لاَ يَعْلَمُهَا إِلاَّ هُوَ**﴾ "اسی کے پاس غیب کی کنجیاں ہیں، غیب اس کے سوا کوئی نہیں جانتا". (۵) ﴿**اللّٰهُ أَعْلَمُ حَيْثُ يَجْعَلُ رِسَالَتَهُ**﴾ "اللہ بہتر جانتا ہے کہ اسے اپنی رسالت کہاں بھیجنا ہے". (۶)

نیز: ﴿**إِنَّ رَبَّكَ هُوَ أَعْلَمُ بِمَنْ ضَلَّ عَنْ سَبِيلِهِ وَهُوَ أَعْلَمُ بِالْمُهْتَدِينَ(۷)**﴾ "اللہ خوب جانتا ہے کہ کون اس کے راستہ سے گمراہ ہوگیا ہے

(۱) فاطر: ۴۴ (۲) الحشر: ۲۲ (۳) الطلاق: ۱۲ (۴) سبأ: ۳
(۵) الأنعام: ۵۹ (۶) الأنعام: ۱۲۴

اور وہی ہدایت یاب لوگوں کو بھی جانتا ہے"۔ (۱) نیز:﴿أَلَيْسَ اللّٰهُ بِأَعْلَمَ بِالشَّاكِرِينَ﴾ "کیا اللہ تعالیٰ شکر گذاروں کو نہیں جانتا"۔ (۲) نیز:﴿أَوَلَيْسَ اللّٰهُ بِأَعْلَمَ بِمَا فِي صُدُورِ الْعَالَمِينَ﴾ "کیا اللہ تعالیٰ دنیاوالوں کے سینوں کی باتوں کو نہیں جانتا"۔ (۳) نیز:﴿وَإِذْ قَالَ رَبُّكَ لِلْمَلَائِكَةِ إِنِّي جَاعِلٌ فِي الْأَرْضِ خَلِيفَةً قَالُوا أَتَجْعَلُ فِيهَا مَنْ يُفْسِدُ فِيهَا وَيَسْفِكُ الدِّمَاءَ وَنَحْنُ نُسَبِّحُ بِحَمْدِكَ وَنُقَدِّسُ لَكَ قَالَ إِنِّي أَعْلَمُ مَا لاَ تَعْلَمُونَ(۳۰)﴾ "اس واقعہ کا ذکر کرو، جب آپ کے رب نے ملائکہ سے کہا: میں زمین میں خلیفہ بنانے والا ہوں" ملائکہ نے کہا: "کیا آپ زمین میں ایسے کو خلیفہ بنائیں گے جو اس میں فساد پھیلائے گا اور خون بہائے گا، جب کہ ہم آپ کی حمد و تقدیس برابر کرتے رہتے ہیں؟ اللہ نے کہا: میں جو جانتا ہوں تم نہیں جانتے"۔ (۴) نیز فرمایا:﴿ وَعَسَى أَنْ تَكْرَهُوا شَيْئًا وَهُوَ خَيْرٌ لَكُمْ وَعَسَى أَنْ تُحِبُّوا شَيْئًا وَهُوَ شَرٌّ لَكُمْ وَاللّٰهُ يَعْلَمُ وَأَنْتُمْ لاَ تَعْلَمُونَ﴾ "ایسا ممکن ہے کہ تم کسی چیز کو ناپسند کرو اور وہ چیز واقعی تمہارے لئے بہتر ہو، اور یہ بھی ممکن ہے کہ تم کسی چیز کو پسند کرو، اور واقعتاً وہ تمہارے لئے شر ہو، اللہ جانتا ہے تم نہیں جانتے"۔ (۵)

بخاری و مسلم کی روایت ہے: (قال رجل:یا رسول الله !أيُعرف أهل الجنة من أهل النار؟ قال نعم.قال ففيم يعمل العاملون؟ قال "كل يعمل لما خلق له أولما يُسّر له) "ایک آدمی نے پوچھا: اے اللہ کے رسول! کیا جنتی اور جہنمی کی الگ الگ پہچان ہو چکی ہے؟ آپ نے فرمایا، ہاں!

(۱) القلم: ۷ (۲) الأنعام: ۵۳ (۳) العنکبوت: ۱۰ (۴) البقرہ: ۳۰ (۵) البقرہ: ۲۱۶

اس نے دریافت کیا: پھر لوگ عمل کس بات کے لئے کرتے ہیں؟ آپ نے فرمایا: ”ہر شخص وہ عمل کرتا ہے جس کے لئے وہ پیدا کیا گیا ہے یا آپ نے فرمایا: وہی عمل کرتا ہے جو اس کے لئے آسان بنایا گیا ہے“.(١) اسی روایت میں یہ بات بھی ہے کہ نبی کریم ﷺ سے مشرکوں کی اولاد کے سلسلہ میں دریافت کیا گیا تو آپ نے فرمایا: (**الله أعلم بما كانوا عاملين**) ”اللہ بہتر جانتا ہے کہ وہ کیا عمل کرنے والے ہوتے“.(٢)

صحیح مسلم کی روایت میں ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا: (**إن الله خلق للجنة أهلا خلقهم لها و هم فى أصلاب آبائهم و خلق للنار أهلا خلقهم لها وهم فى أصلاب آباءهم**) ”اللہ تعالیٰ نے جنت کے لئے کچھ لوگوں کو پیدا کیا، اور اس وقت پیدا کیا جب وہ اپنے باپ کی پشتوں میں تھے، اور کچھ لوگوں کو جہنم کے لئے پیدا کیا، اور ان کو بھی اس وقت پیدا کیا جب وہ اپنے آباء کی پشتوں میں تھے“.(٣)

صحیح مسلم میں یہ روایت بھی آئی ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا: (**إن الرجل ليعمل عمل أهل الجنة فيما يبدو للناس و هو من أهل النار، وإن الرجل ليعمل عمل أهل النار فيما يبدو للناس وهو من أهل الجنة**) ”آدمی بظاہر لوگوں کی نظر میں جنت والا عمل کرتا ہے حالانکہ وہ جہنمی ہے،

---

(١) بخاری، کتاب القدر، باب جف القلم علی علم اللہ: ٢١٠/٧، مسلم، کتاب القدر، باب کیفیۃ خلق الآدمی فی بطن أمہ: ٤٨/٨. (٢) بخاری، کتاب القدر، باب اللہ أعلم بما کانوا عاملین: ٢١٠/٧، مسلم، باب معنی کل مولود یولد علی الفطرۃ الخ: ٥٤/٨. (٣) مسلم، کتاب القدر، باب کل مولود یولد علی الفطرۃ: ٥٥/٨، ابوداؤد، باب فی ذراری المشرکین رقم: ٤٧١٣، احمد: ٢٠٨/٦

اور ایسا بھی ہے کہ بظاہر آدمی جہنم والا عمل کرتا ہے اور وہ جنتی ہے"۔ (۱)

ایک روایت میں نبی ﷺ نے فرمایا: (**ما منکم من نفس إلا وقدعلم الله منزلها من الجنة والنار قالوا یا رسول الله فلم نعمل أفلانتکل،قال: لا اعملوا فکل میسر لما خلق له**) ثم قرأ: ﴿**فَأَمَّا مَنْ أَعْطَى وَاتَّقَى(٥) وَصَدَّقَ بِالْحُسْنَى(٦) فَسَنُيَسِّرُهُ لِلْيُسْرَى (٧) وَأَمَّا مَنْ بَخِلَ وَاسْتَغْنَى(٨) وَكَذَّبَ بِالْحُسْنَى(٩) فَسَنُيَسِّرُهُ لِلْعُسْرَى (١٠)**﴾ "تم میں کوئی بھی بندہ نہیں ہے مگر اللہ تعالیٰ اس کی جنت و جہنم کا ٹھکانا جانتا ہے" صحابہ کرام نے دریافت کیا: اے اللہ کے رسول! پھر ہم کیوں عمل کریں؟ کیا ہم اس پر بھروسہ نہ کرلیں؟ آپ نے فرمایا: نہیں! عمل کرتے جاؤ، ہر آدمی کے لئے وہی آسان کر دیا جاتا ہے جس کے لئے وہ پیدا کیا گیا ہے" پھر آپ نے یہ آیت تلاوت فرمائی "جس نے اللہ کے راستہ میں مال دیا، اور اللہ سے ڈرا، اور اچھی بات (ملت اسلام) کو سچا سمجھا تو ہم اس کو راحت کی چیز کے لئے سامان دیں گے، اور جس نے بخل کیا، اور اللہ سے بے نیازی برتی، اور اچھی بات (اسلام) کو جھٹلایا، تو ہم اس کو تکلیف کی چیز کے لئے سامان دیں گے"۔ (۲)

سوال ۱۴۱: تقدیر پر ایمان لانے کا دوسرا درجہ یعنی تقدیر لکھے جانے کی کیا دلیل ہے؟

جواب ۱۴۱: تقدیر لکھے جانے کی دلیل یہ ارشاد ربانی ہے: ﴿**وَكُلَّ شَيْءٍ أَحْصَيْنَاهُ فِي إِمَامٍ مُبِينٍ**﴾ "ہم نے ہر شے کو واضح کتاب میں ضبط کر رکھا ہے"۔ (۳) نیز فرمایا:

(۱) بخاری، باب العمل بالخواتیم: ۷/۲۱۳، مسلم، باب کیفیۃ خلق الآدمی فی بطن أمه: ۸/۴۹۔

(۲) اللیل: ۵-۱۰ (۳) یس: ۱۲

﴿إِنَّ ذَلِكَ فِي كِتَابٍ﴾ "یہ امر کتاب میں لکھا ہوا ہے"۔ (١) فرعون نے موسیٰ علیہ السلام سے پوچھا: ﴿فَمَا بَالُ الْقُرُونِ الأُولَى(٥١) قَالَ عِلْمُهَا عِنْدَ رَبِّي فِي كِتَابٍ لاَ يَضِلُّ رَبِّي وَلاَ يَنسَى(٥٢)﴾ "پہلی امتوں کے بارے میں کیا کہتے ہو؟ موسیٰ علیہ السلام نے جواب دیا: اس کا علم میرے رب کے پاس کتاب میں ہے، میرا رب نہ غلطی کرتا ہے نہ بھولتا ہے"۔ (٢)

نیز: ﴿وَمَا تَحْمِلُ مِنْ أُنثَى وَلاَ تَضَعُ إِلاَّ بِعِلْمِهِ وَمَا يُعَمَّرُ مِنْ مُعَمَّرٍ وَلاَ يُنقَصُ مِنْ عُمُرِهِ إِلاَّ فِي كِتَابٍ إِنَّ ذَلِكَ عَلَى اللَّهِ يَسِيرٌ(١١)﴾ "کسی مادہ کو نہ حمل رہتا ہے اور نہ وہ جنتی ہے مگر یہ سب اس کے علم میں ہوتا ہے، اور نہ کسی کی عمر دراز ہوتی ہے یا اس کی عمر کم ہوتی ہے مگر یہ کتاب میں لکھا ہوا ہے، یہ سب اللہ پر بہت آسان ہے"۔ (٣)

نبی کریم ﷺ نے فرمایا: (ما من نفس منفوسة إلا وقد كتب الله مكانها من الجنة والنار و إلا وقد كتبت شقية أو سعيدة) "کوئی نفس نہیں مگر اللہ تعالیٰ نے اس کا جنت و جہنم کا ٹھکانا لکھ رکھا ہے، اور یہ بھی لکھ رکھا ہے کہ وہ شقی ہے یا سعید"۔ (٤) اسی روایت میں ہے کہ سُراقہ بن مالک رضی اللہ عنہ نے کہا: اے اللہ کے رسول! آپ ہمیں دین سکھایئے، گویا ہم ابھی پیدا ہوئے ہیں. عمل کس بات میں ہے؟ آیا اُس بات میں جسے قلم لکھ کر خشک ہو چکا ہے، اور تقدیریں نافذ ہو چکی ہیں، یا اس امر میں کہ آگے ہم اس کا سامنا کریں گے؟ آپ نے فرمایا: (لا بل فيما جفت الأقلام و جرت به المقادر، قال

(١) الحج: ٧٠ (٢) طٰہ: ٥١-٥٢ (٣) فاطر: ١١ (٤) بخاری کتاب التفسیر، باب تفسیر سورۃ (واللیل إذا یغشیٰ) (٦/ ٨٤)، مسلم کتاب القدر، باب کیفیۃ خلق الآدمی الخ: ٨/ ٤٧-٤٨.

ففیم العمل؟ فقال: اعملوا فکل میسر و فی روایۃ کل عامل میسر لعملہ) ”نہیں! بلکہ اس امر میں جسے لکھ کر قلم خشک ہو چکا ہے اور جس پر تقدیریں نافذ ہو چکی ہیں، سراقہ نے پوچھا، پھر عمل کس بات پر؟ آپ نے فرمایا: ”عمل کرتے جاؤ، کیونکہ ہر عمل کرنے والے کے لئے اس کا عمل آسان کر دیا جاتا ہے“.(۱)

سوال ۱۴۲: تقدیر لکھے جانے میں کیا کیا تقدیریں داخل ہیں؟

جواب ۱۴۲: تقدیر لکھے جانے میں پانچ تقدیریں داخل ہیں، اور سب کے سب علم کی طرف لوٹتی ہیں:

(۱) پہلی تقدیر، آسمان و زمین کی تخلیق سے پچاس ہزار سال پہلے اس کا لکھا جانا جب اللہ تعالیٰ نے قلم کو پیدا کیا، اس کو ”تقدیر ازلی“ کہتے ہیں.

(۲) دوسری تقدیر، ”تقدیر عمری“ کہلاتی ہے جب اللہ تعالیٰ نے سب سے **(أَلَسْتُ بِرَبِّكُمْ)** ”کیا میں تمہارا رب نہیں ہوں“ کا عہد و میثاق لیا تھا.

(۳) تیسری تقدیر، اسے بھی ”تقدیر عمری“ کہہ سکتے ہیں، جب کہ رحم مادر میں نطفہ کی تخلیق ہوتی ہے.

(۴) چوتھی تقدیر، ”تقدیر حولی“ کہلاتی ہے، یہ لیلۃ القدر میں ہوتی ہے.

(۵) پانچویں تقدیر، ”تقدیر یومی“ کہلاتی ہے، اس کا مطلب ہے ہر تقدیر کو اس کے وقت پر جاری و نافذ کرنا.

سوال ۱۴۳: ”تقدیر ازلی“ کی کیا دلیل ہے؟

جواب ۱۴۳: ارشادِ ربانی ہے: ﴿مَا أَصَابَ مِنْ مُصِيبَةٍ فِي الأَرْضِ وَلاَ فِي أَنفُسِكُمْ

(۱) بخاری، کتاب التفسیر، باب تفسیر سورۃ (واللیل إذا یغشی): ۶/۸۴، مسلم، کتاب القدر، باب کیفۃ خلق الآدمی الخ: ۸/۴۷-۴۸

إلاّ فِي كِتَابٍ مِنْ قَبْلِ أَنْ نَبْرَأَهَا﴾ ”کوئی مصیبت نہ دنیا میں آتی ہے اور نہ خاص تمہاری جانوں میں، مگر وہ کتاب میں لکھی موجود ہے ان جانوں کی تخلیق سے پہلے“. (۱)

صحیح حدیث میں آیا ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: **(كتب الله مقادير الخلائق قبل أن يخلق السموات والأرض بخمسين ألف سنة قال: وعرشه على الماء)** ”اللہ تعالیٰ نے آسمان اور زمین کی تخلیق کے پچاس ہزار سال پہلے ساری مخلوق کی تقدیریں لکھ دی تھیں، اس وقت اللہ کا عرش پانی پر تھا“. (۲)

نیز نبی ﷺ نے فرمایا: **(إن أول ما خلق الله القلم فقال له: اكتب فقال رب و ماذا أكتب؟ قال: اكتب مقادير كل شيء حتى تقوم الساعة)** ”سب سے پہلے اللہ تعالیٰ نے قلم کو پیدا کیا اور اس سے کہا لکھ! قلم نے کہا اے میرے رب! میں کیا لکھوں؟ اللہ نے کہا: ”قیامت تک آنے والی ہر شئی کی تقدیریں لکھ“. (۳)

نیز نبی کریم ﷺ نے کہا: **(یا ابا هريره جف القلم بما هو كائن)** ”ابو ہریرہ! قلم آنے والی ہر شئی کو لکھ کر خشک ہو چکا ہے“(۴) یعنی فارغ ہو چکا ہے.

---

(۱) الحدید: ۲۲ (۲) مسلم، کتاب القدر، باب حجاج آدم وموسیٰ علیہما السلام: ۵۱/۸، ترمذی، باب: ۱۸/ رقم: ۱۵۶ ۲ (۳) ترمذی: ۴۵۸/۴/ رقم: ۲۱۵۵، مسند احمد: ۳۱۷/۵، ابوداؤد، رقم: ۴۷۰۰، علامہ البانی نے شرح العقیدہ الطحاویہ ص: ۲۶۴، اور الأحادیث الصحیحۃ: ۲۰۷/۱ میں اسے صحیح قرار دیا ہے. (۴) بخاری، کتاب القدر، باب جف القلم علی اللہ: ۲۱۰/۷، مسند احمد، رقم: ۶۸۵۴، علامہ احمد محمد شاکر نے کہا ہے کہ اس کی سند صحیح ہے.

سوال ١٤٤: "یوم میثاق" میں "تقدیر عمری" کی کیا دلیل ہے؟

جواب ١٤٤: "تقدیر عمری" کی دلیل یہ ارشادِ الٰہی ہے: ﴿وَإِذْ أَخَذَ رَبُّكَ مِنْ بَنِي ءَادَمَ مِنْ ظُهُورِهِمْ ذُرِّيَّتَهُمْ وَأَشْهَدَهُمْ عَلَى أَنْفُسِهِمْ أَلَسْتُ بِرَبِّكُمْ قَالُوا بَلَى شَهِدْنَا﴾ "یاد کرو اس وقت کو جب تیرے رب نے بنی آدم کے پشت سے نکال کر یہ عہد لیا اور ان کو گواہ بنایا "کیا میں تمہارا رب نہیں ہوں"؟ سب نے کہا: ضرور آپ ہمارے رب ہیں، ہم اس پر گواہ ہیں". (١)

اسحاق بن راہویہ نے روایت کی ہے کہ ایک آدمی نے دریافت کیا: اے اللہ کے رسول! کیا نئے سرے سے عمل کی ابتدا ہوتی ہے یا قضا و قدر پہلے مقرر کی جا چکی ہے؟ نبی ﷺ نے فرمایا: **(إن الله تعالى لما أخرج ذرية آدم من ظهره أشهدهم على أنفسهم، ثم أفاض بهم في كفيه فقال: هؤلاء للجنة، وهؤلاء للنار، فأهل الجنةُ ميسَّرون لعمل أهل الجنة و أهل النار ميسَّرون لعمل أهل النار)** "جب اللہ تعالیٰ نے آدم کی اولاد کو ان کی پشت سے نکالا، تو انہیں ان کے نفس پر گواہ بنایا، پھر انہیں اپنی ہتھیلی پر لے کر فرمایا: "یہ لوگ جنتی ہیں اور یہ لوگ جہنمی ہیں، جنتیوں کے لئے جنت والا عمل آسان کیا جاتا ہے اور جہنمیوں کے لئے جہنم والا عمل". (٢)

مؤطا امام مالک میں ہے کہ عمر فاروق رضی اللہ عنہ سے اس آیت کے بارے میں دریافت کیا گیا: ﴿وَإِذْ أَخَذَ رَبُّكَ مِنْ بَنِي ءَادَمَ﴾ تو آپ نے فرمایا

(١) الأعراف: ١٧٢ (٢) دیکھئے در منثور: ٣/٣٤٣، ابن کثیر: ٢/٢٢٩، علامہ البانی نے ابن ابی عاصم کی کتاب السنہ کی تحقیق: ١/٧٣ میں کہا ہے کہ اس کی سند صحیح ہے.

کہ: "نبی کریم ﷺ سے اس آیت کے بارے میں دریافت کیا گیا تو آپ نے فرمایا: (إن الله تبارك و تعالى خلق آدم ثم مسح ظهره فاستخرج منه ذرية فقال خلقت هؤلاء للجنّة ، وبعمل أهل الجنة يعملون.ثم مسح ظهره فاستخرج منه ذُرّية فقال خلقت هؤلاء للنار وبعمل أهل النار يعملون) "الحدیث" اللہ تعالیٰ نے آدم کو پیدا کیا، پھر اس کی پشت پر ہاتھ پھیرا، ذریت کو نکالا اور فرمایا: "ان کو میں نے جنت کے لئے پیدا کیا ہے یہ لوگ جنتیوں کا عمل کریں گے پھر اُس کی پشت پر ہاتھ پھیرا ایک ذریت کو نکالا اور فرمایا: ان کو میں نے جہنم کے لئے پیدا کیا ہے، یہ لوگ جہنمیوں جیسا عمل کریں گے". (۱)

اور ترمذی میں عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما سے روایت ہے وہ کہتے ہیں: نبی کریم ﷺ ہمارے پاس آئے، آپ کے ہاتھ میں دو کتابیں تھیں، آپ نے فرمایا: "تم لوگ جانتے ہو یہ دونوں کتابیں کیسی ہیں؟ ہم نے کہا: نہیں اے اللہ کے رسول! آپ ہمیں بتایئے، آپ نے دائیں ہاتھ والی کتاب کے بارے میں فرمایا: (هذا كتاب من رب العالمين فيه أسماء أهل الجنة و أسماء آباءهم وقبائلهم ،ثم أجمل على آخرهم فلا يزاد فيهم ولا ينقص منهم أبدا) "یہ رب العالمین کی طرف سے نوشتہ ہے، اس میں جنتیوں کے نام، ان کے باپ کے نام اور قبیلوں کے نام لکھ کر سب کو جمع کر دیا گیا ہے، اس میں نہ کبھی اضافہ ہو سکتا ہے نہ کمی" پھر آپ نے بائیں ہاتھ والی کتاب کے بارے

(۱) موطا، باب النھی عن القول بالقدر رقم: ۱٦۱۸، ترمذی: ۲٦٦/۵ رقم: ۳۰۷۵ حدیث منقطع ہے، لیکن دوسری صحیح روایات اس باب میں موجود ہیں اس لئے اس حدیث کا معنی صحیح ہے.

میں فرمایا: ''یہ رب العالمین کی طرف سے نوشتہ ہے، اس میں جہنمیوں کے نام، ان کے باپ کے نام اور ان کے قبیلوں کے نام لکھ کر سب کو جمع کر دیا گیا ہے، اب اس میں نہ کبھی اضافہ ہو سکتا ہے نہ کمی'' آپ کے اصحاب نے دریافت کیا: ''اے اللہ کے رسول! جب معاملہ پہلے ہی فارغ کر دیا گیا ہے تو پھر عمل کس بات پر؟ آپ نے فرمایا: (**سَدِّدوا و قاربوا ، فإن صاحب الجنة يختم له بعمل أهل الجنة، وإنْ عَمَلَ أي عملٍ، وإن صاحب النار يختم له بعمل أهل النار و إنْ عَمَلَ أي عملٍ**) ''درست راہ پر قائم رہو، قربت حاصل کرتے جاؤ، اور جنتی کا خاتمہ جنت والے عمل پر ہوتا ہے، خواہ اس کا جو بھی عمل رہا ہو'' پھر آپ نے دونوں ہاتھوں کو جھاڑ کر فرمایا: تمہارا رب بندوں سے فارغ ہو چکا ہے، اب ایک فریق جنتی ہے اور دوسرا فریق جہنمی''. (۱)

سوال ۱۴۵: ''تقدیر عمری'' جو تخلیق نطفہ کے وقت ہوتی ہے اس کی کیا دلیل ہے؟

جواب ۱۴۵: تخلیقِ نطفہ کے وقت جو ''تقدیرِ عمری'' لکھی جاتی ہے اس کی دلیل یہ ارشادِ ربانی ہے: ﴿**هُوَ أَعْلَمُ بِكُمْ إِذْ أَنْشَأَكُمْ مِنَ الأَرْضِ وَإِذْ أَنْتُمْ أَجِنَّةٌ فِي بُطُونِ أُمَّهَاتِكُمْ فَلاَ تُزَكُّوا أَنْفُسَكُمْ هُوَ أَعْلَمُ بِمَنِ اتَّقَى(٣٢)**﴾ ''اللہ تمہیں بہتر جانتا ہے جب تم کو زمین سے پیدا کیا اور جب تم اپنی ماں کے پیٹ میں ''جنین'' تھے، اس لئے خود کو پاکیزہ نہ سمجھو وہ جانتا ہے کون متقی ہے''. (۲)

---

(۱) حدیث صحیح ہے، مسند احمد: ۲/۱۶۷، ترمذی ابواب القدر، باب ماجاء أن اللہ کتب کتاباً لأهل الجنة وکتاباً لأهل النار: ۴/۴۴۹، رقم: ۲۱۴۱ اور فرمایا: یہ حدیث حسن غریب صحیح ہے. (۲) النجم: ۳۲

بخاری اور مسلم کی روایت ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا: (**إن أحدكم ليجمع خلقه في بطن أمه أربعين يوما نطفة، ثم يكون علقة مثل ذلك، ثم يكون مضغة ،ثم يرسل إليه الملك فينفخ فيه الروح، و يؤمر بأربع كلمات، يكتب رزقه، وأجله، وعمله، وشقي أوسعيد**) "تم اپنی ماں کے رحم میں چالیس دن نطفہ کی شکل میں رہتے ہو، پھر وہ نطفہ دوسرے چالیس دن میں جما ہوا خون بن جاتا ہے، پھر چالیس دن میں گوشت کا لوتھڑا بنتا ہے، پھر اللہ تعالیٰ فرشتہ بھیجتا ہے، وہ آکر اس میں روح پھونکتا ہے، اسے حکم ہوتا ہے کہ وہ چار امور لکھ دے: (۱) رزق (۲) موت وحیات (۳) عمل (۴) شقی وسعید. اس ذات کی قسم جس کے علاوہ کوئی معبود برحق نہیں! ایک شخص جنتی جیسا عمل کرتا رہتا ہے یہاں تک کہ اس کے اور جنت کے مابین صرف ایک گز کا فاصلہ رہ جاتا ہے، اس پر نوشتہ (تقدیر) سبقت کر جاتی ہے اور وہ جہنم والا عمل کر بیٹھتا ہے اور جہنمی بن جاتا ہے، اور ایک شخص جہنم والا عمل کرتا رہتا ہے یہاں تک کہ اس کے اور جہنم کے مابین صرف ایک گز کا فاصلہ رہ جاتا ہے، پھر اس پر نوشتہ (تقدیر) سبقت کر جاتی ہے اور وہ جنت والا عمل کر گذرتا ہے اور جنت میں چلا جاتا ہے". [1] اس سلسلہ میں صحابہ کرام کی ایک جماعت سے مختلف الفاظ کے ساتھ روایات آئی ہیں، اور سب کا معنی ایک ہے.

سوال ۱۴۶: لیلۃ القدر میں "تقدیرِ حولی" کی کیا دلیل ہے؟

جواب ۱۴۶: لیلۃ القدر میں "تقدیرِ حولی" کی دلیل یہ ارشاد ربانی ہے: ﴿فِيهَا يُفْرَقُ

(۱) بخاری، کتاب القدر: ۷/۲۱۰، مسلم، کتاب القدر، باب كيفية خلق الآدمي في بطن أمه وكتابة رزقه وأجله وعمله وشقاوته وسعادته: ۸/۴۴

كُلُّ أَمْرٍ حَكِيمٍ (٤) أَمْرًا مِنْ عِنْدِنَا﴾ "لیلۃ القدر میں ہر حکمت والے معاملہ کا فیصلہ کیا جاتا ہے، یہ ہمارا فیصلہ ہے"۔ (۱)

عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: (یُكتب من اُم الكتاب فی ليلة القدر ما يكون فی السنة من موت أو حياة ورزق و مطر حتى الحجاج يقال يحج فلان ويحج فلان) "لوح محفوظ سے لیلۃ القدر میں وہ تمام امور لکھے جاتے ہیں جو پورے سال میں ہونے والے ہوتے ہیں مثلاً: موت و حیات، رزق، بارش، یہاں تک کے یہ بھی لکھا جاتاہے کہ اس سال فلاں فلاں حج کرے گا"۔ (۲) یہی قول حسن بصری، سعید بن جبیر، مقاتل اور ابو عبدالرحمٰن سلمی وغیرہ کا ہے۔

سوال ۱۴۷: "تقدیرِ یومی" کی کیادلیل ہے؟

جواب ۱۴۷: "تقدیرِ یومی" کی دلیل یہ ارشاد ربانی ہے: ﴿كُلَّ يَوْمٍ هُوَ فِي شَأْنٍ﴾ "ہر دن اللہ تعالیٰ کسی نہ کسی کام میں رہتا ہے"۔ (۳) مستدرک حاکم کی روایت ہے کہ عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: "اللہ تعالیٰ کی مخلوقات میں ایک لوح محفوظ بھی ہے جو سفید موتی سے بنا ہوا ہے، اس کی جلدیں لال یاقوت کی ہیں، اس کا قلم و کتاب دونوں نور ہیں، (ينظر فيه كل يوم ثلاثمائة و ستين نظرة أو مرة ففى كل نظرة منهايخلقو يرزق ويحى ويميت و يُعِزُّ ويُذل، ويفعل مايشاء فذلك قوله تعالى: كل يوم هو فى شأن) "اللہ تعالیٰ ہر دن اسے تین سو ساٹھ مرتبہ دیکھتا ہے، اور ہر نظر میں پیدا کرتا ہے، رزق

(۱) الدخان: ۴-۵ (۲) دیکھئے در منثور: ۲۵/۶ (۳) الرحمٰن: ۲۹

عطا کرتا ہے، اسی چیز کو قرآن میں (کل یوم فی شأن) کہا گیا ہے". (۱)
یہ مذکورہ تمام تقدیریں اسی تفصیلات کے ساتھ ہیں جو پہلے گذر چکی ہیں اور وہ ہے "تقدیر ازلی" جبکہ تخلیق قلم کے بعد اللہ تعالیٰ نے لوح محفوظ میں لکھنے کا حکم دیا تھا، لہذا اس آیت: ﴿إِنَّا كُنَّا نَسْتَنْسِخُ مَا كُنْتُمْ تَعْمَلُونَ﴾ "ہم تمہارے اعمال کو لکھنے کا حکم دیتے تھے"(۲) کی تفسیر عبداللہ بن عمر اور عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہم نے اسی کے ساتھ کی ہے. اور سب کے سب اللہ تعالیٰ کے علم سے صادر ہوتے ہیں جو اس کی صفت ہے.

سوال ۱۴۸: سعادت و شقاوت پہلے ہی تقدیر میں لکھی جا چکی ہے، اس کا مقتضی کیا ہے؟

جواب ۱۴۸: تمام آسمانی کتابیں اور احادیث نبویہ اس امر پر متفق ہیں کہ پہلے ہی تقدیر کا لکھا جانا، نہ عمل کو مانع ہے نہ اس پر ہاتھ دھرے بیٹھ جانے کا موجب. بلکہ عمل ومحنت، جد و جہد اور عمل صالح کی رغبت و حرص کا موجب ہے، یہی وجہ ہے کہ جب نبی کریم ﷺ نے تقدیر لکھے جانے، اس کے نافذ ہونے اور قلم خشک ہو جانے کی بات بتائی تو بعض صحابہ کرام نے کہا: (أفلا نتكل على كتابنا وندع العمل؟) "کیا ہم اپنی تقدیر پر بھروسہ کر لیں اور عمل ترک کر دیں؟" تو آپ (ﷺ) نے فرمایا: (لا، اعملوا فكل ميسر) "نہیں! عمل کرتے جاؤ، کیونکہ ہر آدمی کے لئے اس کا عمل آسان کر دیا جاتا ہے"(۳) پھر آپ نے اس آیت کی تلاوت فرمائی: ﴿فَأَمَّا مَنْ أَعْطَى وَاتَّقَى﴾ معلوم ہوا کہ اللہ تعالیٰ نے تقدیریں

(۱) مستدرک حاکم: ۲/۹۹، حاکم نے کہا ہے: اس کی سند صحیح ہے، اور حافظ ذھبی نے حاکم کی موافقت کی ہے. (۲) الجاثیۃ: ۲۹ (۳) اس حدیث کی تخریج ص ۱۶۴: میں گذر چکی ہے.

بنائی ہیں، اور اس کے لئے اسباب مہیا کئے ہیں، اور اس کا معاش و معاد کے لئے اسباب بنانا حکمت پر مبنی ہے. اس نے سب کے لئے وہ راستہ آسان کر دیا ہے جس کے لئے اسے پیدا کیا ہے، دنیا میں بھی اور آخرت میں بھی. جب بندہ کو یہ معلوم ہو جائے کہ اس کے آخرت کے مصالح، اسباب کے تحت مربوط ہیں، تو اسے کرنے اور بجالانے میں سخت جدوجہد کرے گا، بلکہ اس سے بڑھکر کرے گا جو وہ اسبابِ معاش اور مصالح دنیا کے لئے اختیار کرتا ہے، اس نکتہ کو اس صحابی نے اچھی طرح سمجھ لیا تھا جب انہوں نے تقدیر والی حدیث سنی تو یہ کہا: (**ما كنت أشد اجتهاد منى الآن**) ''اب تو میں پہلے سے بھی زیادہ عمل میں اجتہاد کروں گا''.

نبی ﷺ نے فرمایا: (**احرص على ما ينفعك واستعن بالله ولا تعجز**) ''تم اس امر کے حریص بنو جو تمہیں نفع دے، اللہ سے مدد مانگو اور تھک ہار کر بیٹھ نہ جاؤ''. [1] جب نبی ﷺ سے یہ دریافت کیا کہ: ''ہم جو علاج اور جھاڑ پھونک کراتے ہیں کیا اس سے تقدیر پلٹ جاتی ہے؟ آپ نے فرمایا: (**هى من قدر الله**) ''یہ بھی تقدیر میں لکھا ہوا ہے''. [2] یعنی اللہ تعالیٰ نے تقدیر میں خیر و شر بنائی ہے اور ان میں سے ہر ایک کے لئے اسباب مہیا کر دئے ہیں.

سوال ۱۴۹: تقدیر کے تیسرے درجہ ''ایمان بالمشیئۃ'' کی کیا دلیل ہے؟

جواب ۱۴۹: ایمان بالمشیئت کی دلیل یہ ارشاد ربانی ہے: ﴿**وَمَا تَشَاءُونَ إِلَّا أَنْ يَشَاءَ اللَّهُ**﴾ ''تم نہیں چاہتے مگر یہ کہ اللہ تعالیٰ چاہے''. [3] نیز: ﴿**وَلَا تَقُولَنَّ**

(۱) مسلم، کتاب القدر، باب الامر بالقوۃ وترک العجز: ۸/۵۶، مسند احمد: ۲/۳۷۰، ابن ماجہ رقم: ۴۲۲۰
(۲) ترمذی، رقم: ۲۰۶۵، ۲۱۴۸، ابن ماجہ رقم: ۳۴۳۷، احمد: ۳/۴۲۱ (۳) التکویر: ۲۹

لِشَيْءٍ إِنِّي فَاعِلٌ ذَلِكَ غَدًا (٢٣) إِلاَّ أَنْ يَشَاءَ اللَّهُ﴾ ”تم کسی چیز کے لئے یہ نہ کہو کہ کل کر دوں گا مگر یہ کہ اللہ چاہے“.[1] نیز: ﴿وَمَنْ يَشَأْ يَجْعَلْهُ عَلَى صِرَاطٍ مُسْتَقِيمٍ﴾ ”اللہ جسے چاہے گمراہ کر دے اور جسے چاہے صراط مستقیم پر لگادے“.[2] نیز: ﴿وَلَوْ شَاءَ اللَّهُ لَجَعَلَكُمْ أُمَّةً وَاحِدَةً﴾ ”اگر اللہ چاہے تو تمہیں ایک امت بنا دے“.[3] ﴿وَلَوْ يَشَاءُ اللَّهُ لَانْتَصَرَ مِنْهُمْ﴾ ”اگر اللہ چاہتا تو ان سے بدلہ لے لیتا“.[4] ﴿فَعَّالٌ لِمَا يُرِيدُ (١٦)﴾ ”وہ جو چاہے کرنے والا ہے“.[5] ﴿إِنَّمَا أَمْرُهُ إِذَا أَرَادَ شَيْئًا أَنْ يَقُولَ لَهُ كُنْ فَيَكُونُ (٨٢)﴾ ”اللہ کا معاملہ تو ایسا ہے کہ جب وہ کسی چیز کا ارادہ کرتا ہے تو یہ کہتا ہے کہ ”کن“ ہو جا، تو وہ ہو جاتی ہے“.[6] ﴿إِنَّمَا قَوْلُنَا لِشَيْءٍ إِذَا أَرَدْنَاهُ أَنْ نَقُولَ لَهُ كُنْ فَيَكُونُ (٤٠)﴾ ”ہم جس چیز کو چاہتے ہیں بس اس سے ہمارا اتنا ہی کہنا ہوتا ہے کہ ”ہو جا“ تو وہ ہو جاتی ہے“.[7] ﴿فَمَنْ يُرِدِ اللَّهُ أَنْ يَهْدِيَهُ يَشْرَحْ صَدْرَهُ لِلإِسْلَامِ وَمَنْ يُرِدْ أَنْ يُضِلَّهُ يَجْعَلْ صَدْرَهُ ضَيِّقًا حَرَجًا﴾ ”اللہ جسے ہدایت دینا چاہتا ہے، اس کا سینہ اسلام کے لئے کھول دیتا ہے اور جسے گمراہ کرنا چاہتا ہے اس کا سینہ تنگ کر دیتا ہے“.[8] نبی کریم ﷺ نے فرمایا: (قلوب العباد بين إصبعين من أصابع الرحمن كقلب واحد يصرفها كيف يشاء) ”تمام بندوں کے دل ایک دل کی مانند رحمٰن کی دو انگلیوں کے مابین ہیں، وہ جس طرح چاہتا ہے انہیں پھیرتا رہتا ہے“.(9) نیز نبی ﷺ

(۱) الکہف: ۲۳-۲۴ (۲) الأنعام: ۳۹ (۳) النحل: ۹۳ (۴) البقرہ: ۲۵۳ (۵) محمد: ۴
(۶) یس: ۸۲ (۷) النحل: ۴۰ (۸) الأنعام: ۱۲۵ (۹) مسلم، کتاب القدر، باب تصریف اللہ تعالیٰ القلوب کیف یشاء: ۸/۵۰، ترمذی: ۴/۴۴۸

نے صحابۂ کرام سے وادی میں سو جانے کے بارے میں فرمایا: (**إن الله تعالی قبض أرواحکم حین شاء وردھا حین شاء**) "اللہ تعالیٰ نے تمہاری روحوں کو جب چاہا قبض کر لیا اور جب چاہا لوٹا دیا"۔ (۱) ایک دوسری حدیث میں نبی ﷺ نے فرمایا: (**اشفعوا تؤجروا و یقضي الله علی لسان رسوله ماشاء**) "شفاعت کرو، اجر ملے گا، اور اللہ تعالیٰ اپنے رسول کی زبانی وہ فیصلہ کرائے گا جو وہ چاہے"۔ (۲) نیز نبی ﷺ نے فرمایا: (**لاتقولوا ماشاءالله وشاء فلان، ولکن قولوا ماشاءالله وحده**) "تم یہ نہ کہو کہ "جو اللہ اور فلاں شخص چاہے" بلکہ یوں کہو "جو صرف اللہ چاہے"۔ (۳) نیز نبی ﷺ نے فرمایا: (**من یرد الله به خیرا یُفقِّهه فی الدین**) "جس کے ساتھ اللہ تعالیٰ خیر کا ارادہ کرتا ہے اسے دین کی سمجھ عطا کر دیتا ہے"۔ (۴) نیز فرمایا: (**إذا أراد الله تعالی رحمةأُمّة قبض نبیها قبلها وإذا أراد الله هلکة أمة عذّبها و نبیُها حي**) "جب اللہ تعالیٰ کسی امت پر رحمت کا ارادہ کرتا ہے تو امت سے پہلے نبی کو اٹھا لیتا ہے، اور جب کسی امت کو ہلاک کرنے کا ارادہ کرتا ہے تو اسے عذاب میں ڈال دیتا ہے درانحالیکہ نبی زندہ ہوتا ہے"۔ (۵) ارادہ و مشیت کے سلسلہ میں احادیث بے شمار آئی ہیں۔

---

(۱) بخاری، کتاب التوحید باب فی المشیئۃ والارادۃ: ۸/۱۹۲، نسائی، کتاب الامامۃ، باب الجماعۃ للفائت من الصلاۃ: ۲/۱۰۵ (۲) حدیث صحیح ہے، ترمذی، ابواب العلم، باب ماجاء الدال علی الخیر کفاعلہ، رقم: ۲۶۷۲، ابوداؤد، باب الشفاعۃ: ۴/۳۳۴ (۳) حدیث صحیح ہے، ابوداؤد، کتاب الأدب، باب العلم قبل القول والعمل، رقم: ۴۹۸۰، مسند احمد: ۵/۳۸۴ الصحیحۃ: رقم: ۱۳۷ (۴) بخاری، کتاب العلم، باب العلم قبل القول والعمل: ۱/۲۵، ترمذی: ۵/۲۸ (۵) مسلم، کتاب الفضائل، باب إذا أراد اللہ رحمۃ أمۃ قبض نبیہا قبلہا: ۷/۶۵، صحیح الجامع رقم: ۱۷۰۳

سوال ۱۵۰: اللہ تعالیٰ نے قرآن میں اور اپنے رسول کی زبانی یہ بتلایا ہے کہ وہ متقین، صابرین اور محسنین کو محبوب رکھتا ہے اور ایمان والوں اور عمل صالح کرنے والوں سے خوش ہوتا ہے، اور کافروں ظالموں کو محبوب نہیں رکھتا اور نہ وہ بندہ کے کفر سے خوش ہوتا ہے، نہ فساد کو پسند کرتا ہے، اس کے باوجود اس کی مشیت وارادہ سے سب کچھ ہو رہا ہے، اگر وہ چاہے تو یہ کفر و فساد کچھ نہ ہو، کیونکہ اللہ کی بادشاہت میں وہ چیز رونما نہیں ہو سکتی جو وہ نہ چاہے، پھر اس شخص کا کیا جواب ہوگا جو یہ کہتا ہے "یہ کیسے ممکن ہے کہ اللہ تعالیٰ وہ چیز چاہے جسے وہ نہ پسند کرتا ہے اور نہ اس سے خوش ہوتا ہے؟".

جواب ۱۵۰: یہ بات اچھی طرح ذہن نشیں کرلیں کہ کتاب وسنت میں "ارادہ" دو معنوں میں استعمال کیا گیا ہے: (۱) پہلا ارادہ تکوینی وقدری کہلاتا ہے جو مشیت کے مترادف ہے، اس کے اور محبت ورضا کے مابین کوئی تلازم نہیں بلکہ اس میں کفر و ایمان، طاعت و عصیان، محبوب و مبغوض، مکروہ وغیر مکروہ سب داخل ہیں. اس ارادہ سے کوئی باہر نہیں، اور نہ کسی کو اس کے بغیر چارہ ہے. ارشاد ربانی ہے: ﴿فَمَنْ يُرِدِ اللّٰهُ أَنْ يَهْدِيَهُ يَشْرَحْ صَدْرَهُ لِلإِسْلَامِ وَمَنْ يُرِدْ أَنْ يُضِلَّهُ يَجْعَلْ صَدْرَهُ ضَيِّقًا حَرَجًا﴾ "اللہ جسے ہدایت دینا چاہے، اسلام کے لئے اس کا سینہ کھول دیتا ہے، اور جسے گمراہ کرنا چاہے اس کے سینہ کو تنگ کر دیتا ہے". [1] نیز: ﴿وَمَنْ يُرِدِ اللّٰهُ فِتْنَتَهُ فَلَنْ تَمْلِكَ لَهُ مِنَ اللّٰهِ شَيْئًا أُولَٰئِكَ الَّذِينَ لَمْ يُرِدِ اللّٰهُ أَنْ يُطَهِّرَ قُلُوبَهُمْ﴾ "اللہ تعالیٰ جس کی آزمائش

(۱) الأنعام: ۱۲۵

کاارادہ کرتاہے توتم اللہ کے مقابلہ میں ان کے لئے کسی چیز کے مالک نہیں ہو، یہی لوگ ہیں جن کے دلوں کواللہ پاک نہیں کرناچاہتا"۔ (۱)

(۲) دوسراارادہ دینی وشرعی کہلاتاہے، جواللہ کی رضاومحبت کے ساتھ خاص ہے جس کے مقتضی کے مطابق اس نے بندوں کوعبادت کاحکم دیاہےاور محرمات سے منع کیاہے۔ارشادالٰہی ہے: ﴿يُرِيدُ اللَّهُ بِكُمُ الْيُسْرَ وَلَا يُرِيدُ بِكُمُ الْعُسْرَ﴾ "اللہ تعالیٰ تمہارے لئے آسانی چاہتاہے تنگی نہیں چاہتا"۔ (۲) نیز: ﴿يُرِيدُ اللَّهُ لِيُبَيِّنَ لَكُمْ وَيَهْدِيَكُمْ سُنَنَ الَّذِينَ مِنْ قَبْلِكُمْ وَيَتُوبَ عَلَيْكُمْ وَاللَّهُ عَلِيمٌ حَكِيمٌ(٢٦)﴾ "اللہ تعالیٰ تم پرواضح کردیناچاہتاہے،اور تم سے پہلے لوگوں کے طریقوں کی طرف تمہاری رہنمائی کرناچاہتاہےاور یہ چاہتاہے کہ تمہاری توبہ قبول کرے،اللہ علیم وحکیم ہے"۔ (۳) یہ بھی یادرہے کہ اس ارادہ کی اتباع بھی اسی کے لئے حاصل ہوسکتی ہے جس کے لئے ارادہ تکوینی بھی حاصل ہوچکاہو، معلوم ہواکہ مؤمن اور مطیع کے لئے ارادہ تکوینی اور شرعی دونوں اکٹھاہوجاتے ہیں، جبکہ فاجروعاصی کے حق میں صرف ارادہ تکوینی ہوتاہے۔اللہ تعالیٰ نے سارے بندوں کواپنی رضاکی عام دعوت دی، جب کہ اس کی قبولیت کی رہنمائی صرف اسے عطاکی جسے دیناچاہا۔ارشادہے: ﴿وَاللَّهُ يَدْعُو إِلَى دَارِ السَّلَامِ وَيَهْدِي مَنْ يَشَاءُ إِلَى صِرَاطٍ مُسْتَقِيمٍ(٢٥)﴾ "اللہ تعالیٰ دارالسلام کی طرف بلاتاہے اور جسے چاہتاہے"صراط مستقیم" کی ہدایت عطاکرتاہے"معلوم ہوا،اللہ تعالیٰ نے دعوت میں تعمیم کی،اور ہدایت میں اپنی مشیت کے ساتھ تخصیص۔ (۴) ﴿إِنَّ رَبَّكَ هُوَ أَعْلَمُ بِمَنْ ضَلَّ عَنْ سَبِيلِهِ وَهُوَ أَعْلَمُ بِمَنِ اهْتَدَى﴾ "آپ کا

(۱)المائدہ:۴۱ (۲)البقرہ:۱۸۵ (۳) النساء:۲۶ (۴)یونس:۲۵

رب بہتر جانتا ہے کہ کون اس کے راستہ سے بھٹک گیا ہے، اور اسے بھی بہتر جانتا ہے جو راہ راست پر ہے"۔ (١)

سوال ١٥١: ایمان بالقدر کا چوتھا درجہ "تقدیر خلق" کی کیا دلیل ہے؟

جواب ١٥١: "تقدیر خلق" کی دلیل یہ ارشاد الٰہی ہے: ﴿**اللَّهُ خَالِقُ كُلِّ شَيْءٍ وَهُوَ عَلَى كُلِّ شَيْءٍ وَكِيلٌ**(٦٢)﴾ "اللہ تعالیٰ ہر چیز کا خالق ہے اور وہ ہر چیز پر نگہبان ہے"۔ (٢) نیز: ﴿**هَلْ مِنْ خَالِقٍ غَيْرُ اللَّهِ يَرْزُقُكُمْ مِنَ السَّمَاءِ وَالْأَرْضِ**﴾ "کیا تمہارا اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی دوسرا خالق ہے جو تمہیں آسمان وزمین سے رزق عطا کرتا ہے؟"۔ (٣) ﴿**هَذَا خَلْقُ اللَّهِ فَأَرُونِي مَاذَا خَلَقَ الَّذِينَ مِنْ دُونِهِ**﴾ "یہ اللہ کی تخلیق ہے، مجھے دکھاؤ کہ اللہ کے علاوہ دوسرے معبود نے کیا پیدا کیا ہے؟"۔ (٤) ﴿**اللَّهُ الَّذِي خَلَقَكُمْ ثُمَّ رَزَقَكُمْ ثُمَّ يُمِيتُكُمْ ثُمَّ يُحْيِيكُمْ هَلْ مِنْ شُرَكَائِكُمْ مَنْ يَفْعَلُ مِنْ ذَلِكُمْ مِنْ شَيْءٍ**﴾ "اللہ ہی نے تمہیں پیدا کیا پھر تمہیں رزق عطا کیا، پھر تمہیں موت دے گا اور پھر دوبارہ زندہ کرے گا، بتاؤ تمہارے شریکوں میں کوئی ہے جو ان کاموں میں سے کچھ بھی کر سکے"۔ (٥) ﴿**وَاللَّهُ خَلَقَكُمْ وَمَا تَعْمَلُونَ**(٩٦)﴾ "اللہ ہی نے تمہیں اور تمہارے اعمال کو پیدا کیا"۔ (٦) ﴿**وَنَفْسٍ وَمَا سَوَّاهَا**(٧) **فَأَلْهَمَهَا فُجُورَهَا وَتَقْوَاهَا**(٨)﴾ "نفس اور اسے درست بنانے کی قسم کہ اس نے فجور وتقویٰ کا الہام کیا"۔ (٧) ﴿**مَنْ يَهْدِ اللَّهُ فَهُوَ الْمُهْتَدِي وَمَنْ يُضْلِلْ فَأُولَئِكَ هُمُ الْخَاسِرُونَ**(١٧٨)﴾ "جسے اللہ ہدایت دے وہی ہدایت یاب ہے اور جسے گمراہ کر دے وہی لوگ گھاٹے میں

(١) النجم: ٣٠ (٢) الزمر: ٦٢ (٣) فاطر: ٣ (٤) لقمان: ١١ (٥) الروم: ٤٠
(٦) الصافات: ٩٦ (٧) الشمس: ٧-٨

ہیں"۔ (۱)﴿وَلَكِنَّ اللَّهَ حَبَّبَ إِلَيْكُمُ الإِيمَانَ وَزَيَّنَهُ فِي قُلُوبِكُمْ وَكَرَّهَ إِلَيْكُمُ الْكُفْرَ وَالْفُسُوقَ وَالْعِصْيَانَ﴾ "البتہ اللہ ہی نے تمہارے نزدیک ایمان کو پسندیدہ بنایااور اس کو تمہارے دلوں میں مرغوب کر دیا،اور کفر، فسوق اور عصیان سے تم کو نفرت دی"۔ (۲) امام بخاری نے "خلق افعال العباد" میں حذیفہ رضی اللہ عنہ سے مرفوعا روایت کیا ہے کہ :(إن الله يصنع كل صانع و صنعته) "اللہ تعالیٰ ہر فنکار کو اس کے فن کے ساتھ پیدا کرتا ہے"۔ (۳) نیز نبی ﷺ نے اپنی دعا میں فرمایا: (اللهم آت نفسي تقواها وزكها أنت خير من زكاها إنك أنت وليها و مولاها) "یاالٰہی! تو میرے نفس میں تقویٰ عطا کر،اسے پاک کر تو بہتر پاک کرنے والا ہے اور تو ہی اس کا ولی و مولی ہے"۔ (۴)

سوال ۱۵۲: نبی کریم ﷺ کے قول: (والخير كله في يديك والشر ليس إليك) "تمام خیر تیرے ہاتھوں میں ہے اور شر تیری طرف منسوب نہیں"(۵) کا کیا مطلب ہے جبکہ اللہ تعالیٰ "خیر وشر" ہر چیز کا خالق ہے؟

جواب ۱۵۲: اس کا مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کے تمام افعال خالص بھلائی پر مبنی ہیں،اس

(۱) الأعراف: ۱۷۸ (۲) الحجرات: ۷ (۳) بخاری، خلق افعال العباد ص: ۴۷، بیہقی کتاب الأسماء والصفات ص: ۲۶، مستدرک حاکم کتاب الإیمان: ۱/ ۳۲، حاکم نے کہا یہ حدیث مسلم کی شرط پر صحیح ہے اور علامہ ذھبی نے ان کی موافقت کی ہے۔ (۴) مسلم، کتاب الذکر والدعاء والتوبہ والاستغفار، باب التعوذ من شر ما عمل الخ: ۸/ ۸۱-۸۲، مسند احمد: ۴/ ۳۷۱، نسائی باب الاستعاذۃ من العجز رقم: ۵۴۵۸. (۵) مسلم کتاب صلاۃ المسافرین، باب الدعاء فی صلاۃ اللیل وقیامہ: ۱/ ۵۳۴.

حیثیت سے کہ وہ ان افعال کے ساتھ موصوف ہے اور اس سے صادر ہوئے ہیں، اس میں کسی بھی طریقہ سے شر کا پہلو نہیں ہے، کیونکہ اللہ تعالیٰ عادل وحکیم ہے اور اس کے تمام افعال عدل وحکمت پر مبنی ہیں، ہر چیز کو اس کے علم کے مطابق اس کے لائق و مناسب جگہ رکھتا ہے اور نفس میں جو شر مقدر کیا گیا ہے وہ اس جہت سے کہ اس کی نسبت بندوں کی طرف ہے، کیونکہ ہلاکت خیزیوں کا مرجع بندے ہی ہیں اور یہ بندوں ہی کی کمائی ہے، اللہ کی طرف سے منصفانہ جزا وبدلہ ہے.

ارشاد ربانی ہے: ﴿وَمَا أَصَابَكُمْ مِنْ مُصِيبَةٍ فَبِمَا كَسَبَتْ أَيْدِيكُمْ وَيَعْفُو عَنْ كَثِيرٍ (٣٠)﴾ ”جو مصیبت تمہیں پہنچتی ہے وہ تمہارے ہی ہاتھوں کے کئے ہوئے کاموں سے پہنچتی ہے، اور وہ تو بہتوں کو معاف کر دیتا ہے“.(۱)

نیز: ﴿وَمَا ظَلَمْنَاهُمْ وَلَكِنْ كَانُوا هُمُ الظَّالِمِينَ (٧٦)﴾ ”ہم نے ان پر ظلم نہیں کیا بلکہ وہ خود ہی ظالم تھے“.(۲) ﴿إِنَّ اللَّهَ لَا يَظْلِمُ النَّاسَ شَيْئًا وَلَكِنَّ النَّاسَ أَنْفُسَهُمْ يَظْلِمُونَ (٤٤)﴾ ”اللہ تعالیٰ انسانوں پر کچھ بھی ظلم نہیں کرتا بلکہ انسان خود اپنے نفس پر ظلم کرتے ہیں“.(۳)

سوال ۱۵۳: بندوں کو اپنے افعال و اعمال پر قدرت ومشیت حاصل ہے یا نہیں؟

جواب ۱۵۳: ہاں! بندوں کو اپنے افعال و اعمال پر قدرت حاصل ہے، وہ اپنے ارادہ و مشیت سے کام انجام دیتے ہیں اور یہ اعمال وافعال حقیقتاً ان کی طرف منسوب ہیں اور اسی کی وجہ سے ان کو مکلّف بنایا گیا ہے اور اسی بنیاد پر جزا وسزا دی جاتی ہے. اللہ تعالیٰ نے بندہ کو اس کی قدرت واستطاعت سے باہر مکلّف نہیں بنایا، کتاب

(۱) الشوری: ۳۰ (۲) الزخرف: ۷۶ (۳) یونس: ۴۴

دسنت میں بندہ کے ارادہ ومشیت کو ثابت کیا گیا ہے، بلکہ اسی کے ساتھ متصف کیا گیا ہے، البتہ یہ ضرور ہے کہ بندہ اسی پر قادر ہو سکتا ہے جس پر اللہ تعالیٰ نے اسے قادر بنایا ہو، اور وہی چاہ سکتا ہے جو اللہ تعالیٰ نے چاہا ہو، اور وہی کر سکتا ہے جو اللہ کرائے۔ اس کی دلیل ''مشیت و ارادہ اور خلق'' کی بحث میں گذر چکی ہے۔

پھر جس طرح بندہ اپنے آپ کو وجود میں نہیں لا سکتا اسی طرح اپنے افعال کو بھی وجود میں نہیں لا سکتا، معلوم ہوا کہ بندہ کی قدرت، مشیت و ارادہ اور افعال واعمال سب اللہ کی قدرت، مشیت وارادہ اور فعل کے تابع ہیں، کیونکہ اللہ بندہ کا بھی خالق ہے اور اس کے ارادہ ومشیت، افعال وقدرت کا بھی، البتہ بندہ کا یہ ارادہ، فعل، قدرت اور مشیت عین اللہ کی قدرت، مشیت، ارادہ وفعل نہیں ہے، جس طرح بندہ عین اللہ نہیں ہے۔ اللہ تعالیٰ اس سے منزہ وپاک ہے، بلکہ بندہ کے افعال اللہ ہی کے پیدا کردہ ہیں، بندہ ہی کے ساتھ قائم ہیں اور حقیقتاً بندہ ہی کے طرف منسوب کیے جاتے ہیں۔

اسی بنیاد پر دونوں فعل میں سے ہر ایک کو اسی کی طرف منسوب کیا گیا ہے جو جس کے ساتھ قائم ہے،، مثلاً: یہ آیت ﴿وَمَنْ يَهْدِ اللّٰهُ﴾ ''اللہ جسے ہدایت دے''۔ (۱) اس میں اللہ حقیقتاً فاعل ہے اور بندہ حقیقتاً منفعل۔ اللہ حقیقت میں ھادی (ہدایت دینے والا) اور بندہ واقعتاً مہتدی (ہدایت پانے والا) ہے، اسی لئے دونوں فعل میں سے ہر ایک کو اسی کی طرف منسوب کیا گیا ہے جو جس کے ساتھ قائم ہے۔ ارشاد ربانی ہے: ﴿وَمَنْ يَهْدِ اللّٰهُ فَهُوَ الْمُهْتَدِ﴾ ''جسے اللہ ہدایت دے وہ ہدایت یافتہ ہے''۔ اس میں اللہ کی طرف ''ہدایت'' کی اضافت حقیقی ہے اور

(۱) الاسراء: ۹۷

"اہتداء" کی اضافت بندہ کی طرفِ حقیقی ہے، پھر جس طرح ھادی عین مہتدی نہیں،اسی طرح "ہدایت" عین "اہتداء" نہیں ہے۔ یہی معاملہ اس میں ہے "اللہ جسے چاہتا ہے گمراہ کرتا ہے" حقیقت ہے، اور وہ بندہ حقیقت میں گمراہ ہے۔ نیز یہی حال بندوں میں اللہ تعالیٰ کے تمام تصرفات کا ہے، اس لئے جو فعل وانفعال دونوں کو بندہ کی طرف منسوب کرے وہ کافر ہے، اسی طرح جو دونوں کو اللہ کی طرف منسوب کرے وہ بھی کافر ہے اور جو فعل کو حقیقتاً اللہ کی طرف اور انفعال کو بندہ کی طرف منسوب کرے وہ مؤمن حقیقی ہے۔

سوال ۱۵۴: کیا اللہ تعالیٰ کی قدرت میں یہ بات ممکن نہیں کہ وہ تمام بندوں کو مؤمن بنادے جبکہ شرعاً اللہ اس بات کو پسند کرتا ہے؟ اس کا کیا جواب ہے؟

جواب ۱۵۴: ضرور ممکن ہے اور اللہ تعالیٰ اس بات پر قادر ہے کہ دنیا کے سارے انسانوں کو مؤمن بنادے، جیساکہ ارشاد الٰہی ہے: ﴿**وَلَوْ شَاءَ اللَّهُ لَجَعَلَكُمْ أُمَّةً وَاحِدَةً**﴾ "اگر اللہ تعالیٰ چاہے تو تم سب کو ایک ہی امت بنادے"۔ (۱) نیز ارشاد ہے ﴿**وَلَوْ شَاءَ رَبُّكَ لَآمَنَ مَنْ فِي الْأَرْضِ كُلُّهُمْ جَمِيعًا**﴾ "اگر آپ کا رب چاہتا تو زمین کے تمام انسان ایمان لے آتے"۔ (۲) مگر اللہ تعالیٰ نے ایسا نہیں کیا، یہ اس کی حکمت کا تقاضا ہے، اور اس کی الوھیت، ربوبیت اور اسماء وصفات اس کے متقاضی ہیں۔ اور یہ اعتراض کہ بندوں میں کچھ اطاعت گذار اور کچھ نافرمان کیوں ہیں؟ سب اطاعت گذار کیوں نہیں؟ یہ سوال ایسا ہی ہے جیسے یہ سوال کہ "اللہ کے اسماء میں (ضار ونافع، معطی ومانع، خافض ورافع اور منتقم ومنعم) نام

(۱) المائدہ: ۱ (۲) یونس: ۹۹

کیوں ہیں؟" کیونکہ اللہ تعالیٰ کے افعال اس کے اسماء کے مصداق اور اس کی صفات کے تابع ہیں. اس لئے اللہ کے افعال پر اعتراض اس کے اسماء و صفات پر اعتراض کرنا ہے، بلکہ اس کی الوھیت و ربوبیت پر اعتراض کرنا ہے. ﴿فَسُبْحَانَ اللّٰهِ رَبِّ الْعَرْشِ عَمَّا يَصِفُونَ(٢٢) لَا يُسْأَلُ عَمَّا يَفْعَلُ وَهُمْ يُسْأَلُونَ (٢٣)﴾ "اللہ رب العرش ان باتوں سے پاک و بری ہے جو یہ لوگ بیان کرتے ہیں، وہ جو کرتا ہے اس کے متعلق اس سے باز پرس نہیں ہوگی، البتہ ان لوگوں سے ضرور باز پرس کی جائیگی". (١)

سوال ١۵۵: دین میں "ایمان بالقدر" (تقدیر پر ایمان لانے) کا کیا درجہ ہے؟

جواب ١۵۵: "ایمان بالقدر" یہ توحیدی نظام ہے، جیسے ان اسباب پر ایمان لانا جو خیر تک پہنچاتے ہیں اور شر سے روکتے ہیں شریعت کا نظام ہے. امر دین اسی وقت درست اور منظم و مربوط ہو سکتا ہے جب آدمی "قضا و قدر" پر ایمان لے آئے، اور شریعت کی پابندی کرے، جیسا کہ نبی ﷺ نے ایمان بالقدر کو ثابت رکھا اور اس صحابی سے فرمایا جس نے کہا تھا "کیا ہم اپنی تقدیر پر بھروسہ کرلیں اور عمل ترک کر دیں؟ آپ نے فرمایا: (لا اعملوا ،فکل میسر لما خلق له) "نہیں عمل کرتے جاؤ، ہر ایک کے لئے وہی آسان کر دیا جاتا ہے جس کے لئے وہ پیدا کیا گیا ہے". (٢) لہذا جو تقدیر کا انکار کرے یہ سمجھ کر کہ یہ شریعت کے منافی ہے، تو اس نے اللہ تعالیٰ کو اس کے علم و قدرت سے معطل کر دیا، اور بندوں کو بذات خود اپنے افعال کا خالق بنا ڈالا، اس طرح اس نے اللہ کے ساتھ دوسرا خالق ثابت کر دیا

(١) الأنبياء: ٢٢-٢٣ (٢) صحیح حدیث ہے تخریج ص: ١٦٤ میں گذر چکی ہے.

بلکہ تمام مخلوق کو خالق بناڈالا. اور جو قضاو قدر کے ذریعہ شریعت کے خلاف احتجاج کرے، یا اس سے شریعت کے ساتھ محاربہ کرے، اور بندہ سے قدرت واختیار کی نفی کرے جو اللہ تعالیٰ نے بندہ میں ودیعت کی ہے، اور جو تکلیف کا مدار ہے اس زعم میں کہ اللہ تعالیٰ نے بندہ کو تکلیف مالا یطاق کا مکلّف بنایا ہے وہ ایسا ہی ہے جیسے کوئی اندھے سے کہے کہ کلام پاک میں نقطے لگادو، تو اس نے اللہ کی طرف ظلم کو منسوب کیا، اس سلسلہ میں اس کا سردار ابلیس لعین ہے وہ کہتا ہے: ﴿فَبِمَا أَغْوَيْتَنِي لَأَقْعُدَنَّ لَهُمْ صِرَاطَكَ الْمُسْتَقِيمَ﴾ "تو اس سبب سے کہ تو نے مجھ کو گمراہ کیا ہے، میں ان کے لئے تیری سیدھی راہ پر گھات لگائے بیٹھا رہا ہوں گا". (۱) رہے مؤمنین تو وہ تقدیر کے خیر وشر پر ایمان رکھتے ہیں، اور اس امر پر بھی کہ سب کا خالق اللہ ہی ہے، وہ شرع کے اوامر ونواہی کے آگے سر تسلیم خم کردیتے ہیں، اور ہدایت وضلالت تو اللہ کے ہاتھ میں ہے، جس پر کرم کرتا ہے اسے ہدایت سے نوازتا ہے، اور جسے چاہتا ہے گمراہ کردیتا ہے اور یہ اس کا عدل ہے. وہ بہتر جانتا ہے کس پر فضل کیا جائے اور کس کے ساتھ انصاف کیا جائے.

ارشاد الٰہی ہے: ﴿هُوَ أَعْلَمُ بِمَنْ ضَلَّ عَنْ سَبِيلِهِ وَهُوَ أَعْلَمُ بِمَنِ اهْتَدَى﴾ "اللہ بہتر جانتا ہے اسے جو گمراہ ہے اور اسے بھی جو ہدایت پر ہے". (۲) اور اس میں اس کی حکمت بالغہ اور حجت دامغہ کام کرتی ہے. یہ بات بھی ذہن نشیں رہے کہ ثواب وعقاب شرع پر موقوف ہے، خواہ عمل ہو یا ترک عمل، قضا وقدر پر نہیں، اور مصائب کے وقت مؤمنین اپنے آپ کو تقدیر کی طرف منسوب کرتے ہیں پھر جب ان سے مصیبت ٹل جاتی ہے اور آرام وآسائش

(۱) الأعراف: ۱۶ (۲) النجم: ۳۰

میسر ہوتی ہے تو حق پہنچان لیتے ہیں اور یہ کہتے ہیں: ﴿الحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِي هَدَانَا لِهٰذَا وَمَا كُنَّا لِنَهْتَدِيَ لَوْلَا أَنْ هَدَانَا اللّٰهُ﴾ "سب تعریف اس اللہ کے لئے ہے جس نے ہمیں اس کی ہدایت دی اور ہم ہدایت نہ پاتے اگر اللہ تعالیٰ ہمیں ہدایت نہ دیتا". (۱) وہ کافر و فاجر کی طرح نہیں کہتے: ﴿إِنَّمَا أُوتِيتُهُ عَلَى عِلْمٍ عِنْدِي﴾ "یہ سب کچھ تو مجھ کو میری ذاتی ہنر مندی سے ملا ہے". (۲)

مومنوں سے جب کوئی خطا سرزد ہو جاتی ہے تو وہ اپنے والدین آدم وحوا کی طرح کہتے ہیں: ﴿رَبَّنَا ظَلَمْنَا أَنْفُسَنَا وَإِنْ لَمْ تَغْفِرْ لَنَا وَتَرْحَمْنَا لَنَكُونَنَّ مِنَ الْخَاسِرِينَ﴾ "اے ہمارے رب! ہم نے اپنے آپ پر ظلم کیا، اگر تو ہماری مغفرت نہ کرے اور نہ رحم کھائے تو ہم خائب و خاسر ہو جائیں گے". (۳) اور شیطان ملعون کی طرح نہیں کہتے: ﴿رَبِّ بِمَا أَغْوَيْتَنِي﴾ "اے رب چونکہ تو نے مجھے گمراہ کیا ہے" (۴) (اس لئے میں سبز باغ دکھا کر ان سب کو گمراہ کر دوں گا).

جب انہیں کوئی مصیبت لاحق ہوتی ہے تو کہتے ہیں: ﴿إِنَّا لِلّٰهِ وَإِنَّا إِلَيْهِ رَاجِعُونَ﴾ "بے شک ہم اللہ ہی کے لئے ہیں اور اسی کی طرف لوٹنے والے ہیں". (۵) وہ کافروں کی طرح یہ نہیں کہتے: ﴿وَقَالُوا لِإِخْوَانِهِمْ إِذَا ضَرَبُوا فِي الْأَرْضِ أَوْ كَانُوا غُزًّى لَوْ كَانُوا عِنْدَنَا مَا مَاتُوا وَمَا قُتِلُوا لِيَجْعَلَ اللّٰهُ ذٰلِكَ حَسْرَةً فِي قُلُوبِهِمْ وَاللّٰهُ يُحْيِي وَيُمِيتُ وَاللّٰهُ بِمَا تَعْمَلُونَ بَصِيرٌ(١٥٦)﴾ "وہ اپنے بھائیوں سے کہتے ہیں جب وہ سفر میں ہوتے ہیں یا لڑائی میں جاتے ہیں کہ اگر وہ ہمارے پاس ہوتے تو نہ مرتے اور نہ قتل ہوتے، یہ اس لئے تاکہ اللہ تعالیٰ اس بات کو ان کے دلوں میں موجب حسرت کر دے، ورنہ

(۱) الأعراف: ۴۳ (۲) القصص: ۷۸ (۳) الأعراف: ۲۳ (۴) الحجر: ۳۹ (۵) البقرۃ: ۱۵۶

اللہ ہی زندگی دیتا ہے اور وہی موت دیتا ہے، اور اللہ تعالیٰ جو تم کرتے ہو دیکھ رہا ہے"۔ (۱)

سوال ۱۵۶: ایمان کی کتنی شاخیں ہیں؟

جواب ۱۵۶: ایمان کی ستر سے کچھ اوپر شاخیں ہیں ارشاد ربانی ہے: ﴿لَيْسَ الْبِرَّ أَنْ تُوَلُّوا وُجُوهَكُمْ قِبَلَ الْمَشْرِقِ وَالْمَغْرِبِ وَلَكِنَّ الْبِرَّ مَنْ ءَامَنَ بِاللَّهِ وَالْيَوْمِ الآخِرِ وَالْمَلَائِكَةِ وَالْكِتَابِ وَالنَّبِيِّينَ وَءَاتَى الْمَالَ عَلَى حُبِّهِ ذَوِي الْقُرْبَى وَالْيَتَامَى وَالْمَسَاكِينَ وَابْنَ السَّبِيلِ وَالسَّائِلِينَ وَفِي الرِّقَابِ وَأَقَامَ الصَّلَاةَ وَءَاتَى الزَّكَاةَ وَالْمُوفُونَ بِعَهْدِهِمْ إِذَا عَاهَدُوا وَالصَّابِرِينَ فِي الْبَأْسَاءِ وَالضَّرَّاءِ وَحِينَ الْبَأْسِ أُولَئِكَ الَّذِينَ صَدَقُوا وَأُولَئِكَ هُمُ الْمُتَّقُونَ(۱۷۷)﴾ "بھلائی یہ نہیں کہ تم اپنے رخ مشرق ومغرب کی طرف کرو، بلکہ بھلائی درحقیقت تو اس شخص کی ہے جو اللہ، یوم آخرت، ملائکہ، کتاب اور اپنے نبیوں پر ایمان لائے اور مال کی محبت کے باوجود قرابت داروں، یتیموں، مسکینوں، مسافروں، سائلوں اور غلاموں کی آزادی میں مال لگائے، نماز قائم کرے، زکاۃ دے اور عہد و پیان کو پورا کرنے والے جب عہد و پیان کریں، اور تکلیف، مصائب اور لڑائی میں صبر کرنے والے، یہی لوگ ہیں جنہوں نے سچ کر دکھایا اور یہی متقی ہیں"۔ (۲)

نبی ﷺ نے فرمایا: (الإيمان بضع و ستون وفي رواية بضع وسبعون شعبة، فأعلاها قول لا إله إلا الله، وأدناها: إماطة الأذى عن الطريق ، والحياء شعبة من الإيمان) "ایمان کی ساٹھ سے

(۱) آل عمران: ۱۵۶ (۲) البقرہ: ۱۷۷

کچھ اوپر شاخیں ہیں اور ایک دوسری روایت کے مطابق ستر سے اوپر شاخیں ہیں، سب سے اعلیٰ شاخ لاالہ الااللہ اور سب سے ادنیٰ راستہ سے تکلیف دہ اشیاء کو ہٹانا ہے، اور "شرم وحیاء" ایمان کی ایک شاخ ہے". (١)

سوال ١٥٧: علماء نے ان شاخوں کی کیا تفسیر کی ہے؟

جواب ١٥٧: شارحین حدیث کی ایک معتمد بہ جماعت نے ان شاخوں کی تعداد گنائی ہے، اور کتابیں تصنیف کی ہے جن کی افادیت مسلّم ہے، مگر ان شاخوں پر ایمان کے لئے تعداد کا علم و معرفت شرط نہیں، بلکہ اجمالی طور پر ایمان کافی ہے نیز وہ شاخیں کتاب و سنت سے خارج نہیں ہیں. بندہ پر کتاب و سنت کے اوامر واحکام کی بجا آوری، زواجر ونواہی سے احتراز واجتناب اور اخبار کی تصدیق لازم ہے، اگر ایسا کرتا ہے تو اس نے "شعَبِ ایمان" کی تکمیل کر لی. ہاں! علماء نے جتنی بھی شاخیں گنائی ہیں، وہ سب کے سب حق ہیں، لیکن اس سلسلہ میں یہ یقین کرنا کہ مذکورہ حدیث کا یہی مقصود و مراد ہے، دلیل کا محتاج ہے.

سوال ١٥٨: علماء نے جو شاخیں گنائی ہیں، اُن کا خلاصہ بیان کریں.

جواب ١٥٨: حافظ ابن حجر نے فتح الباری میں ابن حبان کے "شعب الایمان" کی تلخیص ان الفاظ میں کی ہے: "یہ شاخیں تین قسموں میں منقسم ہو جاتی ہیں: (١) ایک قسم قلب سے تعلق رکھتی ہے (٢) دوسری قسم زبان سے (٣) اور تیسری قسم بدن سے.

(١) بخاری، کتاب الایمان، باب امور الایمان: ١/٨ کے الفاظ "بضع وستون" بلاتردد کے، مسلم، کتاب الایمان، باب شعب الایمان: ١/٤٦ کے الفاظ "بضع وسبعون او بضع وستون شعبة" تردد کے ساتھ ہے، لیکن امام بیہقی اور ابن الصلاح نے بخاری کی روایت کو ترجیح دی ہے، کیونکہ اس میں ایک تو تردد والی بات نہیں دوسری اقل عدد متیقن ہے.

پہلی قسم یعنی ایمان کی وہ شاخیں جن کا تعلق قلب سے ہے عقائد و نیتوں پر مشتمل ہیں جو کہ تعداد میں چوبیس ہیں، وہ حسب ذیل ہیں: اللہ پر ایمان اور اس ضمن میں اللہ کی ذات و صفات اور توحید پر ایمان بھی ہے لیکن یاد رہے کہ اللہ تعالیٰ اپنی ذات و صفات میں کسی بھی چیز کے مشابہ نہیں ﴿لَيۡسَ كَمِثۡلِهِۦ شَيۡءٞۖ وَهُوَ السَّمِيعُ الۡبَصِيرُ﴾ "اس کے مثل کوئی چیز نہیں اور وہ بہت سننے والا اور دیکھنے والا ہے"۔ (1) نیز غیر اللہ کے حدوث پر اعتقاد، ملائکہ، آسمانی کتابوں، رسولوں، تقدیر کے خیر و شر پر ایمان، آخرت پر ایمان اس ضمن میں قبر میں سوال و جواب پر ایمان، بعث و نشور، حساب و کتاب، میزان، پل صراط، جنت و جہنم پر ایمان، حب الٰہی، حب و بغض فی اللہ، حب نبی ﷺ اور آپ کی تعظیم و توقیر پر ایمان، اس ضمن میں آپ پر درود و سلام بھی داخل ہے، آپ کی سنت کا اتباع، اخلاص اور اس میں ترک ریاکاری و نفاق بھی شامل ہے، توبہ، خوف، رجاء، شکر، وفاء، شفقت داخل ہے، تکبر و خود پسندی، کینہ و حسد اور غضب و غصہ کو ترک کر دینا.

ایمان کی شاخوں کی دوسری قسم یعنی جس کا تعلق عمل زبان سے ہے، تعداد میں سات ہیں: توحید کا زبان سے اقرار، تلاوت کلام پاک، تعلیم و تعلّم، دعا وذکر اور اس میں استغفار نیز ہر لغویات سے اجتناب کرنا داخل ہے.

ایمان کی شاخوں کی تیسری قسم جس کا تعلق عمل جوارح سے ہے تعداد میں اڑتیس (۳۸) ہیں. یہ بھی تین قسموں میں منقسم ہیں پہلی قسم جس کا تعلق فرد سے ہے. وہ پندرہ ہیں. ظاہری و باطنی دونوں طرح پاک ہونا، مسکینوں کو کھانا کھلانا، مہمان نوازی کرنا، فرض و نفل صوم، اعتکاف، لیلۃ القدر کی تلاش و جستجو،

(1) الشوریٰ: 11

حج و عمرہ اور طواف، نیز دین و ایمان کو بچانے کی خاطر ہجرت، اس میں دار کفر و شرک سے ہجرت بھی داخل ہے، نذر پوری کرنا، ایمان میں اضافہ کی کوشش اور جد و جہد، کفارات کی ادائیگی۔

دوسری قسم جس کا تعلق لواحقین اور اتباع سے ہے، یہ چھ ہیں: نکاح سے عفت و پاکبازی، حقوق اہل و عیال کی ادائیگی، والدین کے ساتھ حسن سلوک اس میں عقوق والدین سے اجتناب بھی داخل ہے، اولاد کی تعلیم و تربیت، صلہ رحمی، سردار و حاکم کی اطاعت غلاموں کے ساتھ نرمی۔

تیسری قسم جس کا تعلق عوام سے ہے وہ سترہ ہیں: انصاف کے ساتھ حکومت کرنا، بڑی جماعت کی متابعت، حاکموں کی اطاعت، اصلاح بین الناس، اس میں خوارج اور باغیوں سے جنگ و قتال بھی داخل ہے، اعمال خیر میں تعاون، اس میں امر بالمعروف و نہی عن المنکر بھی داخل ہے، اقامت حدود، جہاد فی سبیل اللہ جس میں سرحدوں کی حفاظت بھی شامل ہے، امانت کی ادائے گی جس میں خُمس بھی داخل ہے، قرض کی ادائے گی، پڑوسی کا احترام و اکرام، حسن معاملہ، اس میں حلال طریقہ سے مال کی کمائی بھی داخل ہے اور جائز راستہ میں مال کا خرچ، جس میں اسراف و فضول خرچی سے اجتناب بھی داخل ہے، سلام کا جواب دینا، چھینک کا جواب دینا، انسانوں کو ضرر پہنچانے سے بچنا، لہو و لعب سے اجتناب، راستہ سے تکلیف دہ چیز کو ہٹانا، یہ کل انہتر شاخیں ہیں، یہ تعداد ستہتر (۷۷) تک پہنچ سکتی ہے اگر ایک کو دوسرے میں داخل نہ کیا جائے۔ واللہ اعلم۔

سوال۱۵۹: کتاب وسنت میں "احسان" کی کیا دلیل ہے؟

جواب۱۵۹: احسان کے بکثرت دلائل وارد ہیں، چند دلیلیں درج ذیل ہیں: ارشاد الٰہی ہے: ﴿وَأَحْسِنُوا إِنَّ اللَّهَ يُحِبُّ الْمُحْسِنِينَ﴾ "احسان کرو، اللہ محسنین کو محبوب رکھتا ہے"۔ (۱) نیز فرمایا: ﴿إِنَّ اللَّهَ مَعَ الَّذِينَ اتَّقَوْا وَالَّذِينَ هُمْ مُحْسِنُونَ (۱۲۸)﴾ "اللہ متقیوں کے ساتھ ہے اور ان کے ساتھ بھی جو احسان کرتے ہیں"۔ (۲) نیز فرمایا: ﴿وَمَنْ يُسْلِمْ وَجْهَهُ إِلَى اللَّهِ وَهُوَ مُحْسِنٌ فَقَدِ اسْتَمْسَكَ بِالْعُرْوَةِ الْوُثْقَى﴾ "جو اپنا چہرہ اللہ کی طرف جھکا دے اور وہ اس میں محسن ہو تو اس نے مضبوط دستہ کو تھام لیا"۔ (۳) نیز فرمایا: ﴿لِلَّذِينَ أَحْسَنُوا الْحُسْنَى وَزِيَادَةٌ﴾ "جن لوگوں نے احسان کیا ان کے لئے حسنٰی (جنت) ہے اور مزید انعام (رویت الٰہی) بھی"۔ (۴) نیز فرمایا: ﴿هَلْ جَزَاءُ الْإِحْسَانِ إِلَّا الْإِحْسَانُ (۶۰)﴾ "کیا احسان کی جزا سوائے احسان کے اور کچھ ہے؟"۔ (۵) نبی کریم ﷺ نے فرمایا: (إن الله كتب الإحسان على كل شيء) "اللہ تعالیٰ نے ہر چیز میں احسان لکھ دیا ہے"۔ (۶) نیز نبی ﷺ نے فرمایا: (نعما للعبد أن يتوفى يحسن عبادة الله و صحابة سيده نعماله) "وہ غلام خوش نصیب ہے جس کی وفات اس حال میں ہوئی ہو کہ اللہ تعالیٰ کی عبادت میں احسان کرتا رہا ہو اور اپنے مالک کی خدمت میں مخلص رہا ہو، وہ نصیبہ ور ہے"۔ (۷)

---

(۱) البقرہ: ۱۹۵ (۲) النحل: ۱۲۸ (۳) لقمان: ۲۲ (۴) یونس: ۲۶ (۵) الرحمٰن: ۶۰ (۶) مسلم، کتاب الصید والذبائح باب الأمر باحسان الذبح والقتل و تحدید الشفر: ۶/۷۲، ترمذی ابواب الدیات، باب ما جاء فی النہی عن المثلۃ: ۴/۲۳، رقم: ۱۴۰۹، ابن ماجہ: ۳۲۰۸ (۷) مسلم، کتاب الإیمان: ۵/۹۴-۱۹۵ احمد عن أبی ہریرہ: ۲/۲۷۰

سوال ۱۶۰: عبادت میں احسان کسے کہتے ہیں؟

جواب ۱۶۰: حدیث جبریل میں نبی کریم ﷺ نے "احسان" کی یہ تفسیر بیان کی جب جبریل علیہ السلام نے آپ سے دریافت کیا: "مجھے احسان کے بارے میں بتلایئے کہ: **(أن تعبد الله كأنك تراه فإن لم تكن تراه فإنه يراك)** "اس طرح اللہ کی عبادت کرو گویا تم اسے دیکھ رہے ہو، اگر تم اسے نہیں دیکھتے تو (یہ تصور کرو کہ) وہ تمہیں دیکھ رہا ہے"۔ نبی ﷺ نے اس میں احسان کے دو مختلف درجے بیان کئے، جن میں اعلیٰ درجہ یہ ہے کہ اللہ کی اس حضور قلبی کے ساتھ عبادت کرو کہ گویا اللہ کو دیکھ رہے ہو، اسی کو "مقام مشاہدہ" کہتے ہیں وہ یہ کہ بندہ اپنے مشاہدہ کے مقتضیٰ کے مطابق قلب سے اللہ کے لئے عمل کرے، اور یہ کہ قلب ایمان سے روشن ہو اور اتنی بصیرت و عرفان حاصل کرلے کہ غیب آنکھوں کے سامنے آجائے، "مقام احسان" کی یہی حقیقت ہے۔

دوسرا درجہ "مقام مراقبہ" کہلاتا ہے، وہ یہ ہے کہ بندہ اس استحضار کے ساتھ عمل کرے کہ اللہ تعالیٰ اسے دیکھ رہا ہے، اس کے ہر عمل سے باخبر ہے اور اس کے قریب ہے۔ جب اپنے عمل میں اس امر کا استحضار کرے اور اسی کے مطابق عمل کرے، تو وہ اپنے عمل میں مخلص ہوگا، کیونکہ اس کا یہ استحضار غیر اللہ کی طرف التفات سے اسے روکے گا، اس طرح اس کا کوئی عمل غیر اللہ کے لئے نہیں ہوگا، اور ایمانی قوت و بصیرت میں تفاوت کے لحاظ سے ان دونوں درجوں کے حاملین میں بھی تفاوت پایا جاتا ہے۔

سوال ۱۶۱: ایمان کی ضد کیا چیز ہے؟

جواب ۱۶۱: ایمان کی ضد کفر ہے، اور جس طرح ایمان کی شاخیں ہیں اسی طرح کفر کی بھی شاخیں ہیں. اور گذشتہ صفحات میں آپ پڑھ چکے ہیں کہ ایمان کی اصل، غیر متزلزل تصدیق کے ساتھ ساتھ اطاعت و عمل کے لئے انقیاد کلی بھی ہے، اسی کی ضد کفر اصلاً انکار و عناد کو کہتے ہیں جو تکبر و عصیان کو مستلزم ہے، جس طرح تمام طاعات ایمان کی شاخیں ہیں اور بہت سارے نصوص میں صراحت کے ساتھ طاعت کو ایمان کہا گیا ہے، اسی طرح تمام معاصی کفر کی شاخیں ہیں اور بہت سارے نصوص میں معصیت کو بھی کفر کہا گیا ہے. تفصیل آگے آرہی ہے.

یہ بھی ذہن نشیں کرلیں کہ کفر کی دو قسمیں ہیں ایک کفر اکبر جس سے آدمی بالکلیہ ایمان سے خارج ہو جاتا ہے، یہ ”کفر اعتقادی“ کہلاتا ہے جو قول یا دلی عمل دونوں کے منافی ہے یا دونوں میں سے کسی ایک کے. کفر کی دوسری قسم ”کفر اصغر“ ہے جو کمال ایمان کے منافی ہے، لیکن مطلق ایمان کے منافی نہیں، اسے ”کفر عملی“ بھی کہتے ہیں، جو قول اور دلی عمل کے منافی ہے لازم نہیں.

سوال ۱۶۲: کس طرح ”کفر اعتقادی“ بالکلیہ ایمان کی ضد ہے؟ اور اس سے بالکلیہ ایمان کیسے زائل ہو جاتا ہے؟ وضاحت فرمائیں.

جواب ۱۶۲: ہم یہ ثابت کر چکے ہیں کہ ایمان قول و عمل کا نام ہے، یعنی دل اور زبان سے اقرار و تصدیق اور عمل قلب، لسان و جوارح سے عمل. ”قول قلب“ تصدیق کہلاتا ہے ”قول لسان“ اقرار کہلاتا ہے اور ”عمل قلب“ نیت و اخلاص کو کہتے ہیں، اور عملِ قلب، قولِ لسان اور عمل جوارح زائل ہو جائیں تو بالکلیہ ایمان زائل ہو جاتا

ہے. اور جب تصدیق قلب زائل ہو جائے تو باقی تینوں سے کوئی فائدہ نہیں، کیونکہ تصدیق قلب بقیہ تینوں کے کار آمد ہونے اور ان کے وقوع پذیر ہونے کے لئے شرط ہے. اس کی مثال اس شخص کی ہے جو اللہ کے اسماء و صفات کا منکر ہے یا کسی بھی چیز کا منکر ہے جو رسولوں نے اللہ کی طرف سے لایا ہے یا کتابوں میں اللہ نے اتارا ہے. اور اگر عملِ قلب زائل ہو جائے لیکن صدق کا اعتقاد ہو تو بھی اہل سنت کا اجماع ہے کہ اس سے بھی بالکلیہ ایمان زائل ہو جاتا ہے، اور عدم عملِ قلب یعنی بغیر محبت و فرماں برداری کے اس کی یہ تصدیق سود مند نہیں، جیسے ابلیس، فرعون، یہود اور ان مشرکین کے لئے یہ تصدیق مفید نہ ہوئی جو نبی ﷺ کی سچائی کا اعتقاد رکھتے تھے، اور سری و جہری اقرار بھی کرتے تھے اور کہا کرتے تھے کہ محمد ﷺ سچے ہیں، لیکن ہم ان کی بات نہیں مانیں گے اور نہ ان پر ایمان لائیں گے ہیں.

سوال ١٦٣: کفر اکبر کی کتنی قسمیں ہیں، جو ملت اسلامیہ سے خارج کر دیتی ہیں؟

جواب ١٦٣: مذکورہ تفصیلات سے واضح ہو گیا ہو گا کہ کفر اکبر کی چار قسمیں ہیں:

کفرِ جہل و تکذیب، کفر جحود، کفر عناد و استکبار، اور کفر نفاق.

سوال ١٦٤: کفرِ جہل و تکذیب کسے کہتے ہیں؟

جواب ١٦٤: ماضی کی بعض امتوں کے بارے میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ﴿الَّذِينَ كَذَّبُوا بِالْكِتَابِ وَبِمَا أَرْسَلْنَا بِهِ رُسُلَنَا فَسَوْفَ يَعْلَمُونَ (٧٠)﴾ ”جن لوگوں نے کتاب اور ان امور کی تکذیب کی جو ہم نے رسولوں کو دے کر بھیجا، وہ عنقریب

جان لیں گے". [1] نیز فرمایا: ﴿وَأَعْرِضْ عَنِ الْجَاهِلِينَ(١٩٩)﴾ "جاہلوں سے اعراض کیجئے". [2] نیز فرمایا: ﴿وَيَوْمَ نَحْشُرُ مِنْ كُلِّ أُمَّةٍ فَوْجًا مِمَّنْ يُكَذِّبُ بِآيَاتِنَا فَهُمْ يُوزَعُونَ(٨٢)حَتَّى إِذَا جَاءُوا قَالَ أَكَذَّبْتُمْ بِآيَاتِي وَلَمْ تُحِيطُوا بِهَا عِلْمًا أَمْ مَاذَا كُنْتُمْ تَعْمَلُونَ(٨٤)﴾ "جس دن ہم ہر امت سے ایک جماعت کو جمع کریں گے جنہوں نے ہماری آیات کی تکذیب کی تھی اور وہ قطاروں میں تقسیم کئے جائیں گے، یہاں تک کہ جب پہنچ جائیں گے تو اللہ کہے گا کیا تم نے میری آیات کی تکذیب کی تھی؟ حالانکہ یہ تمہارے احاطۂ علم سے باہر تھا، یا تم کیا کچھ عمل کرتے تھے؟". [3] ﴿بَلْ كَذَّبُوا بِمَا لَمْ يُحِيطُوا بِعِلْمِهِ وَلَمَّا يَأْتِهِمْ تَأْوِيلُهُ﴾ "بلکہ انہوں نے ایسی چیز کو جھٹلایا جو ان کے احاطۂ علم میں نہ تھی اور نہ اب تک اس کا آخری نتیجہ ملا تھا". [4]

سوال ۱۶۵: کفر جحود کسے کہتے ہیں؟

جواب ۱۶۵: کفر جحود، کتمان حق اور حق کے آگے سر تسلیم خم نہ کرنے کو کہتے ہیں حالانکہ دل میں اس کے حق ہونے کا اعتراف ویقین ہے. جیسے فرعون اور اس کی قوم کا موسیٰ علیہ السلام کا انکار اور یہودیوں کا ہمارے نبی محمد ﷺ کا انکار. فرعون اور اس کی قوم کے انکار کے سلسلہ میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ﴿وَجَحَدُوا بِهَا وَاسْتَيْقَنَتْهَا أَنْفُسُهُمْ ظُلْمًا وَعُلُوًّا﴾ "فرعون اور اس کی قوم نے معجزہ کا محض ظلم وتکبر کے سبب انکار کیا جبکہ ان کے دل میں اس کا یقین بیٹھ چکا تھا". [5] اللہ تعالیٰ نے یہودیوں کے بارے میں فرمایا: ﴿فَلَمَّا جَاءَهُمْ مَا عَرَفُوا كَفَرُوا بِهِ﴾ "جب وہ امر آ گیا جس کو وہ خوب جانتے تھے تو اس کا انکار کر دیا". [6]

(۱) الغافر: ۷۰ (۲) الأعراف: ۱۹۹ (۳) النمل: ۸۳-۸۴ (۴) یونس: ۳۹ (۵) النمل: ۱۴ (۶) البقرہ: ۸۹

﴿وَإِنَّ فَرِيقًا مِنهُمْ لَيَكْتُمُونَ الْحَقَّ وَهُمْ يَعْلَمُونَ(١٤٦)﴾ ''یہود کی ایک جماعت حق کو چھپاتی ہے جبکہ وہ اسے خوب جانتی ہے''.(1)

سوال۱۶۶: کفر عناد و تکبر کیا ہے؟

جواب۱۶۶: اقرار کے باوجود حق کے آگے سر تسلیم خم نہ کرنا''کفر عناد و تکبر'' کہلاتا ہے. جیسے کفر ابلیس، ارشاد ربانی ہے: ﴿إِلاَّ إِبلِيسَ أَبَى وَاستَكبَرَ وَكَانَ مِنَ الكَافِرِينَ(٣٤)﴾ ''مگر ابلیس نے سجدہ نہیں کیا اس نے انکار و تکبر کیا اور وہ کافروں میں سے تھا''.(2) کیونکہ وہ اللہ کے سجدہ کرنے کے حکم کا انکار نہیں کر سکتا تھا البتہ اس کا اعتراض صرف اللہ کی حکمت امر و عدل پر تھا، اس نے کہا: ﴿ءَأَسجُدُ لِمَنْ خَلَقتَ طِينًا(٦١)﴾ ''کیا میں اسے سجدہ کروں؟ جسے تو نے مٹی سے پیدا کیا ہے''.(3) ﴿لَمْ أَكُنْ لأَسجُدَ لِبَشَرٍ خَلَقْتَهُ مِنْ صَلْصَالٍ مِنْ حَمَإٍ مَسنُونٍ(٣٣)﴾ ''میں ایسے انسان کو سجدہ نہیں کرتا جسے تو نے سڑی ہوئی مٹی کے کھنکھناتے ٹھیکرے سے پیدا کیا ہے''.(4) ﴿أَنَا خَيرٌ مِنهُ خَلَقْتَنِي مِنْ نَارٍ وَخَلَقْتَهُ مِنْ طِينٍ(١٢)﴾ ''میں آدم سے بہتر ہوں، تو نے مجھ کو آگ سے پیدا کیا اور اس کو مٹی سے''.(5)

سوال۱۶۷: کفر نفاق کیا ہے؟

جواب۱۶۷: کفر نفاق کہتے ہیں لوگوں کو دکھاوے کی خاطر ظاہراً اطاعت و فرماں برداری کرے اور دل میں بالکل ایمان و تصدیق نہ ہو. جیسے عبداللہ بن ابی بن سلول رئیس المنافقین اور اس کے گروہ کا کفر جن کے بارے میں اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی: ﴿وَمِنَ النَّاسِ مَنْ يَقُولُ ءَامَنَّا بِاللهِ وَبِالْيَومِ الآخِرِ

(1) البقرہ:۱۴۶ (2) البقرہ:۳۴ (3) الإسراء:۶۱ (4) الحجر:۳۳ (5) الأعراف:۱۲

وَمَا هُمْ بِمُؤْمِنِينَ(٨)يُخَادِعُونَ اللَّهَ وَالَّذِينَ ءَامَنُوا وَمَا يَخْدَعُونَ إِلاَّ أَنفُسَهُمْ وَمَا يَشْعُرُونَ(٩)فِي قُلُوبِهِمْ مَرَضٌ فَزَادَهُمُ اللَّهُ مَرَضًا وَلَهُمْ عَذَابٌ أَلِيمٌ بِمَا كَانُوا يَكْذِبُونَ(١٠)إلى قوله...... إِنَّ اللَّهَ عَلَى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ(٢٠)﴾ ''بعض انسان ایسے ہیں جو کہتے ہیں ہم اللہ پر اور یوم آخرت پر ایمان لائے حالانکہ وہ مؤمن نہیں ہیں، وہ اللہ اور مؤمنوں کو دھوکہ دینا چاہتے ہیں جبکہ وہ اپنے آپ کو دھوکہ دے رہے ہیں اور انہیں اس کا احساس بھی نہیں۔ ان کے دلوں میں مرض ہے تو اللہ نے ان کے مرض میں مزید اضافہ کر دیا ہے، ان کے لئے ان کے کذب کے سبب دردناک عذاب ہے...... تا قول تعالیٰ...... اللہ ہر چیز پر قادر ہے''۔[1]

سوال ١٦٨: کفر عملی کیا ہے؟ جس سے انسان اسلام سے خارج نہیں ہوتا۔

جواب ١٦٨: کفر عملی ہر اس معصیت کو کہتے ہیں جسے شارع نے بقاء ایمان کے ساتھ کفر کا نام دیا ہے، جیسے نبی ﷺ نے فرمایا: **(لا ترجعوا بعدی کفارا یضرب بعضکم رقاب بعض)** ''تم میرے بعد کفر میں مت لوٹ جانا کہ ایک دوسرے کی گردن مارنے لگو''۔[2] نیز نبی ﷺ نے فرمایا: **(سباب المسلم فسوق و قتاله کفر)** ''مسلمان کا گالی دینا فاسقانہ عمل ہے اور اس سے قتال کرنا کفر ہے''۔[3] نبی ﷺ نے مسلمانوں کے ایک دوسرے کی گردن مارنے کو کفر کہا ہے اور جو ایسا کرے اسے کافر نام دیا ہے، جبکہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ﴿وَإِنْ طَائِفَتَانِ مِنَ الْمُؤْمِنِينَ

(۱) البقرہ: ۸-۲۰ (۲) بخاری، کتاب الفتن، باب لا ترجعوا بعدی کفارا الخ: ۸/۹۰، مسلم، کتاب الایمان، باب مذکور: ۱/۵۸ (۳) بخاری، کتاب الایمان، باب خوف المؤمن من ان یحبط عملہ الخ: ۱/۷۱، مسلم، کتاب الایمان، باب بیان قول سباب المسلم الخ: ۱/۵۸

اقتَتَلُوا فَأَصلِحُوا بَينَهُمَا فَإِنْ بَغَتْ إِحدَاهُمَا عَلَى الأُخرَى فَقَاتِلُوا الَّتِي تَبغِي حَتَّى تَفِيءَ إِلَى أَمرِ اللّٰهِ فَإِنْ فَاءَتْ فَأَصلِحُوا بَينَهُمَا ...... إلى قوله ...... إِنَّمَا المُؤمِنُونَ إِخوَةٌ فَأَصلِحُوا بَينَ أَخَوَيكُم﴾ "مومنوں کے دو گروہ اگر آپس میں لڑ پڑیں تو دونوں میں صلح کرادو...... تا قولہ تعالیٰ سارے مومن آپس میں بھائی بھائی ہیں اس لئے دو بھائیوں کے درمیان صلح کرادو". (۱)

اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے ان کے لئے ایمان اور اخوت ایمان دونوں کو برقرار رکھا ہے اور کچھ بھی نفی نہیں کی ہے.

آیت قصاص میں ہے: ﴿فَمَنْ عُفِيَ لَهُ مِنْ أَخِيهِ شَيْءٌ فَاتِّبَاعٌ بِالمَعرُوفِ وَأَدَاءٌ إِلَيهِ بِإِحسَانٍ﴾ "جسے اس کے بھائی کی طرف سے کچھ معاف کر دیا جائے تو بھلائی کا اتباع ہے اور احسان کے ساتھ ادائیگی". (۲) اس آیت میں اخوت اسلام کو ثابت رکھا گیا ہے اور اس کی نفی نہیں کی گئی ہے.

اسی طرح نبی ﷺ نے فرمایا: (لایزني الزاني حين يزني و هو مؤمن ولا يسرق السارق حين يسرق و هو مؤمن و لا يشرب الخمر حين يشربها و هو مؤمن، والتوبة معروضة بعد) "جب زانی زنا کرتا ہے اس وقت وہ مومن نہیں رہتا، اسی طرح چور جب چوری کرتا ہے اس وقت وہ مومن نہیں رہتا، یہی حال شرابی کا ہے کہ جب وہ شراب پیتا ہے اس وقت مومن نہیں رہتا، اس کے بعد اس پر توبہ پیش کی جاتی ہے". (۳)

ایک روایت میں اضافہ ہے: (ولا يقتل وهو مؤمن - و فی رواية

---

(۱) الحجرات: ۹-۱۰ (۲) البقرہ: ۱۷۸ (۳) بخاری، کتاب الأشربة اول باب: ۲۴۱/۶، مسلم، کتاب الایمان، باب أنہ لایدخل الجنة الخ: ۵۴/۱

و لا ینتهب نهبة ذات شرف یرفع الناس إلیه فیهاأبصارهم) "جب قاتل قتل کرتا ہے اس وقت مومن نہیں رہتا،، . اور ایک روایت میں ہے: "اُچکا جب کوئی قیمتی شئی اچک لیتا ہے جس کی طرف لوگوں کی نظریں اٹھی رہتی ہیں اس وقت وہ مومن نہیں رہتا". (۱) نیز ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا:(مامن عبد قال :لا إله إلا الله ثم مات علی ذلك إلا دخل الجنة "،قلت وإن زنی وإن سرق قال: "وإن زنی وإن سرق" ثلاثا ثم قال فی الرابعة:علی رغم أنف أبي ذر) "جو بندہ لا الہ الا اللہ کہے پھر اس پر اس کی وفات ہو جائے تو وہ جنت میں داخل ہوگا" میں نے کہا: "اگر وہ زنا و چوری کرے پھر بھی؟ آپ نے فرمایا: "گرچہ وہ زنا و چوری کرے" تین بار سوال وجواب ہوا چوتھی بار آپ نے فرمایا: "ابوذر کی ناک (مزاج) کے برخلاف". (۲)

یہ حدیث دلالت کرتی ہے کہ آپ نے زانی، سارق، شارب اور قاتل سے بالکلیہ ایمان کی نفی نہیں کی ہے، جبکہ ان لوگوں کا عقیدہ توحید پر مبنی ہو، اگر آپ کی یہی مراد ہوتی تو آپ یہ نہ بیان کرتے کہ جو "لا الہ الا اللہ" کہے گا وہ جنت میں جائے گا، گرچہ وہ مذکورہ بالا معاصی کرے، اگر یہی بات ہو تو کوئی بھی مومن جنت میں داخل نہیں ہو سکتا، بلکہ نبی ﷺ کی مراد اس سے یہ تھی کہ ایمان ناقص ہو جائے گا کامل نہیں رہیگا. البتہ بندہ مذکور معاصی کے ارتکاب سے اس وقت کافر ہو جائے گا جب وہ اسے حلال سمجھنے لگے، کیونکہ حلال سمجھنا اللہ کی کتاب اور رسول

---

(۱) بخاری، کتاب الأشربہ، اول باب: ۲۴۱/۶، مسلم، کتاب الایمان، أنہ لا یدخل الجنة الا المومنون: ۱/۵۴ (۲) بخاری، کتاب اللباس، باب الثیاب البیض: ۴۳/۷، مسلم، کتاب الایمان، باب من مات لا یشرک باللہ شیئا دخل الجنة: ۶۶/۱

کی رسالت کی تکذیب کو لازم ہے، یہی نہیں بلکہ اگر ان معاصی کا بالفعل ارتکاب نہ کرے اور حلال وجائز سمجھنے کا صرف اعتقاد رکھے تب بھی کافر ہو جائے گا. واللہ أعلم.

سوال ۱۶۹: اصنام کو سجدہ، کتاب اللہ کی اہانت، رسول پر دشنام طرازی اور دین کا استہزا وغیرہ بظاہر کفر عملی ہے، پھر اس سے خارج عن الدین نہ ہونا چاہئے، آپ کی "کفر اصغر" کی تعریف "کفر عملی" سے کرنے سے یہی سمجھ میں آتا ہے؟

جواب ۱۶۹: یاد رہے کہ مذکورہ چاروں معاصی اور اس طرح کے دوسرے گناہ بظاہر لوگوں کو کفر عملی نظر آتے ہیں کیونکہ لوگ جوارح سے کرتا ہوا دیکھتے ہیں، لیکن حقیقت میں ایسا نہیں ہے. کیونکہ مذکورہ بالا معاصی اس وقت پیش آتے ہیں جبکہ عمل قلب یعنی نیت، اخلاص، محبت اور انقیاد میں سے کچھ بھی باقی نہ رہا ہو، معلوم ہوا کہ گرچہ یہ اعمال بظاہر عملی ہیں لیکن حقیقتاً کفر اعتقادی کو مستلزم ہیں، یہ اور اس طرح کے دوسرے معاصی بے دین منافق اور خبیث سرکش ہی سے صادر ہو سکتے ہیں. منافقین کو غزوۂ تبوک میں اس بات کے: ﴿**قَالُوا كَلِمَةَ الْكُفْرِ وَكَفَرُوا بَعْدَ إِسْلَامِهِمْ وَهَمُّوا بِمَا لَمْ يَنَالُوا**﴾ "انہوں نے کلمۂ کفر کہا اور اسلام کے بعد کافر ہو گئے اور ایسا ارادہ کیا جسے وہ حاصل نہ کر سکے"[(۱)] کہنے پر اسی کفر اعتقادی ہی نے ابھارا تھا. ورنہ ان سے دریافت کیا گیا تو انہوں نے بھی کہا: ﴿**إِنَّمَا كُنَّا نَخُوضُ وَنَلْعَبُ**﴾ "ہم تو باتیں بنا کر کھیل رہے تھے". [(۲)] اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

(۱) التوبہ: ۷۴ (۲) التوبہ: ۶۵

﴿قُلْ أَبِاللَّهِ وَءَايَاتِهِ وَرَسُولِهِ كُنْتُمْ تَسْتَهْزِئُونَ(٦٥) لاَ تَعْتَذِرُوا قَدْ كَفَرْتُمْ بَعْدَ إِيمَانِكُمْ﴾ "آپ کہہ دیجئے! کیا تم اللہ، اس کی آیات اور اس کے رسول کا مذاق اڑا رہے تھے، عذر نہ بیان کرو، تم نے ایمان کے بعد کفر کیا". (۱) اور ہم نے مطلقاً کفر اصغر کی تعریف کفر عملی سے نہیں کی ہے بلکہ، محض اس عملی سے کی ہے جو اعتقاد کو مستلزم نہ ہو اور نہ قول وعملِ قلب کے منافی ہو.

سوال ۱۷۰: ظلم، فسق وفجور اور نفاق میں سے ہر ایک کی کتنی قسمیں ہیں؟

جواب ۱۷۰: ان میں سے ہر ایک کی دو دو قسمیں ہیں ایک اکبر جو کفر کہلاتا ہے، اور دوسرا اصغر جو کفر سے کم ہے.

سوال ۱۷۱: ظلم اکبر واصغر کو مثال سے سمجھائیں.

جواب ۱۷۱: ظلم اکبر جیسے اللہ تعالیٰ نے اس آیت میں بیان کیا ہے﴿وَلاَ تَدْعُ مِنْ دُونِ اللَّهِ مَا لاَيَنْفَعُكَ وَلاَ يَضُرُّكَ فَإِنْ فَعَلْتَ فَإِنَّكَ إِذًا مِنَ الظَّالِمِينَ (١٠٦)﴾ "اللہ کو چھوڑ کر ایسی چیز کو نہ پکارو جو تمہیں نہ فائدہ پہنچا سکتی ہے نہ نقصان، اگر آپ ایسا کریں تو آپ بھی ظالموں میں (شمار) ہو جائیں گے". (۲) نیز فرمایا: ﴿إِنَّ الشِّرْكَ لَظُلْمٌ عَظِيمٌ(١٣)﴾ "شرک سب سے بڑا ظلم ہے". (۳) ﴿إِنَّهُ مَنْ يُشْرِكْ بِاللَّهِ فَقَدْ حَرَّمَ اللَّهُ عَلَيْهِ الْجَنَّةَ وَمَأْوَاهُ النَّارُ وَمَا لِلظَّالِمِينَ مِنْ أَنْصَارٍ(٧٢)﴾ "جو شخص اللہ کے ساتھ شرک کرے اس پر اللہ نے جنت حرام کر دیا ہے، اس کا ٹھکانہ جہنم ہے اور ظالموں کا کوئی ناصر ومددگار نہیں". (۴)

کفر سے کم ظلم کی مثال جیسے اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے طلاق کے بارے میں فرمایا: ﴿ وَاتَّقُوا اللَّهَ رَبَّكُمْ لاَ تُخْرِجُو هُنَّ مِنْ بُيُوتِهِنَّ وَلاَ

(۱) التوبہ ۶۵-۶۶ (۲) یونس: ۱۰۶ (۳) لقمان: ۱۳ (۴) المائدہ: ۷۲

يَخْرُجْنَ إِلاَّ أَنْ يَأْتِينَ بِفَاحِشَةٍ مُبَيِّنَةٍ وَتِلْكَ حُدُودُ اللهِ وَمَنْ يَتَعَدَّ حُدُودَاللهِ فَقَدْ ظَلَمَ نَفْسَهُ﴾ ''اپنے رب سے ڈرو، (مطلقہ) عورتوں کوان کے گھروں سے نہ نکالو اور نہ وہ خود نکلیں، الا یہ کہ وہ کھلی برائی کر بیٹھیں، یہ اللہ کے حدود ہیں. جو حدود اللہ کو پھاندے اس نے اپنے آپ پر ظلم کیا''. (۱) نیز فرمایا:

﴿وَلاَ تُمْسِكُوهُنَّ ضِرَارًا لِتَعْتَدُوا وَمَنْ يَفْعَلْ ذَلِكَ فَقَدْ ظَلَمَ نَفْسَهُ﴾ ''انہیں ایذا دہی کی غرض سے نہ روک رکھو تاکہ تم ان پر ظلم ڈھاؤ، جو ایسا کرے وہ اپنے آپ پر ظلم کر رہا ہے''. (۲)

سوال ۱۷۲: فسق اکبر واصغر دونوں کو مثال سے سمجھائیں.

جواب ۱۷۲: فسق اکبر جیسے اللہ تعالیٰ اس آیت میں ذکر کیا ہے: ﴿إِنَّ الْمُنَافِقِينَ هُمُ الْفَاسِقُونَ﴾ ''منافقین ہی فاسق ہیں''. (۳) نیز فرمایا: ﴿إِلاَّ إِبْلِيسَ كَانَ مِنَ الْجِنِّ فَفَسَقَ عَنْ أَمْرِ رَبِّهِ﴾ ''مگر ابلیس نے (سجدہ نہیں کیا) جو جنوں کی نسل سے ہے، اس نے اپنے رب کے حکم کی نافرمانی (فسق) کی''. (۴)

﴿وَنَجَّيْنَاهُ مِنَ الْقَرْيَةِ الَّتِي كَانَتْ تَعْمَلُ الْخَبَائِثَ إِنَّهُمْ كَانُوا قَوْمَ سَوْءٍ فَاسِقِينَ(۷۴)﴾ ''ہم نے لوط علیہ السلام کو ان کے گاؤں والوں سے نجات دی جو گھناؤنے اور خبیث عمل کرتے تھے، وہ بری اور فاسق قوم تھی''. (۵)

فسق اصغر جیسے اللہ تعالیٰ نے بہتان لگانے والوں کے بارے میں فرمایا: ﴿وَلاَ تَقْبَلُوا لَهُمْ شَهَادَةً أَبَدًا وَأُولَئِكَ هُمُ الْفَاسِقُونَ(۴)﴾ ''ان کی کبھی شہادت قبول نہ کرو، یہی لوگ فاسق ہیں''. (۶) نیز فرمایا: ﴿يَاأَيُّهَا الَّذِينَ ءَامَنُوا إِنْ جَاءَكُمْ فَاسِقٌ بِنَبَإٍ فَتَبَيَّنُوا أَنْ تُصِيبُوا قَوْمًا بِجَهَالَةٍ

(۱) الطلاق: ۱ (۲) البقرہ: ۲۳۱ (۳) التوبہ: ۶۷ (۴) الکہف: ۵۰ (۵) الأنبیاء: ۷۴ (۶) نور: ۴

فَتُصْبِحُوا عَلَىٰ مَا فَعَلْتُمْ نَادِمِينَ(٦)﴾ ''اے ایمان والو! اگر کوئی فاسق تمہارے پاس کوئی خبر لے کر آئے تو اس کی تحقیق کرلو، کہیں ایسا نہ ہوکہ نادانی میں لوگوں کو نقصان پہنچا بیٹھو اور پھر اپنی اس حرکت پر تمہیں ندامت اٹھانی پڑے''. (۱)

احادیث میں آیا ہے کہ یہ آیت ولید بن عقبہ کے بارے میں نازل ہوئی ہے.

سوال ۱۷۳: نفاق اکبر واصغر کو مثال سے واضح کریں.

جواب ۱۷۳: نفاق اکبر کی مثال سورہ بقرہ کی ابتدائی آیتوں میں بیان کی گئی ہے، نیز ارشاد الٰہی ہے: ﴿إِنَّ الْمُنَافِقِينَ يُخَادِعُونَ اللَّهَ وَهُوَ خَادِعُهُمْ-إلى قوله- إِنَّ الْمُنَافِقِينَ فِي الدَّرْكِ الْأَسْفَلِ مِنَ النَّارِ﴾ ''منافقین اللہ تعالیٰ کو فریب دیتے ہیں اور اللہ تعالیٰ ان کو- تا قولہ- منافقین جہنم کے سب سے نچلے طبقہ میں ہوں گے''. (۲) نیز فرمایا: ﴿إِذَا جَاءَكَ الْمُنَافِقُونَ قَالُوا نَشْهَدُ إِنَّكَ لَرَسُولُ اللَّهِ وَاللَّهُ يَعْلَمُ إِنَّكَ لَرَسُولُهُ وَاللَّهُ يَشْهَدُ إِنَّ الْمُنَافِقِينَ لَكَاذِبُونَ(١)﴾ ''جب منافقین آپ کے پاس آتے ہیں تو کہتے ہیں کہ ہم شہادت دیتے ہیں کہ آپ اللہ کے رسول ہیں، حالانکہ اللہ جانتا ہے کہ آپ اس کے رسول ہیں اور اللہ شہادت دیتا ہے کہ منافقین جھوٹے ہیں''. (۳)

نفاق اصغر کی مثال نبی ﷺ نے اپنے اس قول سے بیان کی ہے: (آية المنافق ثلاث: إذا حدث كذب، وإذا وعد أخلف، وإذا اؤتمن خان) ''منافق کی تین علامتیں ہیں: جب بولے تو جھوٹ بولے، جب وعدہ کرے تو وعدہ خلافی کرے، اور جب اس کے پاس کوئی امانت رکھی جائے تو خیانت کرے''. (۴)

---

(۱) الحجرات: ٦ (۲) النساء: ۱۴۲-۱۴۵ (۳) المنافقون: ۱ (۴) بخاری، کتاب الایمان، باب علامات المنافق: ۱/۱۴، مسلم، کتاب الایمان، باب، خصال المنافق: ۱/۵۶

نیز نبی ﷺ نے ایک حدیث میں یوں بیان فرمایا:(أربع من کن فیه کان منافقا)"چار خصلت جس میں جمع ہو جائیں وہ منافق ہے"[۱] الحدیث.

سوال ۱۷۴: سحر (جادو) اور ساحر (جادوگر) کا کیا حکم ہے؟

جواب ۱۷۴: جادو برحق ہے، اور اس کی تاثیر تقدیر کونی کی موافقت ومطابقت سے متحقق ہوتی ہے. ارشاد ربانی ہے ﴿فَيَتَعَلَّمُونَ مِنْهُمَا مَا يُفَرِّقُونَ بِهِ بَيْنَ الْمَرْءِ وَزَوْجِهِ وَمَا هُمْ بِضَارِّينَ بِهِ مِنْ أَحَدٍ إِلاَّ بِإِذْنِ اللَّهِ﴾ "یہ لوگ ہاروت وماروت سے ایسا جادو سیکھتے تھے جس سے میاں بیوی میں تفریق کر دیتے تھے، حالانکہ وہ جادو سے کسی کو کوئی نقصان نہیں پہنچا سکتے، مگر یہ کہ اللہ کی مرضی اس میں شامل ہو جائے".[۲] جادو کا اثر احادیث صحیحہ سے ثابت ہے اور اگر جادوگر کا جادو شیاطین سے لیا گیا ہو جو سورہ بقرہ کی آیت سے ثابت ہے تو وہ کافر ہے، کیونکہ ارشاد باری ہے: ﴿وَمَا يُعَلِّمَانِ مِنْ أَحَدٍ حَتَّى يَقُولاَ إِنَّمَا نَحْنُ فِتْنَةٌ فَلاَ تَكْفُرْ فَيَتَعَلَّمُونَ مِنْهُمَا مَا يُفَرِّقُونَ بِهِ بَيْنَ الْمَرْءِ وَزَوْجِهِ وَمَا هُمْ بِضَارِّينَ بِهِ مِنْ أَحَدٍ إِلاَّ بِإِذْنِ اللَّهِ وَيَتَعَلَّمُونَ مَا يَضُرُّهُمْ وَلاَ يَنْفَعُهُمْ وَلَقَدْ عَلِمُوا لَمَنِ اشْتَرَاهُ مَا لَهُ فِي الآخِرَةِ مِنْ خَلاَقٍ وَلَبِئْسَ مَا شَرَوْا بِهِ أَنْفُسَهُمْ لَوْ كَانُوا يَعْلَمُونَ (۱۰۲)﴾ "ہاروت وماروت کسی کو جادو نہیں سکھاتے مگر یہ کہتے کہ ہم بطور امتحان آئے ہیں اس لئے کفر نہ کرو، وہ ان سے ایسی چیز سیکھتے تھے جس سے میاں بیوی میں علیحدگی کرادیتے، اور وہ دراصل کسی کو نقصان پہنچانے والے نہیں ہیں مگر اللہ کی مرضی سے، وہ ایسی چیز سیکھتے تھے جو نہ نقصان پہنچا سکتی اور نہ نفع پہنچا سکتی ہے، حالانکہ وہ

(۱) بخاری: ۱/۱۴، مسلم: ۱/۵۶ (۲) البقرہ: ۱۰۲

یقیناً جانتے ہیں کہ اس کے کرنے والے کا آخرت میں کوئی حصہ نہیں. اور انتہائی بری ہے وہ چیز جس کے بدلے میں انہوں نے اپنے آپ کو فروخت کر دیا کاش وہ جانتے ہوتے!". (۱)

سوال ۱۷۵: ساحر (جادوگر) کی سزا کیا ہے؟

جواب ۱۷۵: ساحر کی سزا قتل ہے، امام ترمذی نے جندب رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے وہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: **(حد الساحر ضربه بالسيف)** "ساحر کی سزا تلوار سے اس کی گردن اڑا دینا ہے". (۲) امام موصوف موقوفاً روایت کو صحیح قرار دینے کے بعد فرماتے ہیں "اس حدیث پر عمل نبی ﷺ کے بعض اہل علم اصحاب کا ہے اور یہی قول امام مالک کا بھی ہے امام شافعی فرماتے ہیں: "ساحر کو قتل کیا جائے گا، اگر وہ اپنے سحر سے ایسا عمل کرے جو کفر کی حد کو پہنچ جائے، ہاں! اگر عمل سحر کفر سے کم ہو تو ان کے نزدیک قتل نہیں کیا جائے گا. ساحر کو قتل کی سزا عمر بن خطاب، عبداللہ بن عمر، حفصہ بنت عمر، عثمان بن عفان، جندب بن عبداللہ، جندب بن کعب، قیس بن سعد رضی اللہ عنہم سے ثابت ہے اور یہی عمر بن عبدالعزیز اور امام احمد وابوحنیفہ رحمہم اللہ وغیرھم کا مسلک ہے.

سوال ۱۷۶: "نشرہ" کیا ہے اور اس کا کیا حکم ہے؟

جواب ۱۷۶: مسحور (جس کو جادو لگا ہے) سے جادو اتارنے کو "نشرہ" کہتے ہیں. اگر یہ اسی جیسا جادو سے ہو تو یہ شیطانی عمل ہے، اور اگر مشروع جھاڑ پھونک اور دعا سے ہو تو کوئی حرج نہیں.

---

(۱) البقرہ: ۱۰۲ (۲) ترمذی، کتاب الحدود، باب ماجاء فی حد الساحر: ۶۰/۴.

سوال ۱۷۷: مشروع جھاڑ پھونک کیا ہے؟

جواب ۱۷۷: مشروع جھاڑ پھونک وہ ہے جو خالص قرآن وسنت سے ہو اور عربی زبان میں ہو. اور جھاڑ پھونک کرنے والا اور جس پر جھاڑ پھونک کیا جارہا ہے دونوں کا عقیدہ ہو کہ اس کے اندر تاثیر صرف اللہ کی مرضی سے ہوتی ہے، اِس کے سوا اس کی اپنی کوئی تاثیر نہیں. دلیل یہ ہے کہ نبی ﷺ پر جبریل علیہ السلام نے جھاڑ پھونک کی ہے اور خود نبی کریم ﷺ نے بہت سے صحابہ کرام کی جھاڑ پھونک کی ہے". [1] اور صحابہ کرام کے "عمل رقیہ" (جھاڑ پھونک) کو برقرار رکھا ہے، بلکہ نبی ﷺ نے انہیں حکم دیا ہے، اور اس پر اجرت لینے کو حلال کیا ہے. اور یہ سب روایتیں صحیحین وغیرہ کی ہیں.

سوال ۱۷۸: ممنوع رقیہ (جھاڑ پھونک) کیا ہے؟

جواب ۱۷۸: ممنوع رقیہ (جھاڑ پھونک) وہ ہے جو قرآن سے ہو نہ حدیث سے اور نہ ہی عربی زبان میں ہو، بلکہ وہ شیطانی عمل ہو اور شیطان کے استخدام، اور اس کی پسندیدہ چیز کے ذریعہ اس کا تقرب حاصل کیا گیا ہو، جیساکہ شعبدہ باز، دجال، اٹکل پچو پیشین گوئی کرنے والے اور مداری لوگ کرتے ہیں اور بہت سارے وہ لوگ بھی کرتے ہیں جو طلسم اور ہمزاد کی کتابوں مثلاً شمس المعارف، شموس الأنوار وغیرہ پر عمل کرتے ہیں، جسے اعداء اسلام نے اسلام میں داخل کرنے کی کوشش کی ہے. ان چیزوں کا اسلام سے کوئی تعلق ہے نہ اسلامی علوم سے، بلکہ ان پر اسلام کی ادنیٰ چھاپ اور پرچھائی بھی نہیں ہے.

---

(۱) جن صحابہ پر نبی ﷺ نے جھاڑ پھونک کی ہے ان میں حسن وحسین رضی اللہ عنہما سرفہرست ہیں. دیکھئے بخاری، کتاب الأنبیاء: ۴/۱۱۹.

سوال ۱۷۹: جو چیزیں مریض کے بدن پر لٹکائی جاتی ہیں مثلاً تعویذ، گنڈے، تانت، دھاگہ، کڑا، کوڑی اور گھونگھہ وغیرہ، ان سب کا کیا حکم ہے؟

جواب ۱۷۹: سب ناجائز اور حرام ہیں. نبی کریم ﷺ نے فرمایا: **(من علّق شيأ وُكل إليه)** "جو شخص کوئی بھی چیز لٹکائے اسے اسی کے حوالے کردیا جاتا ہے". (۱) نبی ﷺ نے اپنے بعض سفر میں ایک قاصد کو بھیجا کہ: **(أن لا يبقين فى رقبة بعير قلادة من وتر أوقلادة إلا قطعت)** "کسی بھی اونٹ کی گردن میں تانت کا قلادہ (پٹہ) نہ رہے، یا اگر قلادہ ہو تو اسے کاٹ دیا جائے". (۲) نیز نبی ﷺ نے ایک حدیث میں فرمایا: **(إن الرقى والتمائم والتولة شرك)** "جھاڑ پھونک، تعویذ، گنڈے اور عمل حُب سب شرک ہیں". (۳) ایک دوسری حدیث میں نبی ﷺ نے فرمایا: **(من علق تميمة فلا أتم الله له ومن علق ودعة فلا ودع الله له)** "جو تعویذ لٹکائے اللہ اس کی مراد پوری نہ کرے، اور جو کوڑی و گھونگھا لٹکائے اللہ اسے شفا نہ دے". (۴) ایک دوسری حدیث میں نبی ﷺ نے فرمایا: **(من علق تميمة فقد أشرك)** "جس نے تعویذ لٹکایا اس نے شرک کیا". (۵)

---

(۱) یہ حدیث ضعیف ہے، دیکھئے ترمذی، باب کراھیۃ التعلیق: ۴/۴۰۴، ضعیف الجامع للشیخ البانی رقم: ۵۷۱۴ (۲) بخاری، کتاب الطب، باب ماقیل فی الجرس ونحوہ فی أعناق ابل: ۴/۱۸، مسلم، کتاب اللباس، باب کراھیۃ قلادۃ الوتر فی رقبۃ البعیر: ۶/۱۶۳ (۳) ابو داؤد، کتاب الطب، باب فی التمائم رقم: ۳۸۸۳، ابن ماجہ، باب تعلیق التمائم رقم: ۳۵۷۶، الصحیحۃ لألبانی رقم: ۳۳۱، حاکم: ۴/۲۱۷، حاکم کی تصحیح کی علامہ ذھبی نے موافقت کی ہے. (۴) مستدرک حاکم: ۴/۲۱۹، حاکم نے صحیح الاسناد کہا ہے مگر علامہ البانی نے ضعیف الجامع رقم: ۵۷۱۵ میں ضعیف قرار دیا ہے، الضعیفہ رقم: ۱۲۶۶. (۵) مسند احمد: ۴/۱۵۶، الصحیحہ رقم: ۴۹۲ میں علامہ البانی نے صحیح قرار دیا ہے.

نبی کریم ﷺ نے ایک آدمی کیس ہاتھ میں پیتل کا کڑا دیکھا، دریافت کیا: "یہ کس لئے ہے؟" اس نے جواب دیا: "یہ کمزوری دور کرنے کے لئے ہے" آپ نے فرمایا: (**انزعها فإنها لا تزيدك إلا وهنا فإنك لو مت وهى عليك ما أفلحت أبدا**) 'اسے اتار پھینکو، کیونکہ یہ تمہاری کمزوری میں مزید اضافہ کرے گا، اور اگر تم اس حال میں مر جاؤ کہ یہ کڑا تمہارے بدن پر ہو تو تم کبھی کامیاب نہیں ہو سکو گے". (۱) حذیفہ رضی اللہ عنہ نے ایک آدمی کے ہاتھ میں دھاگہ بندھا ہوا دیکھا، آپ نے اسے اپنے ہاتھ سے کاٹ دیا، اور اس آیت کی تلاوت کی: ﴿وَمَا يُؤْمِنُ أَكْثَرُهُمْ بِاللّٰهِ إِلاَّ وَهُمْ مُشْرِكُونَ(١٠٦)﴾ "ان میں اکثر لوگ ایمان کا دعویٰ تو کرتے ہیں مگر مشرک ہوتے ہیں". (۲) سعید بن جبیر رحمہ اللہ فرماتے ہیں: (**من قطع تميمة من انسان كان كعدل رقبه**) "جو کسی آدمی سے تعویذ کاٹ کر پھینک دے، اسے ایک غلام آزاد کرنے کے برابر ثواب ملے گا". ان کا یہ قول مرفوع یعنی نبی ﷺ کے فرمان کے حکم میں ہے.

سوال ۱۸۰: اگر لٹکائی جانے والی چیز قرآن مجید کی آیت یا حدیث ہو تو اس کا کیا حکم ہے؟

جواب ۱۸۰: بعض سلف سے اس کا جواز منقول ہے، لیکن سلف صالحین کی اکثریت اس کے ناجائز ہونے کی قائل ہے، ان میں عبداللہ بن عکیم، عبداللہ بن عمر، عبداللہ بن مسعود اور ان کے اصحاب رضی اللہ عنہم قابل ذکر ہیں. اور یہی مسلک صحیح بھی ہے، کیونکہ لٹکانے کی نہی عام ہے خواہ قرآن وحدیث سے ہو یا کسی دوسری چیز

(۱) مستدرک حاکم: ۴/۲۱۹، حاکم کی تصحیح کی علامہ ذہبی نے موافقت کی ہے، مسند احمد: ۱۷/۴۳۵ علامہ احمد محمد شاکر نے صحیح کہا ہے. (۲) یوسف: ۱۰۶

سے اور اس کی تخصیص کے لئے کوئی مرفوع حدیث منقول نہیں ہے.

دوسری بات یہ ہے کہ اس سے قرآن مجید کی ناقدری، بے عزتی اور اہانت ہوتی ہے، کیونکہ تعویذ لٹکانے والے اکثر اسے حالت ناپاکی میں لٹکائے پھرتے ہیں جو ناجائز ہے.

تیسری بات یہ ہے کہ لوگ قرآن والے تعویذ کو غیر قرآن والے تعویذ کے لئے دلیل بنالیں گے، جو کسی قیمت پر جائز نہیں.

چوتھی بات یہ ہے کہ تاکہ حرام وناجائز چیزوں پر لوگوں کا اعتقاد پختہ ہو جانے کا دروازہ بند ہو، خاص طور سے اس زمانہ میں جبکہ بے دینی اور شرک کا سیلاب امڈ آیا ہے اور غیر اللہ کی طرف لوگوں کی توجہ بڑھتی جارہی ہے. ان تمام وجوہ کے سبب قرآن سے تعویذ اسی طرح حدیث کی دعا وغیرہ سے تعویذ ناجائز اور حرام ہے.

سوال ۱۸۱: کاہنوں کا کیا حکم ہے؟

جواب ۱۸۱: کاہن شیطان کے اولیاء اور طاغوت ہیں، جن کے پاس شیطان شیطنت کی وحی کرتے رہتے ہیں، جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ﴿وَإِنَّ الشَّيَاطِينَ لَيُوحُونَ إِلَى أَوْلِيَائِهِمْ﴾ "اور شیاطین اپنے اولیاء کے پاس وحی کرتے رہتے ہیں"۔ (1) شیطان ان پر اترتے ہیں اور ملائکہ سے سنی ہوئی بات ان کے پاس پہنچاتے ہیں، اور اس کے ساتھ سو جھوٹ بھی ملادیتے ہیں ٹھنڈے دل سے اس آیت کو پڑھئے: ﴿هَلْ أُنَبِّئُكُمْ عَلَى مَنْ تَنَزَّلُ الشَّيَاطِينُ(۲۲۱) تَنَزَّلُ عَلَى كُلِّ أَفَّاكٍ أَثِيمٍ(۲۲۲) يُلْقُونَ السَّمْعَ وَأَكْثَرُهُمْ كَاذِبُونَ(۲۲۳)﴾

---

(۱) الأنعام: ۱۲۱

"کیا تمہیں بتاؤں کہ شیاطین کس پر اترتے ہیں، یہ پاپی اور گھڑی ہوئی بات بنانے والوں پر اترتے ہیں، ملائکہ سے سنی ہوئی باتوں کو پہنچاتے ہیں، اور وہ اکثر جھوٹے ہوتے ہیں". (۱)

نبی کریم ﷺ نے "حدیث وحی" میں فرمایا: "ملائکہ کی اس گفتگو کو چوری چھپے شیطان سن لیتا ہے، اور یہ چھپ کر سننے والے شیطان ایک دوسرے کے اوپر نیچے گھات لگائے بیٹھے رہتے ہیں، اس طرح اوپر والا شیطان نیچے والے شیطان کو پہنچاتا ہے پھر وہ اپنے سے نیچے والے کو پہنچاتا ہے، یہاں تک کہ جادوگر کی یا کاہن کی زبان پر ڈال دیتا ہے، کبھی ایسا ہوتا ہے کہ ملائکہ کی گفتگو پہنچانے سے پہلے ہی اس شیطان کو شہاب یعنی ٹوٹنے والے تارے کی مار لگتی ہے اور وہ جل جاتا ہے، اور کبھی شہاب کی مار لگنے سے پہلے ہی وہ پہنچا چکا ہوتا ہے، اور اس ایک سچ میں سو جھوٹ کی آمیزش کر دیتا ہے". (۲) ہاں یہ بھی ذہن نشیں کرلیں کہ کہانت میں علم رمل و جفر یعنی زمین میں لکیر کھینچ کر کسی چیز کا پتہ لگانا، اور جادو منتر کی کنکریاں مارنا بھی داخل ہے.

سوال ۱۸۲: جو شخص کاہن کی بات کو سچ مانے، اس کا کیا حکم ہے؟

جواب ۱۸۲: جو شخص کاہن کی بات کو سچ جانے وہ شریعت محمدیہ کا منکر ہے، کیونکہ اللہ تعالیٰ کے علاوہ کوئی بھی غیب نہیں جانتا. ارشاد الٰہی ہے: ﴿قُلْ لاَ يَعْلَمُ مَنْ فِي السَّمَوَاتِ وَالأَرْضِ الْغَيْبَ إِلاَّ اللَّهُ﴾ "اے نبی! آپ اعلان کر دیجئے کہ اللہ کے علاوہ آسمانوں اور زمین کی کوئی بھی ہستی غیب نہیں جانتی". (۳) نیز: ﴿وَعِنْدَهُ مَفَاتِحُ الْغَيْبِ لاَ يَعْلَمُهَا إِلاَّ هُوَ﴾ "اللہ ہی کے پاس غیب کی کنجیاں ہیں،

(۱) الشعراء: ۲۲۱-۲۲۳ (۲) بخاری، باب تفسیر سورۃ الحجر: ۵/۲۲۱، ترمذی رقم: ۳۲۲۳، ابن ماجہ رقم: ۱۸۲. (۳) النمل: ۶۵

اسے اللہ کے سوا کوئی نہیں جانتا". [1] ﴿أَمْ عِندَهُمُ الْغَيْبُ فَهُمْ يَكْتُبُونَ(٤٧)﴾ "کیا ان کے پاس غیب کا علم ہے جسے وہ لکھتے ہیں". [2] نیز فرمایا: ﴿أَعِندَهُ عِلْمُ الْغَيْبِ فَهُوَ يَرَى(٣٥)﴾ "کیا اس کے پاس علم غیب ہے جسے وہ دیکھ رہا ہے". [3] ﴿وَاللَّهُ يَعْلَمُ وَأَنتُمْ لاَ تَعْلَمُونَ﴾ "اللہ تعالیٰ جانتا ہے اور تم نہیں جانتے". [4]

اب کاہن کی باتوں کی تصدیق کرنے والے کے بارے میں رسول اللہ ﷺ کا فیصلہ سنئے. آپ نے فرمایا: **(من أتى عرافا أو كاهنا فصدقه بما يقول فقد كفر بما أنزل على محمد ﷺ)** "جو شخص غیب کا پتہ بتانے والے یا کاہن کے پاس آئے، اور وہ جو کچھ بتائے اس کو سچ جانے تو اس نے اس شریعت کا انکار کیا جو محمد ﷺ پر اتری ہے". [5] ایک دوسری حدیث میں نبی ﷺ نے فرمایا: **(من أتى عرافا فسأله عن شيء فصدقه، لم تقبل له صلاة أربعين يوماً)** "جو غیب کا پتہ بتانے والے کے پاس آئے اور اس غیب کے بارے میں دریافت کرے اور اس نے جو بتایا اس کو سچ جانے تو ایسے شخص کی چالیس دن کی نماز قبول نہیں ہوگی". [6]

سوال ۱۸۳: علم نجوم کا کیا حکم ہے؟

جواب ۱۸۳: علم نجوم بھی ناجائز اور حرام ہے، اور یہ علمِ سحر (جادو) کے درجہ میں ہے ارشاد ربانی ہے: ﴿وَهُوَ الَّذِي جَعَلَ لَكُمُ النُّجُومَ لِتَهْتَدُوا بِهَا فِي ظُلُمَاتِ الْبَرِّ وَ الْبَحْرِ﴾ "وہی اللہ ہے جس نے تمہارے لئے ستاروں کو بنایا تاکہ تم خشکی

(۱) الأنعام: ۵۹ (۲) القلم: ۴۷ (۳) النجم: ۳۵ (۴) البقرہ: ۲۱۶ (۵) حدیث صحیح ہے، ابو داوٗد، کتاب الطب، باب الکاہن رقم: ۳۹۰۴، مسند احمد: ۲/۴۲۹، حاکم: ۱/۸ (۶) مسلم، کتاب الطب، باب تحریم الکھانۃ و اتیان الکھان: ۷/۳۷، مسند احمد: ۵/۳۸۰

و دریا کی تاریکیوں میں ان کے ذریعہ راستہ معلوم کرسکو". (۱) نیز فرمایا: ﴿وَلَقَدْ زَيَّنَّا السَّمَاءَ الدُّنْيَا بِمَصَابِيحَ وَجَعَلْنَاهَا رُجُومًا لِلشَّيَاطِينِ﴾ "ہم نے دنیوی آسمان کو ستاروں سے مزین کیا، اور اسے شیاطین کی مار کا آلہ بنایا" (۲) ﴿وَالنُّجُومُ مُسَخَّرَاتٌ بِأَمْرِهِ﴾ "اور ستارے اللہ کے حکم کے تابع ہیں". (۳)

نبی کریم ﷺ نے فرمایا: (من اقتبس شعبة من النجوم فقد اقتبس شعبة من السحر ،زادما زاد) "جس نے علم نجوم کا ایک شعبہ حاصل کرلیا اس نے علم سحر کا ایک شعبہ سیکھا، جتنا زیادہ علم نجوم سیکھے گا اتنا ہی علم سحر ہوگا". (۴)

نبی ﷺ نے ایک دوسری حدیث میں فرمایا: (إنما أخاف على أمتي التصديق بالنجوم والتكذيب بالقدر و حيف الأئمة) "مجھے اپنی امت پر علم نجوم کو موثر مان کر اس کی تصدیق کرنے اور تقدیر کا انکار کرنے، نیز حاکموں کے ظلم وستم کا خوف ہے". (۵)

عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما نے ان لوگوں کے بارے میں جو ابجد سے نمبر نکالتے ہیں اور نجوم کو موثر مانتے ہیں، فرمایا: (ما أرى من فعل ذلك له عند الله من خلاق) "میں نہیں سمجھتا کہ جو شخص ایسا کرے اس کا اللہ تعالیٰ کے یہاں کچھ حصہ ہے". اور قتادہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں: "اللہ تعالیٰ نے نجوم کو تین فائدوں کے لئے بنایا ہے: آسمان کی زینت کے لئے، شیطان کو رجم کرنے کے لئے،

---

(۱) الأنعام: ۹۷ (۲) الملک: ۵ (۳) النحل: ۱۲ (۴) حدیث صحیح ہے، ابوداود کتاب الطب، باب فی النجوم رقم: ۳۹۰۵، مسند احمد: ۲۲۷/۱، الصحیحہ رقم: ۷۹۳ (۵) حدیث ضعیف ہے، اس میں محمد بن قاسم اسدی ایک راوی ہے جسے ابن معین کے علاوہ تمام ائمہ نے ضعیف کہا ہے. مسند احمد: ۹۰/۵، طبرانی کبیر: ۹۲/۱، الصحیحہ رقم: ۱۱۲۷

راستہ معلوم کرنے سکے لئے جس سے لوگ تاریکیوں میں راستہ معلوم کریں، ان تین فائدوں کے علاوہ اگر کوئی دوسری توضیح کرے تو (فقد أخطأ حظه وأضاع نصيبه و تكلف مالا علم له) ''اس نے خود کو خطاکار ٹھہرایا، اپنے نصیب کو بگاڑا، اور ایسی چیز کی مشقت اٹھائی جس کا اسے علم نہیں ہے''. (۱)

سوال ۱۸۴: ستاروں سے پانی طلب کرنے کا کیا حکم ہے؟

جواب ۱۸۴: ستاروں اور پچھتروں سے پانی طلب کرنا اور اسے بارش کے لئے مؤثر ماننا کفر و جہالت ہے. ارشاد ربانی ہے: ﴿وَتَجْعَلُونَ رِزْقَكُمْ أَنَّكُمْ تُكَذِّبُونَ(۸۲)﴾ ''اور تمہاری یہی روزی ہے کہ جھٹلاتے پھرو!''. (۲) نبی ﷺ نے فرمایا: (أربع فى أمتي من أمر الجاهلية لايتركونهن :الفخر بالأحساب والطعن في الأنساب والاستسقاء بالأنواء والنياحة) ''میری امت کے لوگ جاہلیت کی چار چیزیں نہیں چھوڑیں گے: ایک حسب و نسب پر فخر، دوسری نسب میں تہمت، تیسری ستاروں سے استسقاء (پانی طلب کرنا) اور چوتھی میت پر نوحہ خوانی''. (۳)

ایک حدیث قدسی میں نبی ﷺ نے فرمایا: (قال الله تعالى: أصبح من عبادى مؤمن بى و كافر، فأما من قال مطرنا بفضل الله و رحمته فذلك مؤمن بى كافر بالكوكب، وأما من قال مطرنا بنوء كذا و كذا فذلك كافر بى مؤمن بالكوكب) ''اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ''میرے کچھ بندوں نے مجھ پر ایمان لا کر صبح کی اور کچھ نے کافر و منکر بن کر، جس نے کہا: ''اللہ کے فضل و رحمت سے ہم پر بارش ہوئی'' تو وہ میرا ہے اور

(۱) بخاری، کتاب بدء الخلق، باب فی النجوم: ۴/۴۷ تعلیقاً. (۲) الواقعہ: ۸۲ (۳) مسلم: ۳/۴۵، ترمذی: ۳/۳۱۷

ستاروں کا منکر، اور جس نے کہا: "فلاں فلاں نچھتر کے سبب ہم پر بارش ہوئی" تو وہ میرا منکر ہے اور ستاروں کا مومن"۔ (۱)

سوال ۱۸۵: "طیرہ" یعنی بدفالی و بدشگونی کا کیا حکم ہے؟ اور اسے دور کرنے کا کیا طریقہ ہے؟

جواب ۱۸۵: بدشگونی، بدفالی، نحوست اور چھوت چھات کی کوئی حقیقت نہیں. ارشاد الٰہی ہے: ﴿أَلَاۤ إِنَّمَا طَائِرُهُمْ عِندَ اللَّهِ﴾ "سن لو ان کی بدشگونی و بدفالی اللہ کے پاس ہے"۔ (۲) نبی کریم ﷺ نے فرمایا: **(لاعدوی ولا طیرة ولا هامة ولا صفر)** "چھوت چھات کی کچھ حقیقت ہے نہ بدفالی کی نہ بدروحوں کی اور نہ ہی صفر (یا) صفر کی مہینے کے نحوست کی"۔ (۳) ایک دوسری حدیث میں نبی ﷺ نے فرمایا: **(الطیرة شرك، الطیرة شرك)** "بدشگونی شرک ہے، بدشگونی شرک ہے"۔ (۴)

بدفالی و بدشگونی دور کرنے کا طریقہ عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: **(وما منا إلا، ولكن الله يذهبه بالتوكل)** "اللہ تعالیٰ پر توکّل و بھروسہ کرنے سے اللہ بدفالی دور کر دیتا ہے"۔ (۵) نبی ﷺ نے ایک حدیث

---

(۱) بخاری فی الاستسقاء: ۲/۲۳، مسلم، کتاب الایمان، باب بیان کفر من قال مطرنا بالنوء: ۱/۵۹
(۲) الأعراف: ۱۳۱ (۳) بخاری، کتاب الطب، باب المجذوم: ۱/۱۷، مسلم، کتاب السلام، باب لا عدوی ولا طیرة الخ: ۷/۳۱ (۴) مسند احمد: ۱/۴۴۰، مستدرک حاکم: ۱/۱۷، حاکم کی تصحیح کی علامہ ذھبی نے موافقت کی ہے، ترمذی باب ماجاء فی الطیرة: ۴/۱۶۰، الصحیحہ رقم: ۴۲. (۵) ابو داؤد: ۳۹۱۰، ترمذی: ۱۶۱۴، علامہ البانی نے الصحیحہ: ۴۲۹ میں صحیح قرار دیا ہے.

میں فرمایا: (إنما الطيرة ما أمضاك أوردك) "بدفالی وہ ہے جو تمہیں لے جائے، یا واپس کر دے". (۱) مسند احمد میں عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ کی حدیث میں ہے: (من ردته الطيرة عن حاجته فقد أشرك) "جس کو بدشگونی اپنی حاجت میں جانے سے روک دے اس نے شرک کیا". (۲) لوگوں نے دریافت کیا، اس کا کفارہ کیا ہے؟ آپ نے فرمایا: "یہ دعا اس کا کفارہ ہے" (اللهم لا خير إلا خيرك ولا طير إلا طيرك ولا إله غيرك) "اے اللہ! خیر نہیں مگر صرف تیری، بدفالی نہیں مگر صرف تیری اور تیرے علاوہ کوئی معبود برحق نہیں".

ایک حدیث میں نبی ﷺ نے فرمایا: (أصدقها الفأل ولا ترد مسلما فإذا رأي أحدكم ما يكره فليقل) "بدشگونی میں سب سے سچا نیک فال ہے، اور یہ کسی مسلمان کو اپنی ضرورت سے واپس نہیں کرتا" اگر تم میں کوئی ناپسندیدہ امر دیکھے تو یہ دعا پڑھے: (اللهم لا يأتي بالحسنات إلا أنت ولا يدفع السيئات إلا أنت ولا حول ولا قوة إلا بك) "اے اللہ! خیر تو ہی لاتا ہے اور شر تو ہی دفع کرتا ہے اور ساری طاقت و قوت تجھ ہی سے ہے". (۳)

سوال۱۸۶: نظر بد کا کیا حکم ہے؟

جواب۱۸۶: نظر بد برحق ہے، اور یہ انسان کو لگ جاتی ہے. نبی کریم ﷺ نے فرمایا:

---

(۱) ضعیف ہے، دیکھئے مسند احمد: ۲۳۹/۳ رقم: ۱۸۲۴، فتح المجید: ۳۲۲ (۲) صحیح ہے، مسند احمد: ۲۲۰/۲، الصحیحۃ: ۵۴/۳ رقم: ۱۰۶۵ (۳) مرسل ہے، ابوداؤد کتاب الطب، باب الطیرۃ رقم: ۳۹۱۹

(العين حق) "نظر برحق ہے". (۱) نبی ﷺ نے ایک لونڈی کا چہرہ زرد و پیلا دیکھا تو آپ نے فرمایا: (استرقوا لها فإن بها النظرة) "اسے نظر لگ گئی ہے، اس پر جھاڑ پھونک کرو". (۲) ام المومنین عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں: (أمر النبي ﷺ أن يسترقى من العين) نبی ﷺ نے حکم دیا کہ نظر کے نظر بد سے جھاڑ پھونک کرو". (۳) نبی ﷺ نے ایک حدیث میں فرمایا: (لا رقية إلا من عين أو حمة) "نظر بد اور زہر کا اثر دور کرنے کے لئے جھاڑ پھونک جائز ہے". (۴) لیکن نظر بد بذات خود مؤثر نہیں بلکہ اللہ کے حکم سے مؤثر ہے، اور اس کا اثر اسی وقت ہوتا ہے جب اللہ تعالیٰ کی مرضی شامل حال ہو. اور آیت ﴿وَإِنْ يَكَادُ الَّذِينَ كَفَرُوا لَيُزْلِقُونَكَ بِأَبْصَارِهِمْ لَمَّا سَمِعُوا الذِّكْرَ﴾ "اور قریب ہے کہ کافر جب وہ قرآن سنتے ہیں آپ کو اپنی بد نظری سے پھسلا دیں"، (۵) کی تفسیر بہت سارے سلف رضی اللہ عنہم سے یہی منقول ہے کہ آپ کو نظر بد لگا دیں.

سوال ۱۸۷: گناہ و معصیت کی کتنی قسمیں ہیں؟

جواب ۱۸۷: گناہ و معصیت کی دو قسمیں ہیں:

ایک صغیرہ جسے "سیئہ" کہتے ہیں، دوسری کبیرہ، جسے "موبقہ" کہتے ہیں.

---

(۱) بخاری، کتاب الطب، باب العین حق: ۷/۲۳، مسلم باب الطب والمرض الخ: ۷/۱۳ (۲) بخاری، باب رقیۃ العین: ۷/۲۳، مسلم، ۷/۱۸، (۳) بخاری: ۷/۲۳، مسلم: ۷/۱۸ (۴) حدیث صحیح ہے، ابو داؤد، کتاب الطب، باب فی تعلیق التمائم رقم: ۳۸۸۴، ترمذی: ۴/۳۹۴ رقم: ۲۰۵۷، مسند احمد: ۴/۴۳۸ (۵) القلم: ۵۱

سوال۱۸۸: گناہ صغیرہ کن چیزوں سے دُھل جاتا ہے؟

جواب ۱۸۸: گناہ صغیرہ نیکیوں اور نیک کاموں سے دُھل جاتا ہیں، ارشاد الٰہی ہے:
﴿إِنْ تَجْتَنِبُوا كَبَائِرَ مَا تُنْهَوْنَ عَنْهُ نُكَفِّرْ عَنكُمْ سَيِّئَاتِكُمْ وَنُدْخِلْكُمْ مُدْخَلاً كَرِيمًا (٣١)﴾ ''اگر تم ممنوع کاموں میں کبیرہ گناہوں سے بچو تو ہم تمہارے چھوٹے گناہوں کو مٹادیں گے اور تمہیں معزز جگہ میں داخل کریں گے''.[۱] نیز فرمایا: ﴿إِنَّ الْحَسَنَاتِ يُذْهِبْنَ السَّيِّئَاتِ﴾ ''نیکیاں برائیوں کو لے جاتی ہیں''.[۲] اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے یہ بتایاہے کہ کبیرہ گناہوں کے اجتناب اور نیک عمل سے گناہ مٹادیئے جاتے ہیں. حدیث شریف میں آیاہے:
(وأتبع السيئة الحسنة تمحها) ''گناہ کے بعد نیکی کرو، یہ اسے مٹادیگی''.[۳]
اسی طرح صحیح حدیثوں میں آیاہے کہ: طبیعت پر شاق گذرنے کے باوجود ٹھنڈی میں مکمل وضو، مسجدوں میں چل کر جانا، پانچوں وقت کی نماز، جمعہ سے جمعہ، اسی طرح رمضان سے رمضان، لیلۃ القدر کا قیام، عاشوراء محرم کا روزہ وغیرہ گناہوں اور خطاؤں کے لئے کفارہ ہے. اکثر حدیثوں میں گناہوں کے کفارہ بننے کے لئے اجتناب کبیرہ کی قید ہے. اور جن حدیثوں میں اجتناب کبیرہ کی قید نہیں، بلکہ مطلق آئی ہیں ان کو اسی پر محمول کیا جائے گا، اور اجتناب کبائر نیکیوں کے صغیرہ گناہوں کے لئے کفارہ بننے میں شرط ہوگا.

سوال۱۸۹: کبیرہ گناہ کسے کہتے ہیں؟

جواب۱۸۹: کبیرہ گناہ کی تعریف میں صحابہ وتابعین کے اقوال مختلف ہیں، چنانچہ ایک

(۱)النساء:۳۱ (۲)ھود:۱۱۴ (۳)حدیث صحیح ہے، مسند احمد:۵/۱۵۳، ترمذی:۴/۳۳۵رقم: ۱۹۸۷.

تعریف یہ کی گئی ہے: ''کبیرہ گناہ اس کو کہتے ہیں جس پر حد جاری کرنے کا حکم آیا ہو''. بعض نے کہا: ''کبیرہ ہر اس گناہ کو کہتے ہیں جس پر لعنت یا غضب یا جہنم یا کسی بھی سزا کی وعید آئی ہو''. بعض نے کہا: ''کبیرہ اس گناہ کو کہتے ہیں جس سے یہ نمایاں ہو کہ اس کا کرنے والا دین کی کچھ بھی پرواہ کرتا ہے نہ اس کو خاطر میں لاتا ہے اور نہ ہی اللہ سے خوف کھاتا ہے'' وغیرہ.

صحیح حدیثوں میں بہت سارے گناہوں کو تعین کے ساتھ کبیرہ کہا گیا ہے. ہاں! ان کے درجات میں فرق ہے، بعض تو کفر اکبر ہیں جیسے اللہ کے ساتھ شرک اور سحر (جادو)، اور بعض کفر اکبر تو نہیں لیکن کبیرہ (بڑے گناہ) اور معصیت ضرور ہیں. جیسے ناحق قتل کرنا، میدان جہاد سے فرار اختیار کرنا، یتیم کا مال ہڑپ کر جانا، کذب و دروغ گوئی، پاکدامن عفیف اور بھولی بھالی عورتوں پر زنا کی تہمت لگانا، شراب پینا، والدین کی نافرمانی کرنا وغیرہ. عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں: ''گناہ کبیرہ سات کے بجائے ستر (۷۰) زیادہ مناسب ہے''. اگر ان گناہوں کا تتبع کیا جائے جنہیں کبیرہ کہا گیا ہے تو ستر سے زیادہ بھی عدد پہنچ سکتا ہے، جب یہ بات ہے تو اگر ان تمام گناہوں کی کھوج اور تلاش کی جائے جن پر کتاب و سنت میں وعید آئی ہے، خواہ ''لعنت'' کا لفظ آیا ہو یا ''غضب'' کا، ''عذاب'' کا لفظ ہو یا ''اعلان جنگ'' کا، تو یقیناً ستر (۷۰) سے بھی زیادہ کی گنتی شمار کی جاسکتی ہے.

سوال ۱۹۰: گناہ کبیرہ و صغیرہ دونوں کس عمل سے مٹ جاتے ہیں؟

جواب ۱۹۰: گناہ کبیرہ ہو یا صغیرہ وہ ''توبۂ نصوح'' یعنی دل سے خالص اور سچی توبہ کرنے

سے مٹ جاتا ہے۔ ارشاد ربانی ہے: ﴿يَا أَيُّهَا الَّذِينَ ءَامَنُوا تُوبُوا إِلَى اللَّهِ تَوْبَةً نَصُوحًا عَسَى رَبُّكُمْ أَنْ يُكَفِّرَ عَنكُمْ سَيِّئَاتِكُمْ وَيُدْخِلَكُمْ جَنَّاتٍ تَجْرِي مِنْ تَحْتِهَا الأَنْهَارُ﴾ ”اے مومنو! اللہ تعالیٰ کی طرف توبہ نصوح کے ساتھ رجوع کرو، ممکن ہے تمہارا رب تمہارے گناہوں کو تم سے مٹا دے، اور تمہیں ایسے باغوں میں داخل کر دے، جن کے نیچے نہریں بہتی ہیں“۔ (۱) نیز فرمایا: ﴿إِلاَّ مَنْ تَابَ وَءَامَنَ وَعَمِلَ عَمَلاً صَالِحًا فَأُولَئِكَ يُبَدِّلُ اللَّهُ سَيِّئَاتِهِمْ حَسَنَاتٍ﴾ ”مگر جو توبہ کرے، ایمان لائے اور عمل صالح کرے اللہ تعالیٰ ان کے گناہوں کو نیکیوں سے بدل دے گا“۔ (۲) نیز فرمایا: ﴿وَالَّذِينَ إِذَا فَعَلُوا فَاحِشَةً أَوْ ظَلَمُوا أَنفُسَهُمْ ذَكَرُوا اللَّهَ فَاسْتَغْفَرُوا لِذُنُوبِهِمْ وَمَنْ يَغْفِرُ الذُّنُوبَ إِلاَّ اللَّهُ وَلَمْ يُصِرُّوا عَلَى مَا فَعَلُوا وَهُمْ يَعْلَمُونَ (١٣٥) أُولَئِكَ جَزَاؤُهُمْ مَغْفِرَةٌ مِنْ رَبِّهِمْ وَجَنَّاتٌ تَجْرِي مِنْ تَحْتِهَا الأَنْهَارُ﴾ ”اور مومن وہ لوگ ہیں کہ جب وہ کوئی غلط کام یا اپنے نفس پر ظلم کر بیٹھتے ہیں تو اللہ کو یاد کرتے ہیں، اپنے گناہوں کے لئے استغفار کرتے ہیں اور صرف اللہ تعالیٰ ہی گناہوں کو معاف کرتا ہے، اور وہ اپنے کئے پر جان بوجھ کر مصر نہیں رہتے، یہی وہ لوگ ہیں جن کا بدلہ ان کے رب کی طرف سے مغفرت ہے، اور باغات ہیں جن کے نیچے نہریں جاری ہیں“۔ (۳)

نبی کریم ﷺ نے فرمایا: (التوبه تَجُبُّ ما قبلها) ”توبہ پہلے کے گناہوں کو مٹا دیتی ہے“۔ (۴) نیز نبی ﷺ نے فرمایا: ”اللہ تعالیٰ بندہ کے توبہ سے اس شخص سے بھی زیادہ خوش ہوتا ہے جو کسی منزل میں پڑاؤ ڈالے، اور اسے ہلاک

(۱) التحریم: ۸ (۲) الفرقان: ۷۰ (۳) آل عمران: ۱۳۵-۱۳۶ (۴) تفسیر ابن کثیر: ۴/ ۳۹۲

ہونے کا خطرہ ہو، اس کے ساتھ سواری ہو جس پر کھانے پینے کا سامان رکھا ہوا ہو، وہ سر رکھ کر سو جائے، جب بیدار ہو تو دیکھے کہ اس کی سواری غائب ہے، اب سواری کی تلاش میں اس کو سخت تپش، پیاس اور بھوک لگتی ہو اور طرح طرح کے خطرات اس پر منڈلا رہے ہوں، وہ تھک ہار کر کہے: اپنی منزل واپس چلتا ہوں، اور وہ اپنی منزل آکر سو جائے، جب نیند سے بیدار ہو تو دیکھے کہ اس کی سواری پورے ساز و سامان کے ساتھ اس کے پاس کھڑی ہے، وہ مارے خوشی کے کہہ اٹھے اور اسے خیال بھی نہ رہے کہ وہ کیا کہہ رہا ہے: "اے اللہ! تو میرا بندہ ہے اور میں تیرا رب ہوں". تو اللہ تعالیٰ اس شخص سے بھی زیادہ بندہ کی توبہ سے خوش ہوتا ہے". (۱)

سوال ۱۹۱: توبہ نصوح کسے کہتے ہیں؟

جواب ۱۹۱: "توبہ نصوح" اس خالص اور سچی توبہ کو کہتے ہیں جس میں تین چیزیں جمع ہوں: (۱) اس گناہ کو سرے سے ترک کر دے. (۲) اس گناہ پر ندامت و شرمندگی محسوس کرے. (۳) یہ عزم صادق کرے کہ دوبارہ گناہ نہیں کرے گا.

اگر اس نے کسی مسلمان پر ظلم کیا ہے تو اس سے معافی مانگ لے، کیونکہ اگر دنیا میں اس نے اس سے معافی نہیں مانگ لی ہے، یا اس کا حق پورا پورا ادا نہیں کر دیا ہے تو وہ قیامت کے دن اس سے اس کے ظلم کے بدلہ کا مطالبہ کرے گا، پھر ظالم سے مظلوم کا قصاص لیا جائے گا اور اس کا حق ادا کیا جائے گا. کسی پر ظلم کرنا ایسا گناہ ہے کہ اللہ تعالیٰ اس میں سے معمولی ظلم بھی معاف نہیں کرے گا. نبی کریم ﷺ نے فرمایا: (**من كان عنده لأخيه مظلمة فليتحلله منه اليوم قبل أن**

(۱) بخاری، کتاب قصاص، باب توبہ: ۶۳۰۸، مسلم، کتاب التوبہ، باب فی الحض علی التوبہ: ۸/۹۳

لا یکون دینار ولادرھم، إن کانَ له حسنات أخذ من حسناته و إلا أخذ سیئات أخیه فطرحت علیه) "اگر کسی نے اپنے کسی بھائی پر ظلم کیا ہے تو دنیا ہی میں اس سے ظلم کی معافی و تلافی کرا لے، اس دن سے پہلے ہی جب نہ دینار ہو گا نہ درہم. اگر ظالم کے پاس نیکیاں ہوں تو اس سے نیکیاں لے کر مظلوم کو دے دی جائیں گی: اگر نیکیاں نہ ہوں تو مظلوم کے گناہ ظالم پر ڈال دیئے جائیں گے". (۱)

سوال ۱۹۲: ہر فرد کے تعلق سے توبہ کا دروازہ کب بند ہو جاتا ہے؟

جواب ۱۹۲: آدمی کو جب موت کا غرغرہ آنے لگتا ہے اور ملک الموت کو اپنی آنکھوں کے سامنے دیکھ لیتا ہے، اس وقت اس کے لئے توبہ کا دروازہ بند ہو جاتا ہے، اس وقت اگر توبہ کرے تو اس کی یہ توبہ کوئی کام نہیں آئیگی. ارشاد الٰہی ہے: ﴿إِنَّمَا التَّوْبَةُ عَلَى اللّٰهِ لِلَّذِينَ يَعْمَلُونَ السُّوءَ بِجَهَالَةٍ ثُمَّ يَتُوبُونَ مِنْ قَرِيبٍ فَأُولَئِكَ يَتُوبُ اللّٰهُ عَلَيْهِمْ وَكَانَ اللّٰهُ عَلِيمًا حَكِيمًا(۱۷)﴾ "اللہ تعالیٰ ان لوگوں کی توبہ قبول کرتا ہے جو جہالت و حماقت سے برے عمل کر لیتے ہیں پھر قریب ہی یعنی موت سے پہلے توبہ کر لیتے ہیں، ایسے لوگوں کی توبہ کو اللہ تعالیٰ قبول کرتا ہے، اللہ علیم و حکیم ہے". (۲)

صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کا اس بات پر اجماع ہے کہ "جہالت" ہر اس عمل کو کہتے ہیں جس سے اللہ تعالیٰ کی نافرمانی ہوتی ہے، خواہ عمداً ہی کیوں نہ کیا گیا ہو، اور موت سے پہلے جو کچھ بھی ہے وہ "قریب" ہے. نبی ﷺ نے فرمایا: (إن الله یقبل توبة العبد ما لم یُغرغر) "اللہ تعالیٰ تک نہیں

(۱) بخاری، کتاب الرقاق، باب القصاص یوم القیامہ وھی الحاقہ: ۱۹۷/۷، مسند احمد: ۴۳۵/۲ (۲) النساء: ۱۷

آئے گی بندہ کی توبہ موت کے غرغرہ سے پہلے تک قبول کرلیتا ہے"۔ (۱)

البتہ جب ملک الموت کا بھیانک چہرہ آدمی دیکھ لیتا ہے اور روح سینے سے نکل کر حلقوم تک پہونچ جاتی ہے اور دمِ واپسیں آنے لگتی ہے تو اس وقت کسی قسم کی بھی توبہ قبول نہیں ہوگی، نہ گلو خلاصی ہوگی اور نہ ہی نجات۔ اس کی دلیل یہ آیت ہے جو مذکورہ آیت کے بعد ہے: ﴿وَلَيْسَتِ التَّوْبَةُ لِلَّذِينَ يَعْمَلُونَ السَّيِّئَاتِ حَتَّى إِذَا حَضَرَ أَحَدَهُمُ الْمَوْتُ قَالَ إِنِّي تُبْتُ الآنَ﴾ "ان لوگوں کے لئے توبہ نہیں ہے جو برے عمل کرتے رہتے ہیں، یہاں تک کہ جب ان کی موت کا وقت آجاتا ہے تو کہتے ہیں کہ "اب میں گناہوں سے توبہ کرتا ہوں"۔ (۲)

سوال ۱۹۳: عمر دنیا کے تعلق سے توبہ کا دروازہ کب بند ہوگا؟

جواب ۱۹۳: قیامت سے پہلے سورج جب مغرب سے طلوع ہونے لگے تو توبہ کا دروازہ بند ہو جائے گا۔ ارشاد الٰہی ہے: ﴿يَأْتِي بَعْضُ ءَايَاتِ رَبِّكَ لاَ يَنفَعُ نَفْسًا إِيمَانُهَا لَمْ تَكُنْ ءَامَنَتْ مِنْ قَبْلُ أَوْ كَسَبَتْ فِي إِيمَانِهَا خَيْرًا﴾ "جس دن آپ کے رب کی بعض نشانیاں آجائیں گی تو کسی نفس کو اس کا ایمان لانا فائدہ نہیں دے گا جو اس سے پہلے ایمان نہ لایا ہو یا ایمان لاکر خیر اور نیکی نہ کمائی ہو"۔ (۳) صحیح بخاری کی روایت میں رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں: (لا تقوم الساعة حتى تطلع الشمس من مغربها ،فإذا طلعت ورآها الناس آمنوا أجمعون و ذلك ،حين لا ينفع نفسا إيمانها) "قیامت اس وقت

---

(۱) حدیث حسن ہے، ترمذی ابواب الدعوات، باب فضل التوبہ والاستغفار: ۵/۷ ۳۴، ابن ماجہ رقم: ۴۲۵۳، مسند احمد: ۲/۱۳۲، مستدرک حاکم: ۴/۲۵۷ حاکم کے تصحیح کی علامہ ذہبی نے موافقت کی ہے۔ (۲) النساء: ۱۸ (۳) الأنعام: ۱۵۸

آئے گی جب تک سورج مغرب سے طلوع نہ ہو جائے، جب مغرب سے سورج طلوع ہو جائے گا، اور لوگ دیکھ لیں گے تو سارے کے سارے لوگ ایمان لے آئیں گے، لیکن یہی وہ وقت ہے جب کسی نفس کو اس کا ایمان لانا فائدہ نہیں دے گا"۔ (۱) پھر آپ نے مذکورہ آیت کی تلاوت فرمائی. اس معنی کی احادیث صحابہ کرام کی ایک جماعت نے نبی ﷺ سے حدیث کی بڑی کتابوں میں روایت کی ہے، ایک حدیث میں آیا ہے صفوان بن عسال رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: میں نے نبی ﷺ سے سنا آپ فرما رہے تھے: (إن الله فتح بابا قبل المغرب عرضه سبعون عاما للتوبه لا يغلق حتى تطلع الشمس منه) "اللہ تعالیٰ نے مغرب کی طرف توبہ کے لئے ایک دروازہ کھول رکھا ہے جس کی چوڑائی ستر سال کے برابر ہے، وہ اسے بند نہیں کرے گا، یہاں تک کہ جب مغرب سے آفتاب طلوع ہو جائے گا تو پھر بند کر دے گا"۔ (۲)

سوال ۱۹۴: جو اہل توحید گناہ کبیرہ کرتے کرتے مر جائے اس کا کیا حکم ہے؟

جواب ۱۹۴: ارشاد ربانی ہے: ﴿وَنَضَعُ الْمَوَازِينَ الْقِسْطَ لِيَوْمِ الْقِيَامَةِ فَلَا تُظْلَمُ نَفْسٌ شَيْئًا وَإِنْ كَانَ مِثْقَالَ حَبَّةٍ مِنْ خَرْدَلٍ أَتَيْنَا بِهَا وَكَفَى بِنَا حَاسِبِينَ(٤٧)﴾ "ہم عدل و انصاف کا میزان قیامت کے دن قائم کریں گے، کسی نفس پر کچھ بھی ظلم نہیں کیا جائے گا، اگرچہ رائی کے دانہ کے برابر ہو ہم اس

(۱) بخاری، کتاب الرقاق، باب لا تقوم الساعہ حتی تطلع الشمس: ۷/۱۹۱، مسلم باب بیان الزمن الذی لا یقبل فیہ الایمان: ۱/۹۵ (۲) حدیث صحیح ہے، ترمذی ابواب الدعوات، باب ماجاء فی فضل التوبہ رقم: ۳۵۳۰، ابن ماجہ: ۴۰۷۰، مسند احمد: ۴/۲۴۰

لے آئیں گے، اور حساب کے لئے ہم کافی ہیں"۔[1] نیز فرمایا: ﴿وَالْوَزْنُ يَوْمَئِذٍ الْحَقُّ فَمَنْ ثَقُلَتْ مَوَازِينُهُ فَأُولَئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُونَ(٨) وَمَنْ خَفَّتْ مَوَازِينُهُ فَأُولَئِكَ الَّذِينَ خَسِرُوا أَنْفُسَهُمْ بِمَا كَانُوا بِآيَاتِنَا يَظْلِمُونَ(٩)﴾ "اس وزن برحق ہے، جس کا پلا جھک جائے گا وہی کامیاب ہے، اور جس کا پلّا ہلکا ہو جائے گا یہ وہی لوگ ہیں جو خود کو خسارہ میں ڈال لئے، کیونکہ وہ ہماری آیتوں پر ظلم کرتے تھے"۔[2] ﴿يَوْمَ تَجِدُ كُلُّ نَفْسٍ مَا عَمِلَتْ مِنْ خَيْرٍ مُحْضَرًا وَمَا عَمِلَتْ مِنْ سُوءٍ﴾ "اس دن ہر آدمی جو بھی خیر یا برائی کیا ہوگا اسے موجود پائے گا"۔[3] ﴿يَوْمَ تَأْتِي كُلُّ نَفْسٍ تُجَادِلُ عَنْ نَفْسِهَا وَتُوَفَّى كُلُّ نَفْسٍ مَا عَمِلَتْ وَهُمْ لَا يُظْلَمُونَ(١١١)﴾ "اس دن ہر نفس اپنے آپ سے دفاع کرتا ہوا آئے گا اور ہر نفس کو اس کے عمل کا پورا پورا بدلہ دیا جائے گا، ان پر کچھ بھی ظلم نہ کیا جائے گا"۔[4] ﴿وَاتَّقُوا يَوْمًا تُرْجَعُونَ فِيهِ إِلَى اللَّهِ ثُمَّ تُوَفَّى كُلُّ نَفْسٍ مَا كَسَبَتْ وَهُمْ لَا يُظْلَمُونَ(٢٨١)﴾ "اس دن سے خوف کھاؤ جس دن تم اپنے رب کی طرف لوٹائے جاؤ گے پھر ہر نفس کو اس کے عمل کا پورا پورا بدلہ دیا جائے گا، اور ان پر کچھ بھی ظلم نہ کیا جائے گا۔[5] ﴿يَوْمَئِذٍ يَصْدُرُ النَّاسُ أَشْتَاتًا لِيُرَوْا أَعْمَالَهُمْ(٦) فَمَنْ يَعْمَلْ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ خَيْرًا يَرَهُ(٧) وَمَنْ يَعْمَلْ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ شَرًّا يَرَهُ(٨)﴾ "اس دن لوگ الگ الگ آئیں گے تاکہ اپنے اعمال کو دیکھیں، جس نے ذرہ برابر خیر کیا ہوگا اسے وہ دیکھ لے گا اور جس نے ذرہ برابر شر کیا ہوگا اسے بھی وہ دیکھ لے گا"۔[6]

---

(۱) الأنبیاء: ۴۷ (۲) الأعراف: ۸-۹ (۳) آل عمران: ۳۰ (۴) النحل: ۱۱۱
(۵) البقرہ: ۲۸۱ (۶) الزلزال: ۶-۸

نبی علیہ السلام نے ارشاد فرمایا:(من نوقش الحساب عذب) ''جس کے حساب کی تفتیش اور چھان بین ہونے لگے وہ عذاب میں پھنسا'' یہ سن کر ام المؤمنین عائشہ رضی اللہ عنہا نے دریافت کیا: کیا اللہ تعالیٰ نے ﴿فَسَوْفَ يُحَاسَبُ حِسَابًا يَسِيرًا﴾ ''اس سے بالکل آسان حساب لیا جائے گا'' نہیں کہا ہے؟ آپ نے فرمایا: کیا(بلی! إنما العرض و لکن من نوقش الحساب عذب) ''ضرور کہا ہے! لیکن اس سے مراد صرف پیشی ہے، البتہ جس کے حساب کی جانچ پڑتال شروع ہوئی وہ عذاب میں پھنس گیا''. (۱)

ہم حشر، میدانِ محشر کے حالات، میزان، نامہء اعمال کا دیا جانا، حساب کے لئے پیشی، پل صراط سے پار ہونا اور شفاعت وغیرہ کی بحث میں آیات و احادیث نقل کر آئے ہیں جن سے یہ معلوم ہوگیا تھا کہ دنیا میں اطاعت و نافرمانی کے حساب سے آخرت میں لوگوں کے درجات اور مراتب مختلف ہوں گے، بعض تو سابقین اولین میں سے ہوں گے، بعض مقتصدین یعنی درمیان میں ہوں گے اور بعض ظالمین میں ہوں گے. جب یہ بات واضح ہوگئی تو مزید یہ بھی ذہن نشیں رہے کہ قرآنی آیات اور فرمودات نبویہ سے ثابت ہے، اور جو قرون اولیٰ کے سلف صالحین، صحابہ کرام اور تابعین عظام اور ائمہء تفسیر و حدیث اور فقہاء کا مسلک رہا ہے، وہ یہ کہ نافرمان اہل توحید کے تین طبقے ہیں:

(۱) پہلا طبقہ ان لوگوں کا ہے جن کی نیکیاں ان کے گناہوں پر بھاری ہوں گی، یہ لوگ جنت میں داخل ہوں گے اور ان کو جہنم کی آگ بالکل مَس نہیں کرے گی.

(۱) بخاری، کتاب الرقاق، باب من نوقش الحساب عذب: ۷/۱۹۷، ترمذی باب ماجاء فی العرض: ۴/ ۶۱۷، رقم: ۲۴۲۶، مسند احمد: ۶/ ۱۲۷

(۲)دوسرا طبقہ ان لوگوں کا ہے جن کی نیکیاں اور گناہ برابر ہوں گے، برائیوں کے سبب جنت جانے سے رہ جائیں گے اور نیکیوں کے سبب جہنم سے بچ جائیں گے. یہ لوگ ''اصحاب اعراف'' کہلائینگے، جن کے بارے میں اللہ تعالیٰ نے بتایاہے کہ ان کو جنت وجہنم کے درمیان ٹھہرایا جائے گا اور جب تک اللہ کی مشیت ہو گی وہاں ٹھہرے رہیں گے، پھر ان کو دخول جنت کی اجازت دے دی جائے گی، جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے اس کے بعد فرمایاکہ جب جنتی جنت میں اور جہنمی جہنم میں چلے جائیں گے: ﴿وَبَيْنَهُمَا حِجَابٌ وَعَلَى الأَعْرَافِ رِجَالٌ يَعْرِفُونَ كُلاًّ بِسِيمَاهُمْ وَنَادَوْا أَصْحَابَ الْجَنَّةِ أَنْ سَلاَمٌ عَلَيْكُمْ لَمْ يَدْخُلُوهَا وَهُمْ يَطْمَعُونَ(٤٦)وَإِذَا صُرِفَتْ أَبْصَارُهُمْ تِلْقَاءَأَصْحَابِ النَّارِ قَالُوا رَبَّنَا لاَ تَجْعَلْنَا مَعَ الْقَوْمِ الظَّالِمِينَ(٤٧)﴾إلى قوله ﴿ادْخُلُوا الْجَنَّةَ لاَ خَوْفٌ عَلَيْكُمْ وَلاَ أَنْتُمْ تَحْزَنُونَ(٤٩)﴾ ''جنت وجہنم کے مابین حجاب ہوگا، اور ''اعراف'' پر کچھ لوگ ہوں گے جو سب کو ان کی علامت سے پہچانیں گے اور اہل جنت کو پکاریں گے کہ تم پر سلامتی ہو، وہ جنت میں داخل نہ ہوں گے جب کہ وہ اس کی طمع کر رہے ہوں گے، جب ان کی نگاہیں اہل جہنم کی طرف پھیر دی جائیں گی وہ کہیں گے: اے ہمارے رب! تو ہمیں ظالم قوموں کے ساتھ نہ کرنا'' تا قولہ تعالیٰ: ''جنت میں داخل ہو جاؤ تم پر نہ کوئی خوف ہوگا نہ تم غم کروگے''. (۱)

(۳) تیسرا طبقہ ان لوگوں کا ہے جو اللہ تعالیٰ سے کبیرہ گناہ ومعصیت پر اصرار کے ساتھ ملیں گے، البتہ ان کے پاس اصل توحید وایمان کی گراں قدر دولت ہوگی، ان کے گناہ ان کی نیکیوں سے زیادہ ہوں گے، یہ لوگ اپنے گناہوں کے بقدر جہنم

(۲)الأعراف:۴۶-۴۹

میں داخل ہوں گے: بعض کو ٹخنے تک آگ پہنچے گی، اور بعض کے نصف پنڈلی تک اور بعض کے گھٹنے تک، یہاں تک کہ بعض کے اثرِ سجدہ یعنی پیشانی کے علاوہ پورے جسم تک آگ پہنچے گی. یہی وہ طبقہ ہے جن کی شفاعت کی اجازت نبی ﷺ کو دی جائے گی. اور آپ کے بعد دوسرے انبیاء، اولیاء، ملائکہ اور ان لوگوں کو اللہ تعالیٰ شفاعت کی اجازت دے گا، جن کو اللہ نے انعام واکرام سے نوازا ہوگا. ان کے لئے حد مقرر کردی جائے گی اور وہ ان کو جہنم سے نکالیں گے، پھر دوسری بار حد مقرر کی جائے گی اور وہ نکالیں گے. اسی طرح نکالتے رہیں گے یہاں تک کہ ان کو بھی نکالیں گے جن کے دل میں ایک دینار کے برابر خیر ہوگا. اس کے بعد ان کو جن کے دل میں نصف دینار کے برابر خیر ہوگا، پھر ان کو جن کے دل میں گندم کے برابر خیر ہوگا، پھر ان کو جن کے دل میں ذرہ برابر خیر ہوگا، یہاں تک کہ ان کو بھی نکالیں گے جن کے دل میں ذرہ سے بھی کم خیر ہوگا، یہاں تک کہ شفاعت کرنے والے کہیں گے: اے ہمارے رب! ہم نے جہنم میں ادنیٰ سا خیر والا بھی نہیں چھوڑا.

وہ شخص ہرگز مخلد فی النار (یعنی ہمیشہ ہمیش جہنم میں نہیں جلے گا) جو توحید وایمان پر مرا ہو خواہ اس کا کچھ بھی عمل رہا ہو. البتہ ضرور ہے کہ جن کا ایمان جتنا مضبوط ہوگا، اور گناہ جتنا کم ہوگا اتنا ہی اسے جہنم میں ہلکا عذاب ہوگا، اور اسی حساب سے جہنم میں کم مدت تک رہے گا، اور جلدی سے نکلے گا. اور جس کا ایمان جتنا زیادہ کمزور ہوگا، اور گناہ جتنا بڑا ہوگا، اسی حساب سے اسے سزا بھی زیادہ ہوگی، دیر تک جہنم میں جلے گا، اور سب سے اخیر میں جہنم سے نکلے گا. اس سلسلہ میں بکثرت احادیث وارد ہوئی ہیں جو شمار میں نہیں آسکتی.

اسی کی طرف نبی کریم ﷺ نے اپنے اس قول سے اشارہ کیا ہے: (من

قال لا إله إلا الله نفعته يوما من الدهر يصيبه قبل ذلك ما أصابه) "جو شخص کلمہ لاالہ الااللہ پڑھ لے وہ اسے کسی نہ کسی دن ضرور نفع پہنچائے گا، اسے اس سے پہلے سزا ملے گی جو اسے ملنی ہے"۔ (۱) یہی وہ مقام ہے جہاں پہنچ کر بڑے بڑے عقلمند بہک گئے ہیں، ان کے قدم ڈگمگا گئے ہیں، اور بہت زیادہ لوگ گمراہ ہوگئے لیکن ﴿فَهَدَى اللَّهُ الَّذِينَ ءَامَنُوا لِمَا اخْتَلَفُوا فِيهِ مِنَ الْحَقِّ بِإِذْنِهِ وَاللَّهُ يَهْدِي مَنْ يَشَاءُ إِلَى صِرَاطٍ مُسْتَقِيمٍ(۲۱۳)﴾ "اللہ تعالیٰ نے مومنوں کو اپنی مرضی سے اس حق کی ہدایت دی جس میں لوگ اختلاف کر بیٹھے، اور اللہ تعالیٰ جسے چاہتا ہے صراط مستقیم پر لگا دیتا ہے"۔ (۲)

سوال ۱۹۵: جس پر حد جاری کی گئی ہو، کیا یہ حد اس کے گناہوں کا کفارہ ہے؟

جواب ۱۹۵: ہاں! حد اہل حد کے لئے کفارہ ہے۔ نبی کریم ﷺ نے اپنے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے فرمایا: "مجھ سے تم ان باتوں پر بیعت کرو کہ: "اللہ کے ساتھ کسی چیز کو شریک نہیں ٹھہراؤ گے، چوری نہیں کرو گے، زنا نہیں کرو گے، اپنی اولاد کو قتل نہیں کرو گے اور کسی پر بہتان طرازی نہیں کرو گے، اور معروف میں نافرمانی نہیں کرو گے۔ جو تم میں سے ان چیزوں کو پورا کرے گا اس کا اللہ کے یہاں اجر ملے گا، اور (و من أصاب من ذلك شيئا فعوقب به في الدنيا فهو كفارة له، ومن أصاب من ذلك شيئا ثم ستره الله فهو إلى الله إن شاء عفا عنه و إن شاء عاقبه) "جو ان کاموں میں سے کسی کا مرتکب ہو جائے اور اسے دنیا میں اس کی سزا مل جائے تو یہ سزا اس کے گناہوں کا کفارہ

(۱) حدیث صحیح ہے، مجمع الزوائد: ۱/۲۲، اور اس کے رجال صحیح کے رجال ہیں، الصحیحہ رقم: ۱۹۳۲

(۲) البقرہ: ۲۱۳

بن جائے گی. اور اگر کسی نے ان گناہوں میں سے کسی کا ارتکاب کرلیا اور اللہ نے اس کی پردہ پوشی کرلی، تو وہ اللہ کے اختیار میں ہے اگر چاہے تو معاف کردے ورنہ سزا دے"۔ (۱) مطلب یہ کہ شرک کے علاوہ باقی گناہ کے بارے میں یہی حکم ہے. عبادہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں. "پھر ہم نے آپ سے ان باتوں پر بیعت کرلی".

سوال ۱۹۶: نبی کریم ﷺ کے قول: (فهو إلى الله إن شاء عفا عنه و إن شاء عاقبه) "وہ اللہ کے اختیار میں ہے اگر چاہے تو اسے معاف کردے اور چاہے تو سزا دے" اور اس قول میں کہ "جس کے گناہ نیکیوں سے زیادہ ہوں گے وہ جہنم میں داخل ہوگا" بظاہر ٹکراؤ معلوم ہوتا ہے، دونوں قول میں تطبیق کی کیا صورت ہے؟

جواب ۱۹۶: الحمد للہ دونوں قول میں کوئی ٹکراؤ و تضاد نہیں ہے، کیونکہ اللہ تعالیٰ جسے معاف کرنا چاہے گا اس کا حساب آسان لے گا جس کی تفسیر نبی کریم ﷺ نے "عرض" یعنی دربار الٰہی میں صرف "پیش کئے جانے" سے کی ہے. اس کی وضاحت نبی کریم ﷺ کی اس حدیث سے ہوتی ہے جس میں آپ نے فرمایا: "ایک شخص قیامت کے دن اپنے رب سے اتنا قریب جائے گا کہ اللہ تعالیٰ اس پر اپنا پردہ ڈال دے گا اور فرمائے گا: "تم نے فلاں فلاں گناہ کیا تھا؟" وہ شخص اقرار کرلے گا، پھر اللہ تعالیٰ اس سے اقرار کرائے گا پھر فرمائے گا "تم نے فلاں فلاں گناہ کیا تھا؟" پھر وہ شخص اقرار کرلے گا. اللہ تعالیٰ اس سے اقرار کرائے گا پھر فرمائے گا: "میں نے دنیا میں تیری پردہ پوشی کی تھی، جا آج تجھے بخش دیتا ہوں". (۲)

(۱) بخاری، کتاب الحدود، باب الحدود کفارہ: ۸/۱۵، مسلم: ۵/۱۲۶. (۲) بخاری، کتاب التوحید، باب کلام الرب یوم القیامۃ مع الأنبیاء: ۸/۲۰۳

البتہ جو لوگ گناہوں کے سبب جہنم میں داخل ہوں گے یہ وہ لوگ ہوں گے جن سے سخت قسم کی باز پرس کی جائے گی اور سخت جرح ہوگی. اسی کو نبی ﷺ نے اس حدیث میں بیان کیا ہے (من نوقش الحساب عذب) ''جس کے حساب میں جرح ہوئی وہ عذاب میں مبتلا ہوا''.

سوال ۱۹۷: ''صراط مستقیم'' کیا ہے جس پر اللہ تعالیٰ نے چلنے کا حکم دیا ہے اور جس کے علاوہ دوسرے راستے پر چلنے سے منع کیا ہے؟

جواب ۱۹۷: دین اسلام ہی ''صراط مستقیم'' ہے جسے اللہ تعالیٰ نے تمام رسولوں کو دے کر بھیجا ہے اور اپنی تمام کتابوں کو اسی کے لے اتارا ہے. اس کے علاوہ کسی مذہب سے وہ راضی نہیں، جو اس دین پر چلے وہی نجات پا سکتا ہے، اور جو اس کے علاوہ دوسرے راستہ پر چلے اس پر راستے مختلف ہو جائیں گے، اور اس کی راہیں متفرق ہو جائیں گی. ارشاد ربانی ہے: ﴿وَأَنَّ هَذَا صِرَاطِي مُسْتَقِيمًا فَاتَّبِعُوهُ وَلاَ تَتَّبِعُوا السُّبُلَ فَتَفَرَّقَ بِكُمْ عَنْ سَبِيلِهِ﴾ ''یہ میری ''صراط مستقیم'' ہے، اس کی پیروی کرو، اور دوسرے راستوں کی پیروی نہ کرو، یہ تمہیں اللہ کے راستہ سے ہٹا دیں گے''. (۱) نبی کریم ﷺ نے ایک سیدھی لکیر کھینچی اور فرمایا: ''یہ اللہ کا سیدھا راستہ ہے'' اور اس کے دائیں بائیں بہت سی لکیریں کھینچی اور فرمایا: ''یہ دوسرے راستے ہیں'' ان میں سے ہر راستہ پر ایک ایک شیطان بیٹھا ہوا ہے جو اس کی طرف بلا رہا ہے. (۲) پھر آپ نے مذکورہ آیت کی تلاوت فرمائی. نبی ﷺ نے ایک دوسری حدیث میں ارشاد فرمایا: ''اللہ تعالیٰ نے ''صراط مستقیم'' کی

---

(۱) الأنعام: ۱۵۳ (۲) حدیث حسن ہے، مسند احمد: ۱/۴۶۵، مستدرک حاکم: ۲/۳۱۸، شرح السنہ: ۱/۱۹۶، حاکم کی تصحیح کی علامہ ذہبی نے موافقت کی ہے.

مثال بیان کی ہے وہ یہ ہے کہ: ''ایک سیدھا راستہ ہے اور اس کے دونوں جانب دو دو دیوار ہیں، اس کے دروازے کھلے ہوئے ہیں اور دروازوں پر پردہ لٹکا ہوا ہے، اور سیدھے راستہ کے دروازہ پر ایک پکارنے والا پکار رہا ہے ''لوگو! صراط مستقیم میں داخل ہو جاؤ اور اِدھر اُدھر منتشر نہ ہو، اور ایک پکارنے والا راستہ کے اوپر سے بھی پکار رہا ہے. جب کوئی انسان ان دروازوں میں سے کسی کو کھولنا چاہتا ہے تو وہ پکارنے والا کہتا ہے: تمہارا برا ہو، اسے نہ کھولو، اگر کھولو گے تو اندر داخل ہو جاؤ گے. اس مثال میں ''صراط'' سے مراد ''اسلام'' ہے اور ''دو دیواروں'' سے مراد اللہ کے حدود ہیں اور کھلے دروازوں سے مراد ''اللہ کے محارم'' یعنی حرام کردہ چیزیں ہیں. اور راستہ کے دروازے پر جو داعی ہے اس سے مراد ''کتاب اللہ'' ہے، اور راستے کے اوپر جو داعی ہے اس سے مراد ''واعظ اللہ'' ہے جو ہر مسلمان کے دل میں ہوتا ہے''. (۱)

سوال ۱۹۸: صراط مستقیم پر چلنا کیسے ممکن ہے اور اس سے انحراف سے کیسے بچا جا سکتا ہے؟

جواب ۱۹۸: صراط مستقیم پر چلنا کتاب وسنت کو مضبوطی کے ساتھ تھامنے، ان پر عمل کرنے اور ان کے حدود پر رک جانے ہی سے ممکن ہے، کتاب وسنت پر عمل ہی سے سچی توحید اور رسول اللہ ﷺ کا سچا اتباع حاصل ہو سکتا ہے. ارشاد باری ہے:

﴿وَمَنْ يُطِعِ اللَّهَ وَالرَّسُولَ فَأُولَٰئِكَ مَعَ الَّذِينَ أَنْعَمَ اللَّهُ عَلَيْهِمْ مِنَ النَّبِيِّينَ وَالصِّدِّيقِينَ وَالشُّهَدَاءِ وَالصَّالِحِينَ وَحَسُنَ أُولَٰئِكَ رَفِيقًا (٦٩)﴾ ''جو اللہ اور رسول کی اطاعت کرے، ایسے لوگ ان لوگوں کے ساتھ ہونگے

(۱) حدیث صحیح ہے، مسند احمد: ۴/ ۱۸۲، مستدرک حاکم: ۱/ ۷۳، حاکم کی تصحیح کی علامہ ذہبی نے موافقت کی ہے.

جن پر اللہ تعالیٰ نے انعام واکرام کیا ہے یعنی نبیوں، صدیقوں، شہیدوں اور صالحین کے ساتھ ہونگے، اور یہ کتنے اچھے ساتھی ہیں"۔ (۱) ان مذکورہ نوازے گئے ہستیوں کی طرف اللہ تعالیٰ نے سورہ فاتحہ میں صراط کی نسبت کی ہے: ﴿اهدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيمَ(٦) صِرَاطَ الَّذِينَ أَنْعَمْتَ عَلَيْهِمْ غَيْرِ الْمَغْضُوبِ عَلَيْهِمْ وَلاَ الضَّالِّينَ(٧)﴾ "ہمیں صراط مستقیم پر چلا، ان لوگوں کی صراط جن پر تو نے انعام واکرام کیا ہے، ان لوگوں کا راستہ نہیں جن پر تو نے غضب نازل کیا ہے، اور نہ ہی گمراہوں کا راستہ"۔ (۲)

اس صراط مستقیم کی ہدایت اور گمراہ کن راستوں سے حفاظت وسلامتی سے بڑھ کر بندہ پر اور کوئی نعمت نہیں ہوسکتی۔ نبی کریم ﷺ نے اپنی امت کو اسی شاہراہ مستقیم پر چھوڑا ہے۔ آپ نے فرمایا: (تركتكم على المحجة البيضاء ليلها كنهارها لا يزيغ عنها بعدي إلا هالك) "میں نے تمہیں واضح شاہراہ پر چھوڑا ہے، جس کی رات بھی دن کی طرح ہے، میرے بعد اس سے بدنصیب ہلاک ہونے والا ہی ہٹ سکتا ہے"۔ (۳)

سوال۱۹۹: سنت کی ضد کیا ہے؟

جواب۱۹۹: سنت کی ضد بدعت ہے جو دین میں گھڑلی جاتی ہے، بدعت ایسی شریعت ہے جس کی اللہ تعالیٰ نے اجازت نہیں دی ہے۔ اور نبی ﷺ کے اس فرمان سے یہی مراد ہے: (من أحدث في أمرنا هذا ماليس منه فهورد) "جو ہمارے دین میں ایسی چیز کی ایجاد کرے جو اس میں سے نہیں ہے تو وہ مردود ہے"۔ (۴)

---

(۱) النساء: ۶۹ (۲) الفاتحہ: ۶-۷ (۳) صحیح حدیث ہے، مسند احمد: ۱۲۶/۴، ابن ماجہ رقم: ۴۵، مستدرک حاکم: ۹۶/۱، الصحیحہ رقم: ۹۳۷ (۴) بخاری: ۱۶۷/۳، مسلم: ۱۳۲/۵۔

ایک حدیث میں نبی کریم ﷺ نے فرمایا: (**عليكم بسنتي و سنة الخلفاء الراشدين المهديين من بعدي تمسكوا بها وعضوا عليها بالنواجذ و إياكم و محدثات الأمور فإن كل محدثة ضلالة**) "تم میری سنت اور میرے بعد میرے ہدایت یافتہ خلفاء راشدین کی سنت کو مضبوطی کے ساتھ تھام لو، اور ایجاد کردہ بدعت سے بچتے رہو، کیونکہ ہر بدعت گمراہی ہے"۔ (۱) بدعت کے وجود کی طرف نبی کریم ﷺ نے اس حدیث میں اشارہ کیا ہے: (**و ستفترق أمتي على ثلاث و سبعين فرقه كلها في النار إلا واحدة**) "اور میری امت تہتر (۷۳) فرقوں میں بٹ جائے گی بہتر (۷۲) فرقے جہنمی ہوں گے، صرف ایک جنتی ہوگا"۔ (۲) نبی کریم ﷺ نے اس جنتی فرقہ کی تعین اپنی زبان مبارک سے کر دی ہے (**هم من كان على مثل ما أنا عليه و أصحابي**) "یہ وہ لوگ ہونگے جو میرے اور میرے اصحاب کے طریق پر ہوں گے"۔ (۳)

نیز اللہ تعالیٰ نے اپنے اس قول سے نبی کریم ﷺ کو بری قرار دیا ہے: ﴿إِنَّ الَّذِينَ فَرَّقُوا دِينَهُمْ وَكَانُوا شِيَعًا لَسْتَ مِنْهُمْ فِي شَيْءٍ إِنَّمَا أَمْرُهُمْ إِلَى اللَّهِ﴾ "جن لوگوں نے اپنے دین میں تفریق کرلی اور فرقوں میں بٹ گئے، آپ کا ان سے کوئی تعلق نہیں، بس ان کا معاملہ اللہ کے سپرد ہے"۔ (۴)

سوال ۲۰۰: دین میں فساد و بگاڑ کے اعتبار سے بدعت کی کتنی قسمیں ہیں؟

جواب ۲۰۰: دین میں فساد و بگاڑ، رخنہ اندازی اور خلل اندازی کے اعتبار سے بدعت کی

(۱) صحیح حدیث ہے، مسند احمد: ۱۲۶/۴، ابو داؤد، باب لزوم السنۃ رقم: ۴۶۰۷، ترمذی: ۴۴/۵ رقم: ۲۶۷۶، امام ترمذی نے کہا یہ حدیث حسن صحیح ہے۔ (۲) و (۳) حدیث شواہد کی بنیاد پر حسن ہے، حاکم کتاب العلم: ۱۲۹/۱، ترمذی کتاب الإیمان، باب ماجاء فی افتراق ہذہ الأمۃ: ۲۶/۵ رقم: ۲۶۴۱ (۴) الأنعام: ۱۵۹

دو قسمیں ہیں: ایک بدعت مکفرہ اور دوسری غیر مکفرہ. یعنی ایک کافر بنا دینے والی بدعت، دوسری فاسق بنا دینے والی بدعت.

سوال ۲۰۱: "بدعت مکفرہ" یعنی کافر بنا دینے والی بدعت کسے کہتے ہیں؟

جواب ۲۰۱: بدعت مکفرہ بہت ساری ہیں، اور یہ وہ بدعت ہے جس سے دین و شریعت کی کسی اجماعی، متواتر اور بدیہی مسئلہ کا انکار لازم آئے. ایسی بدعت کی ایجاد سے آدمی کافر ہو جاتا ہے، کیونکہ اس سے کتاب اللہ کی تکذیب اور رسولوں کی شریعت کا انکار لازم آتا ہے جسے دے کر اللہ تعالیٰ نے بھیجا ہے. جیسے "جہمیہ"(۱) کی بدعت، یہ لوگ اللہ تعالیٰ کے تمام صفات کا انکار کرتے ہیں اور قرآن مجید کو مخلوق مانتے ہیں، یہی نہیں بلکہ اللہ تعالیٰ کی ہر صفت کو مخلوق کہتے ہیں، نیز اللہ تعالیٰ کے ابراہیم علیہ السلام کو "خلیل" اور موسیٰ علیہ السلام کو "کلیم" بنانے کا انکار کرتے ہیں. اسی طرح "قدریہ"(۲) کی بدعت، یہ لوگ اللہ تعالیٰ کے علم، افعال اور قضا و قدر کا انکار کرتے ہیں. نیز "مجسمہ"(۳) کی بدعت، یہ لوگ اللہ تعالیٰ کو مخلوق کے مشابہ قرار دیتے ہیں وغیرہ.

البتہ ایسی بدعت ایجاد کرنے والوں کے بارے میں تھوڑی سی تفصیل

---

(۱) جہم بن صفوان کی طرف منسوب ہے جس نے جعد بن درہم سے یہ بدعت اخذ کی تھی، اور جسے سالم بن احوز نے مرو میں قتل کرا دیا تھا. (۲) یہ معبد بن خالد جہنی کے پیروکار ہیں جس نے سب سے پہلے تقدیر پر کلام کیا جس کا مذہب ہے کہ سزا و جزا جبر ہے. (۳) یہ لوگ بھی سبیئیہ، بیانیہ، مغیریہ، منصوریہ اور خطابیہ کی طرح اللہ کی ذات کو مخلوق کے مشابہ قرار دیتے ہیں. نیز کرامیہ اور زراریہ "مشبہہ" کی طرح اللہ تعالیٰ کی صفات کو مخلوق کی صفات کے مشابہ قرار دیتے ہیں. اللہ ان چیزوں سے پاک ہے.

ہے: وہ یہ کہ جس کے بارے میں یہ معلوم ہو کہ اس کا مقصد اس بدعت سے قواعد دین (دین کی بنیادوں) کو کمزور کرنا اور مسلمانوں کو تشکیک کے ذریعہ دین سے برگشتہ کرنا ہے، تو ایسا شخص یقیناً کافر ہے بلکہ اس کا دین سے کوئی تعلق نہیں، اور دین کے سب سے بڑے دشمنوں میں سے ایک ہے. اور جن کا مقصد یہ نہ ہو بلکہ وہ خود دھوکہ کھا گئے اور ان پر حق و باطل واضح نہ ہو سکا اور خلط ملط ہو گیا تو ایسے لوگوں کو حق بتلایا جائے گا، ان پر حجت قائم کی جائے گی. اگر اس پر بھی وہ حق کو تسلیم نہ کریں تو پھر ان کے کافر ہونے کا حکم لگایا جائے گا.

سوال ۲۰۲: بدعت غیر مکفرہ یعنی فاسق بنا دینے والی بدعت کسے کہتے ہیں؟

جواب ۲۰۲: بدعت غیر مکفرہ وہ بدعت ہے جو ایسی نہ ہو کہ جس سے کتاب اللہ کی تکذیب ہوتی ہو، اور نہ ایسی چیز کا انکار لازم آتا ہو جسے اللہ تعالیٰ نے رسولوں کو دے کر بھیجا ہے، جیسے "مروانیوں"[1] کی بدعت، جس پر بڑے بڑے صحابہ کرام نے نکیر کی تھی اور ان کی اس بدعت کو جائز نہیں سمجھا تھا، لیکن اس سے ان کی تکفیر نہیں کی تھی، اور نہ اس کی وجہ سے ان کی بیعت سے ہاتھ کھینچا تھا. مثلاً یہ لوگ بعض نماز کو اس کے وقت سے مؤخر کر دیتے تھے، نماز عید سے قبل خطبہ دینا شروع کر دیا تھا، اور جمعہ میں حالت خطبہ میں کئی دفعہ بیٹھ جاتے تھے، اور منبروں پر بعض بڑے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو گالی دیتے تھے. یہ بدعتیں کسی شرعی بدعقیدگی کے سبب نہ تھیں بلکہ بعض اوقات تاویل کے طور پر اور بعض دفعہ سیاسی

(۱) مروان بن حکم کی طرف منسوب ہے، یہی عثمان رضی اللہ عنہ کے گھیراؤ کا بڑا سبب تھا، جب یہ مدینہ کا گورنر تھا تو خطبہ میں علی رضی اللہ عنہ کو گالی دیا کرتا تھا، اسی نے سب سے پہلے عید کی نماز سے پہلے خطبہ دینا شروع کیا تھا. گلا گھٹ کر مرا تھا.

اور دنیوی اغراض اور خواہشات نفس کی پیروی کے سبب تھیں.

سوال ۲۰۳: بدعت کی وقوع کے اعتبار سے کتنی قسمیں ہیں؟

جواب ۲۰۳: دو قسمیں ہیں:

عبادات میں بدعت، اور معاملات میں بدعت.

سوال ۲۰۴: عبادات میں بدعت کی کتنی قسمیں ہیں؟

جواب ۲۰۴: دو قسمیں ہیں:

(۱) پہلی ایسی چیز کو بطور عبادت کرنا جس کی اللہ تعالیٰ نے مطلقا اجازت نہیں دی ہے، جیسے جاہل صوفی لوگ لہو ولعب کے آلات، ناچ گانے، سیٹی و تالی اور مختلف انواع کی بانسری وغیرہ کو عبادت کے طور پر جائز سمجھتے ہیں، جس میں ان لوگوں کی مشابہت کرتے ہیں جن کے بارے میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ﴿وَمَا كَانَ صَلَاتُهُمْ عِندَ الْبَيْتِ إِلَّا مُكَاءً وَتَصْدِيَةً﴾ "بیت اللہ کے پاس ان کی نماز صرف سیٹی اور تالی بجانا تھی". (۱)

(۲) دوسری ایسی چیز کو عبادت کے طور پر کرنا جس کی اصل شریعت میں موجود تو ہے مگر اس کو اس کی اصل جگہ سے ہٹا کر دوسری جگہ میں رکھ دیا گیا ہے. مثلاً احرام میں سر کو کھلا رکھنا عبادت ہے، لیکن غیر محرم روزہ یا نماز، یا اور کسی چیز میں عبادت کی نیت سے سر کو کھلا رکھے تو یہ بدعت ہوگا جو حرام ہے. اسی طرح وہ تمام عبادات جو شریعت میں جائز ہیں انہیں ایسے وقت میں کرنا جو جائز نہیں ہے، جیسے نفلی نماز ممنوع وقت میں پڑھنا، اور جیسے شک کے دن روزہ رکھنا، اسی طرح عیدین کے دن روزہ رکھنا وغیرہ. یہ سب بدعت اور حرام ہیں.

---

(۱) الأنفال: ۳۵

سوال۲۰۵: عبادات میں بدعت کی کتنی حالتیں ہیں؟

جواب۲۰۵: عبادات میں بدعت کی دو حالتیں ہیں:

(۱) پہلی حالت: ایسی بدعت جو اس عبادت کو بالکلیہ باطل کر دیتی ہے، جیسے فجر کی نماز دو کی بجائے تین پڑھے، یا مغرب کی چار پڑھے، اور چار رکعت والی نماز میں جان بوجھ کر قصداً پانچ یا تین رکعت پڑھے.

(۲) دوسری حالت: یہ کہ صرف وہ بدعت باطل ہو جو حقیقت میں باطل ہے، لیکن وہ عمل جس میں بدعت واقع ہوئی ہے بالکل صحیح اور درست ہو، مثلاً کوئی شخص اعضاء وضو کو وضو کرتے وقت تین مرتبہ سے زیادہ دھلے. کیونکہ نبی ﷺ نے اس فعل کے باطل ہونے کی بات نہیں فرمائی بلکہ یہ فرمایا: **(فمن زاد علی هذا فقد أساء و تعدى و ظلم)** ''جو تین مرتبہ سے زیادہ دھلے اس نے برا کیا، حد سے تجاوز اور ظلم کیا''[۱] وغیرہ.

سوال۲۰۶: معاملات میں بدعت کیا ہے؟

جواب۲۰۶: ایسی چیز کی شرط لگانا جو کتاب اللہ میں ہے نہ سنت رسول میں، جیسے غیر معتق یعنی آزاد کرنے والے کے علاوہ کسی دوسرے کے لئے ''حق ولاء'' کی شرط لگانا، جیساکہ ''قصہ بریرہ'' میں ہے کہ اس کے مالکوں نے فروخت کرتے وقت اپنے لئے ''حق ولاء'' کی شرط رکھی. یہ سن کر نبی کریم ﷺ کھڑے ہوگئے اور اللہ کی حمد و ثنا کے بعد فرمایا: **(فما بال رجال يشترطون شروطا ليست في كتاب الله فأيما شرط ليس في كتاب الله فهو باطل و إن كان مائة شرط فقضاء الله أحق و شرط الله أوثق، ما بال رجال منكم**

(۱) حدیث حسن ہے، ابوداؤد رقم:۱۳۵، نسائی:۱/۸۸، ابن ماجہ رقم:۴۲۰، صحیح الجامع رقم:۶۸۹۲

يقول أحدهم أعتق يا فلان ولي الولاء،إنما الولاء لمن أعتق)
”لوگوں کو کیا ہوگیا ہے وہ ایسی چیزوں کی شرط لگاتے ہیں جو کتاب اللہ میں نہیں ہیں، جو شرط بھی کتاب اللہ میں نہ ہو وہ باطل ہے خواہ سیکڑوں شرطیں لگائی جائیں، کیونکہ اللہ کا فیصلہ حق ہے اور اس کی شرط زیادہ مضبوط ہے، تم لوگوں کو کیا ہوگیا ہے کہ کوئی کہتا ہے: اے فلاں! تم غلام آزاد کرو مگر ”حق ولاء“ مجھے ملے گا، سن لو! ”حق ولاء“ اسے حاصل ہوگا جس نے آزاد کیا ہے“.(۱) اسی طرح وہ شرط بھی بدعت اور حرام ہے جو حرام کو حلال کردے یا حلال کو حرام کردے.

سوال ۲۰۷: نبی کریم ﷺ کے اہل بیت اور آپ کے اصحاب کے سلسلہ میں کس چیز کا التزام واجب ہے؟

جواب ۲۰۷: ہم پر واجب ہے کہ ہم اہل بیت اور صحابہ کرام کے بارے میں اپنے دل وزبان کو پاک وصاف رکھیں، ان کے مناقب وفضائل کو بیان کریں، ان کی برائیوں سے زبان روک لیں، اور ان کے آپس میں اختلافات اور لڑائیوں کے بارے میں سکوت اختیار کریں، اور ان کی شان میں گستاخی نہ کریں، اللہ نے ان کا ذکر توریت، انجیل اور قرآن میں کیا ہے، ان کے فضائل ومناقب میں صحیح احادیث آئی ہیں جو امہات کتب حدیث میں دیکھی جاسکتی ہیں، اللہ تعالیٰ نے ان کی شان میں فرمایا: ﴿مُحَمَّدٌ رَسُولُ اللَّهِ وَالَّذِينَ مَعَهُ أَشِدَّاءُ عَلَى الْكُفَّارِ رُحَمَاءُ بَيْنَهُمْ تَرَاهُمْ رُكَّعًا سُجَّدًا يَبْتَغُونَ فَضْلاً مِنَ اللَّهِ وَرِضْوَانًا سِيمَاهُمْ فِي وُجُوهِهِمْ مِنْ أَثَرِ السُّجُودِ ذَلِكَ مَثَلُهُمْ فِي التَّوْرَاةِ وَمَثَلُهُمْ فِي الإِنْجِيلِ كَزَرْعٍ أَخْرَجَ شَطْأَهُ فَآزَرَهُ فَاسْتَغْلَظَ فَاسْتَوَى

(۲) بخاری، کتاب العتق، باب إثم من قذف مملوکہ: ۱۲۶/۳، مسلم: ۲۱۳/۴

عَلَى سُوقِهِ يُعْجِبُ الزُّرَّاعَ لِيَغِيظَ بِهِمُ الْكُفَّارَ وَعَدَ اللَّهُ الَّذِينَ ءَامَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ مِنْهُمْ مَغْفِرَةً وَأَجْرًا عَظِيمًا(٢٩)﴾ ''محمد (ﷺ) اللہ کے رسول ہیں، اور آپ کے ساتھ جو ایمان والے ہیں وہ کافروں پر سخت ہیں اور آپس میں رحیم و شفیق، آپ انہیں رکوع و سجود میں اللہ کے فضل و کرم اور رضامندی مانگتے دیکھیں گے، ان کے چہروں پر سجدوں کے نشان ہیں، ان کے یہی اوصاف توریت وانجیل میں مذکور ہیں مثل اس کھیتی کہ جس نے اپنی سوئی نکالی، وہ مضبوط ہوئی، پھر موٹی ہوئی، اور اپنے تنے پر کھڑی ہوگئی کہ کاشت کار کو بھلی معلوم ہونے لگے. تاکہ ان (صحابہ) سے کفار کا غیظ و غضب مزید بڑھے. اللہ تعالیٰ نے ان میں ایمان والوں اور نیک عمل کرنے والوں کے لئے اجر عظیم اور مغفرت کا وعدہ کیا ہے''.[1] نیز فرمایا: ﴿وَالَّذِينَ ءَاوَوْا وَنَصَرُوا أُولَئِكَ هُمُ الْمُؤْمِنُونَ حَقًّا لَهُمْ مَغْفِرَةٌ وَرِزْقٌ كَرِيمٌ(٧٤)﴾ ''جو لوگ ایمان لائے، ہجرت کی اور اللہ کے راستہ میں جہاد کیا اور جن لوگوں نے پناہ دی اور مدد کی وہ حقیقت میں خالص مومن ہیں ان کے لئے مغفرت اور رزق کریم ہے''.[2]

نیز فرمایا: ﴿وَالسَّابِقُونَ الأَوَّلُونَ مِنَ الْمُهَاجِرِينَ وَالأَنصَارِ وَالَّذِينَ اتَّبَعُوهُمْ بِإِحْسَانٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمْ وَرَضُوا عَنْهُ وَأَعَدَّ لَهُمْ جَنَّاتٍ تَجْرِي تَحْتَهَا الأَنْهَارُ خَالِدِينَ فِيهَا أَبَدًا ذَلِكَ الْفَوْزُ الْعَظِيمُ(١٠٠)﴾ ''اور مہاجرین وانصار میں سے سابقین اولین اور جنہوں نے احسان کے ساتھ ان کی پیروی کی اللہ تعالیٰ ان سے راضی ہوگیا اور وہ اللہ سے راضی ہوگئے، اور اللہ تعالیٰ نے ان کے لئے جنتیں تیار کر رکھی ہیں جن کے نیچے نہریں جاری ہے. ان میں وہ ہمیشہ رہیں گے،

(۱) الفتح: ۲۹ (۲) الأنفال: ۷۴

یہی بڑی کامیابی ہے". [1] نیز فرمایا: ﴿لَقَدْ تَابَ اللَّهُ عَلَى النَّبِيِّ وَالْمُهَاجِرِينَ وَالْأَنْصَارِ الَّذِينَ اتَّبَعُوهُ فِي سَاعَةِ الْعُسْرَةِ﴾ "اللہ تعالیٰ نے نبی ﷺ اور ان مہاجرین وانصار کی توبہ قبول کرلی جنہوں نے تنگی کی گھڑی کے زمانہ میں آپ کی پیروی کی". (۲)

نیز فرمایا: ﴿لِلْفُقَرَاءِ الْمُهَاجِرِينَ الَّذِينَ أُخْرِجُوا مِنْ دِيَارِهِمْ وَأَمْوَالِهِمْ يَبْتَغُونَ فَضْلاً مِنَ اللَّهِ وَرِضْوَانًا وَيَنْصُرُونَ اللَّهَ وَرَسُولَهُ أُولَئِكَ هُمُ الصَّادِقُونَ(۸) وَالَّذِينَ تَبَوَّءُوا الدَّارَ وَالْإِيمَانَ مِنْ قَبْلِهِمْ يُحِبُّونَ مَنْ هَاجَرَ إِلَيْهِمْ وَلَا يَجِدُونَ فِي صُدُورِهِمْ حَاجَةً مِمَّا أُوتُوا وَيُؤْثِرُونَ عَلَى أَنْفُسِهِمْ وَلَوْ كَانَ بِهِمْ خَصَاصَةٌ﴾ "(یہ جنت) ان فقراءِ مہاجرین کے لئے ہے جو اپنے گھر اور مال سے جبراً نکال دیئے گئے، جو صرف اللہ تعالیٰ کا فضل ورضوان چاہتے ہیں اور اللہ ورسول کی مدد کرتے ہیں یہی لوگ سچے ہیں، اور جن لوگوں نے گھر اور ایمان کی ان سے پہلے پناہ دی، یہ مہاجرین کو محبوب رکھتے ہیں، اور اپنے سینوں میں ان چیزوں سے خرچ کرنے میں کوئی تنگی نہیں پاتے جو ان کو دی گئی ہیں، اور اپنی ذات پر دوسروں کو ترجیح دیتے ہیں گرچہ وہ خود سخت تنگی میں ہوتے ہیں". (۳) ان کے علاوہ اور بہت ساری آیات ہیں جن میں مہاجرین وانصار کی بڑی تعریف اور فضیلت بیان کی گئی ہے.

ہم یہ بھی جانتے ہیں اور ہمارا یہی عقیدہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے بدری صحابیوں کو خطاب کرکے فرمایا: (اعملوا ما شئتم فقد غفرت لکم) "تم جو چاہو عمل کرو، میں نے تمہیں بخش دیا ہے". (۴) اور وہ تعداد میں تین سو دس سے

(۱) التوبہ:۱۰۰ (۲) التوبہ:۱۱۷ (۳) الحشر:۸-۹ (۴) بخاری، کتاب باب فضل من شهد بدراً:۹/۵
مسلم، رقم:۲۴۹۴

کچھ اُوپر تھے. اسی طرح ہمارا عقیدہ ہے کہ جن لوگوں نے درخت کے نیچے "بیعت رضوان" کی تھی، ان میں سے کوئی بھی جہنم میں داخل نہیں ہوگا، بلکہ اللہ تعالیٰ ان سے راضی ہے اور وہ اللہ سے. اور یہ چودہ سو یا پندرہ سو (۱۴۰۰یا۱۵۰۰) کی تعداد میں تھے. ارشاد ربانی ہے: ﴿لَقَدْ رَضِيَ اللّٰهُ عَنِ الْمُؤْمِنِينَ إِذْ يُبَايِعُونَكَ تَحْتَ الشَّجَرَةِ فَعَلِمَ مَا فِي قُلُوبِهِمْ﴾ "اللہ تعالیٰ ان مومنین سے راضی ہوگیا جب کہ وہ آپ کے ہاتھ پر "درخت کے نیچے" بیعت کر رہے تھے، اللہ نے ان کے دلوں میں جو تھا اسے معلوم کر لیا". (۱)

ہم اس امر کی بھی شہادت دیتے ہیں کہ امت محمدیہ جو افضل الامم ہے، ان میں سب سے افضل ترین صحابہ کرام کی جماعت ہی ہے، اور اس بات کی بھی شہادت دیتے ہیں کہ اگر کوئی احد پہاڑ کے برابر سونا خرچ کرے تب بھی وہ صحابہ کرام کے ایک مد یا آدھا مد خرچ کرنے کے ثواب کے برابر نہیں پہنچ سکتا". (۲) نیز ہمارا یہ بھی عقیدہ ہے کہ وہ انبیاء کی طرح معصوم نہیں تھے، ان سے خطا و غلطی ہو سکتی ہے، ہاں! وہ مجتہد تھے، اگر ان کا اجتہاد درست نکلا تو انہیں دو اجر ملے گا، اور ان کی خطا معاف ہو جائے گی. ان کے اتنے فضائل و مناقب اور حسنات ہیں جو ان کے برے عملوں کو دھو دیتے ہیں. معمولی نجاست اگر بحر بیکراں میں گر جائے تو کیا اسے آلودہ کر سکتی ہے؟. "رضی اللہ عنہم" ہمارا یہی عقیدہ نبی کریم ﷺ کی ازواج مطہرات اور اہل بیت کے بارے میں بھی ہے، جن سے اللہ تعالیٰ نے "رجس" یعنی نجاست اور آلودگی دور کر دی تھی اور انہیں پاک و صاف کر دیا تھا.

---

(۱) الفتح: ۱۸ (۲) بخاری: ۱۹۵/۴ و مسلم، رقم: ۲۵۴۱ کی اس حدیث کی طرف اشارہ ہے "لا تسبوا أصحابي فلو أن أحدا أنفق مثل أحد ذهبا ما بلغ مد احدهم ولا نصيفه".

ہم ہر اس شخص سے براءت کا اعلان کرتے ہیں جس کے سینے میں نبی کریم ﷺ کے اصحاب، آپ کے اہل بیت، یا کسی بھی صحابی کے بارے میں کینہ و بغض ہو، یا وہ ان کو گالی دے، یا ان کی شان میں معمولی اور ادنیٰ قسم کی بھی گستاخی کرے. اور ہم اللہ تعالیٰ کو ان کے ساتھ ہماری محبت و دوستی کا گواہ بناتے ہیں، اور اپنی بساط وطاقت بھر ان کی طرف سے دفاع کرتے ہیں، کیونکہ نبی ﷺ نے اپنی وصیت میں اسی کی تائید کی تھی، آپ نے فرمایا تھا: (لا تسبوا أصحابي الله الله في أصحابي) "میرے اصحاب کو گالی نہ دو اور نہ برے الفاظ کے ساتھ یاد کرو، میرے اصحاب کے بارے میں اللہ سے ڈرتے رہو". [1] نبی ﷺ نے ایک حدیث میں فرمایا: (إني تارك فيكم ثقلين: أولهما كتاب الله فخذوا بكتاب الله و تمسكوا به ثم قال: وأهل بيتي أذكركم الله في أهل بيتي) "میں تمہارے درمیان دو گراں نما چیزیں چھوڑ جاتا ہوں: ایک اللہ کی کتاب، اسے مضبوطی سے پکڑے رہو، اور دوسری میرے اہل بیت، میرے اہل بیت کے سلسلے میں اللہ سے ڈرتے رہو". [2]

سوال ۲۰۸: صحابہ میں اجمالی طور پر سب سے افضل کون ہیں؟

جواب ۲۰۸: صحابہ میں سب سے افضل سابقین اولین مہاجرین ہیں پھر سابقین اولین انصار، پھر اہل بدر، پھر اہل احد، پھر بیعت رضوان والے، پھر وہ لوگ جو ان کے بعد ایمان لائے، پھر وہ ﴿مَنْ أَنْفَقَ مِنْ قَبْلِ الْفَتْحِ وَقَاتَلَ أُولَئِكَ أَعْظَمُ دَرَجَةً مِنَ الَّذِينَ أَنْفَقُوا مِنْ بَعْدُ وَقَاتَلُوا وَكُلًّا وَعَدَ اللَّهُ الْحُسْنَى﴾ "جس نے

(۱) بخاری: نمبر ۱۹۱، مسلم: ۷/۱۸۸ (۲) مسلم، باب فضائل علی بن أبي طالب: ۷/۱۲۳، مسند احمد: ۴/۳۶۶، مستدرک حاکم: ۳/۱۴۸ علامہ ذھبی نے حاکم کی تصحیح کی موافقت کی ہے.

فتح مکہ سے پہلے اللہ کے راستہ میں خرچ کیا اور جہاد کیا، یہ لوگ ان لوگوں سے درجہ میں بڑے ہیں جنہوں نے فتح مکہ کے بعد خرچ کیا اور جہاد کیا، اور سب سے اللہ تعالیٰ نے "حسنیٰ" یعنی ثواب کا وعدہ کر رکھا ہے"۔[1]

سوال۲۰۹: تفصیلی طور پر صحابہ کرام میں سب سے افضل کون ہیں؟

جواب۲۰۹: تفصیلی طور پر سب سے افضل ابو بکر، ان کے بعد عمر اور پھر ان کے بعد عثمان رضی اللہ عنہم ہیں۔ عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں: **(كنا في زمن النبي صلى الله عليه وسلم لا نعدل بأبي بكر احداً ثم عمرثم عثمان ثم نترك أصحاب النبي صلى الله عليه و سلم لانفاضل بينهم)** "نبی کریم ﷺ کے عہد مبارک میں ہم ابو بکر رضی اللہ عنہ کے برابر کسی کو نہیں سمجھتے تھے، ان کے بعد عمر رضی اللہ عنہ کے برابر اور پھر ان کے بعد عثمان رضی اللہ عنہ کے برابر، پھر ہم سارے صحابہ کرام کو چھوڑ دیتے تھے کسی کو کسی پر فضیلت نہیں دیتے تھے"۔[2] نبی ﷺ نے "غار ثور" میں ابو بکر رضی اللہ عنہ سے فرمایا: **(ماظنك باثين الله ثالثهما)** "ان دو آدمیوں کے بارے میں تمہارا کیا خیال ہے جن کا تیسرا اللہ تعالیٰ ہے"۔[3] نبی ﷺ نے ایک حدیث میں فرمایا: **(ولو كنت متخذامن أمتي خليلا لاتخذت أبا بكر خليلا، ولكن أخي و صاحبي)** "اپنی امت میں کسی کو اپنا جگری دوست بناتا تو ابو بکر رضی اللہ عنہ کو بناتا، ہاں! ابو بکر میرے ساتھی اور بھائی ہیں"۔[4] ایک حدیث میں

(۱) الحدید: ۱۰ (۲) بخاری، کتاب فضائل أصحاب النبی ﷺ: ۴؍۲۰۳، ابو داؤد، رقم: ۴۶۲۷، ترمذی رقم: ۳۸۰۷۔ (۳) بخاری، باب مناقب المهاجرین و فضلهم: ۴؍۱۹۰، مسلم: ۷؍۱۰۸ (۴) بخاری باب قول النبی لو کنت متخذا خلیلا: ۴؍۱۹۱، مسلم، باب من فضائل أبی بکر: ۷؍۱۰۸

نبی ﷺ نے فرمایا: (إن الله بعثني إليكم فقلتم:كذبت و قال أبو بكر: صدقت، وواساني بنفسه وماله فهل أنتم تاركولى صاحبي مرتين) ''اللہ تعالیٰ نے مجھے تمہارے درمیان مبعوث فرمایا تو تم نے کہا''آپ جھوٹے ہیں'' لیکن ابو بکر رضی اللہ عنہ نے کہا: نہیں، آپ سچے ہیں. انہوں نے اپنے نفس ومال سے میری حوصلہ افزائی کی، کیاتم میرے لئے میرے ساتھی کو نہ چھوڑو گے'' آپ نے یہ بات دو مرتبہ کہی''. (۱)

نبی کریم ﷺ نے عمر رضی اللہ عنہ سے فرمایا: (إيها يا ابن الخطاب، والذي نفسي بيده ما لقيك الشيطان سالكا فجا قط إلا سلك فجا غير فجك) ''خوش خبری سن لو اے عمر، خطاب کے بیٹے !اس ذات کی قسم جس کے قبضہ میں میری جان ہے جب تمہیں شیطان کسی راستہ میں چلتا ہوادیکھ لیتا ہے تو وہ تمہارا راستہ چھوڑ کر دوسرے راستہ میں ہو لیتا ہے''. (۲) ایک حدیث میں نبی ﷺ نے فرمایا: (لقد كان فيما قبلكم محدّثون فإن يكن في أمتي أحد فإنه عمر) ''تم سے پہلی امتوں میں مُلْہَم (یعنی جن پر الہام ہو) ہوا کرتے تھے، اگر میری امت میں کوئی ہے تو وہ بلا شبہ عمر ہیں''. (۳) نبی ﷺ نے بھیڑیا اور گائے کے بولنے کے بارے میں فرمایا: (فإني أومن به و أبو بكر و عمر وما هما ثم) ''میں اور ابو بکر و عمر اس پر ایمان رکھتے ہیں'' جبکہ ابو بکر و عمر رضی اللہ عنہما وہاں موجود نہیں تھے''. (۴)

صلح حدیبیہ کے موقع پر جب عثمان رضی اللہ عنہ مکہ گئے اور آپ کے

(۱) بخاری: ۴/ ۱۹۲ (۲) بخاری، باب مناقب عمر: ۴/ ۱۹۹، مسلم، باب من فضائل عمر: ۷/ ۱۱۵.
(۳) بخاری: ۴/ ۲۰۰، مسلم: ۷/ ۱۱۵ (۴) بخاری: ۴/ ۲۰۰، مسلم: ۷/ ۱۱۱

قتل کر دیئے جانے کی خبر پھیلی، تو نبی ﷺ نے سب سے بیعت لی. اس موقع پر آپ نے اپنا دایاں ہاتھ اٹھا کر فرمایا: (**هذه يد عثمان**) "یہ عثمان کا ہاتھ ہے". پھر آپ نے اسے بائیں ہاتھ پر مارا اور فرمایا: (**هذه لعثمان**) "یہ بیعت عثمان کی طرف سے ہے". (۱) رضی اللہ عنہ و اُرضاہ. ایک حدیث میں نبی ﷺ نے فرمایا: (**من يحفر بئر رومة فله الجنة**) "جو رومہ کا کنواں کھدوا کر پانی مسلمانوں کے لئے وقف کر دے اس کے لئے جنت ہے" (۲) عثمان رضی اللہ عنہ نے اسے کھدوا کر عام مسلمانوں کے لئے وقف کر دیا. نیز نبی ﷺ نے ایک حدیث میں فرمایا: (**من جهز جيش العسرة فله الجنة**) "جو غزوہ تبوک کے لشکر کے لئے ہتھیار اور ساز و سامان تیار کرا دے اس کے لئے جنت ہے". (۳) عثمان رضی اللہ عنہ نے اس لشکر کی پوری تیاری کرا دی. آپ کی شان میں نبی ﷺ نے ایک بار فرمایا: (**ألا أستحي ممن استحيت منه الملائكة**) "جس سے ملائکہ حیا کریں اس سے میں کیوں نہ حیا کروں". (۴)

علی رضی اللہ عنہ سے نبی کریم ﷺ نے فرمایا: (**أنت مني و أنا منك**) "تم مجھ سے ہو اور میں تم سے ہوں". (۵) نبی ﷺ نے علی رضی اللہ عنہ کے بارے میں فرمایا: (**إنه يحب الله و رسوله و يحبه الله ورسوله**) "کہ وہ اللہ اور اس کے رسول سے محبت کرتے ہیں اور اللہ اور اس کے رسول ان سے

بخاری، کتاب فضائل الصحابۃ باب مناقب عثمان رضی اللہ عنہ: ۴/۲۰۴، ترمذی: ۵/۶۲۹ ۳۷۰۶ (۲) و (۳) بخاری، باب مناقب عثمان رضی اللہ عنہ: ۴/۲۰۲ (۴) مسلم، باب من ل عثمان رضی اللہ عنہ: ۷/۱۱۶، حاکم: ۳/۱۰۳. (۵) بخاری، باب مناقب علی بن أبی طالب رضی نہ: ۴/۲۰۷، ترمذی: ۵/۶۳۵، رقم: ۳۷۱۶، مسند احمد: ۶/۴۳۲

محبت کرتے ہیں"۔ (۱) نیز نبی علیہ السلام نے فرمایا: (من كنت مولاه فعلي مولاه) "میں جس کا دوست ہوں علی بھی اس کا دوست ہے"۔ (۲) نبی علیہ السلام نے آپ سے فرمایا: (ألا ترضي أن تكون مني بمنزلة هارون من موسى إلا أنه لا نبي بعدي) "کیا تم اس بات سے خوش نہیں ہو کہ تمہارا مجھ سے وہی درجہ ہو جو موسیٰ سے ہارون علیہما السلام کا تھا؟ ہاں! یہ بات ضرور ہے کہ میرے بعد کوئی نبی نہیں"۔ (۳)

ایک حدیث میں نبی علیہ السلام نے فرمایا: "دس آدمی جنتی ہیں: ابوبکر جنتی ہیں، عمر جنتی ہیں، عثمان، علی، طلحہ، زبیر بن عوام، سعد بن أبی وقاص، عبدالرحمٰن بن عوف اور ابو عبیدہ بن جراہ جنتی ہیں۔ سعید بن زید فرماتے ہیں: (و لو شئت لسميت العاشر يعني نفسه) "اگر تم چاہو تو دسویں آدمی کا نام بھی لے سکتے ہو"۔ (۴) یعنی وہ خود کو کہہ رہے تھے۔ رضی اللہ عنہم اجمعین۔ ایک حدیث میں نبی علیہ السلام نے فرمایا: (أرحم أمتي بأمتي أبو بكر و أشدها في دين الله عمر و أصدقها حياء عثمان، و أعلمها بالحلال والحرام معاذ بن جبل و أقرؤها لكتاب الله عز و جل أبيّ، و أعلمها بالفرائض زيد بن ثابت ولكل أمة أمين و أمين هذه الأمة أبو عبيدة بن الجراح) "میری امت پر سب سے زیادہ ابوبکر ہیں، دینی معاملات میں سب سے زیادہ

---

(۱) مسلم: ۱۲۱/۷، ترمذی: ۶۳۸/۵، رقم: ۳۷۲۵ (۲) حدیث صحیح ہے، ترمذی، باب فضل علی بن ابی طالب رقم: ۳۷۱۳، مسند احمد: ۱۱۸/۱، مستدرک حاکم: ۱۱۰/۳، علامہ ذھبی نے حاکم کی تصحیح کی موافقت کی ہے۔ (۳) بخاری، باب مناقب علی: ۲۰۸/۴، مسلم، باب من فضائل علی: ۱۲۰/۷ (۴) صحیح ترمذی رقم: ۳۷۴۸۔

عمر ہیں، حیا کے باب میں سب سے سچے عثمان ہیں، حلال و حرام کے سب سے بڑے عالم معاذ بن جبل ہیں، قرآن کے سب سے بڑے قاری ابی بن کعب ہیں، اور فرائض کے سب سے بڑے عالم زید بن ثابت ہیں اور ہر امت کا ایک امین ہوتا ہے، میری امت کے امین ابو عبیدہ بن جراح ہیں". (١)

نبی ﷺ نے حسن وحسین رضی اللہ عنہما کے بارے میں فرمایا: **(إنهما سيدا شباب أهل الجنة، وإنهما ريحانتاه)** "حسن وحسین نوجوان اہل جنت کے سردار ہیں"(٢) اور یہ دونوں دنیا کے پھول ہیں". (٣) نبی ﷺ نے ان کے بارے میں یہ بھی فرمایا: **(اللهم إني أحبهما فأحبهما)** "اے اللہ! میں ان دونوں کو محبوب رکھتا ہوں تو بھی محبوب رکھ". (٤) نبی ﷺ نے حسن رضی اللہ عنہ کے بارے میں فرمایا: **(إن ابنى هذا سيد وسيصلح الله به بين فئتين عظيمتين من المسلمين)** "میرا یہ بیٹا سردار ہے اور عنقریب اللہ تعالیٰ اس کے ہاتھ سے مسلمانوں کے دو بڑے گروہوں کے درمیان صلح کرادے گا". (٥) چنانچہ ایسا ہی ہوا جیسا کہ آپ نے فرمایا تھا. نبی ﷺ نے ان کی ماں فاطمہ رضی اللہ عنہا کے بارے میں فرمایا: **(إنها سيدة نساء أهل الجنة)** "فاطمہ جنتی عورتوں کی سردار ہے". (٦) اس کے علاوہ بہت سارے صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کے عمومی اور انفرادی فضائل ومناقب اتنے آئے ہیں

---

(١) صحیح ہے، مسند احمد: ٢٨١/٣، ترمذی: ٦٦٥/٥، حاکم: ٤٢٢/٣. (٢) صحیح ہے، ترمذی: ٦٥٦/٥ رقم: ٣٧٦٨ (٣) بخاری باب مناقب الحسن والحسین: ٢١٧/٤، ترمذی رقم: ٣٧٧٠ الفاظ یہ ہیں إن الحسن والحسین هما ريحانتاي من الدنيا". (٤) بخاری: ٢١٦/٤، ترمذی رقم: ٦٦١/٥، رقم: ٣٧٨٢، مسند احمد: ٤٤٦/٢ (٥) بخاری: ٢١٦/٤، ترمذی: ٦٥٨/٥ (٦) بخاری، باب مناقب فاطمہ رضی اللہ عنہا: ٢١٩/٤، ترمذی: ٧٠١/٥، الصحیحہ رقم: ٧٩٦

کہ جن کا شمار نہیں ہو سکتا. ان میں سے کسی کو کسی بات میں فضیلت ہونے سے یہ لازم نہیں آتا کہ وہ دوسروں سے ہر اعتبار سے افضل ہے. البتہ خلفاء اربعہ کو ترتیب وار فضیلت حاصل ہے، تین کو فضیلت تو ابن عمر رضی اللہ عنہما کی حدیث سے ثابت ہے اور علی رضی اللہ عنہ ان تینوں کے بعد تمام اہل زمین میں افضل ہیں.

سوال ۲۱۰: نبی ﷺ کے بعد خلافت کتنے سالوں تک رہی؟

جواب ۲۱۰: تیس سال تک خلافت رہی. امام ابو داؤد نے سعید بن جمہان عن سفینہ کی سند سے روایت کی ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا: (**خلافة النبوة ثلاثون سنة ثم يؤتي الله الملك من يشاء**) "خلافتِ نبوت تیس سال تک رہے گی، پھر اللہ تعالیٰ جسے چاہے گا حکومت عطا کرے گا" (۱)

اور یہ تیس سال ابو بکر و عمر اور عثمان و علی رضی اللہ عنہم کی خلافت تک پورے ہو جاتے ہیں. ابو بکر رضی اللہ عنہ نے دو سال تین مہینے خلافت کی، عمر رضی اللہ عنہ نے دس سال چھ مہینے، عثمان رضی اللہ عنہ نے بارہ سال اور علی رضی اللہ عنہ نے چار سال نو مہینے اور حسن رضی اللہ عنہ کی بیعت کے چھ مہینے سے تیس سال مدتِ خلافت پوری ہو جاتی ہے.

اسلام میں سب سے پہلے بادشاہ معاویہ رضی اللہ عنہ ہیں اور یہ بادشاہوں میں سب سے افضل ہیں، ان کے بعد کاٹ کھانے والی حکومت رہی یہاں تک کہ عمر بن عبد العزیز رضی اللہ عنہ آئے، علماء نے ان کو پانچواں خلیفہ راشد شمار کیا ہے، کیونکہ یہ خلفاء راشدین کے نقش قدم پر گامزن تھے.

(۱) صحیح ہے، ابو داؤد کتاب السنہ رقم: ۴۶۴۶، ترمذی رقم: ۲۲۲۶، مسند احمد: ۵/۲۲۰، حاکم: ۳/۱۴۵.

سوال ۲۱۱: چاروں خلفاء راشدین کی خلافت پر اجمالی دلیل کیا ہے؟

جواب ۲۱۱: خلفاء راشدین کی خلافت پر اتنے دلائل ہیں کہ شمار میں نہیں آسکتے. ایک دلیل تو یہی ہے کہ نبی ﷺ نے مدت خلافت کو تیس سالوں میں منحصر بتایا ہے. اور ان کی خلافت تیس سال رہی. دوسری دلیل یہ ہے جو اس سے پہلے ہم بیان کر آئے ہیں کہ دوسرے صحابہ کرام پر ان چاروں خلفاء کو افضلیت حاصل ہے اور ترتیب خلافت کے مطابق ان کی افضلیت کی ترتیب بھی ہے. ایک دلیل وہ روایت ہے جسے امام ابوداؤد نے سمرہ بن جندب سے روایت کیا ہے کہ ایک شخص نے کہا: **(یارسول الله إني رأيت كأن دلوا أدلي من السماء فجاء أبو بكر فأخذ بعراقيها فشرب شربا ضعيفاثم جاء عمر فأخذ بعراقيها فشرب حتى تضلع، ثمّ جاء عثمان فأخذ بعراقيها فشرب‌حتى تضلع،ثم جاءعلي‌فأخذ بعراقيها فانتشطت وانتضح عليه منها شيء)** "اے اللہ کے رسول! میں نے خواب میں دیکھا کہ ایک ڈول آسمان سے اتارا گیا، ابوبکر رضی اللہ عنہ آئے، آپ نے ڈول کے کناروں کو پکڑ کر تھوڑا سا پانی پیا. پھر عمر رضی اللہ عنہ آئے، انہوں نے بھی ڈول کے کناروں کو پکڑ کر پیا یہاں تک کہ سیراب ہوگئے. پھر عثمان رضی اللہ عنہ آئے، انہوں نے بھی اسی طرح پیا یہاں تک کہ سیراب ہوگئے. پھر علی رضی اللہ عنہ آئے، جب آپ نے ڈول کو پکڑا تو ہاتھ سے چھٹک گیا اور ان پر ڈول کا پانی چھڑک کر گرا". (۱) اس کی تعبیر خلافت ہی تھی. اور سب سے قوی دلیل یہ ہے کہ ان چاروں کی خلافت پر علماء

(۱) ضعیف ہے، مسند احمد: ۵/۲۱، ابوداؤد رقم: ۴۶۳۷، شرح الطحاویہ ص: ۴۷۳.

امت کا اجماع ہے اور ان چاروں میں سے کسی کی خلافت طعن و تشنیع گمراہ بدعتی ہی کر سکتا ہے.

سوال ۲۱۲: تینوں خلفاء کی خلافت پر اجمالی طور پر کیا دلیل ہے؟

جواب ۲۱۲: دلائل بہت ہیں: ایک دلیل تو وہی ہے جو اس سے پہلے گذر چکی ہے.

دوسری دلیل ابو بکر رضی اللہ عنہ کی حدیث ہے کہ ایک دن نبی ﷺ نے دریافت فرمایا: ”تم میں کسی نے کوئی خواب دیکھا؟“ ایک آدمی نے کہا: ”میں نے خواب دیکھا کہ: **(كأن ميزانا نزل من السماء فوزنت أنت و أبو بكر فرجحت أنت بأبي بكر، ووزن عمر و أبو بكر فرجح أبو بكر، ووزن عمر و عثمان فرجح عمر ثم رفع الميزان)** ”آسمان سے ایک ترازو اترا، اور آپ کو اور ابو بکر کو تولا گیا تو آپ بھاری نکلے، پھر ابو بکر و عمر کو تولا گیا تو ابو بکر بھاری نکلے، پھر عمر و عثمان کو تولا گیا تو عمر بھاری نکلے، پھر وہ ترازو اٹھا لیا گیا“. (۱)

ایک دلیل وہ روایت ہے جس میں نبی ﷺ نے فرمایا: **(أري الليلة رجل صالح أن أبابكر نيط برسول الله صلى الله عليه وسلم و نيط عمر بأبي بكر و نيط عثمان بعمر)** ”ایک مرد صالح کو خواب میں دکھایا گیا کہ ابو بکر رضی اللہ عنہ کو رسول اللہ ﷺ کے ساتھ جوڑ لگایا گیا، اور عمر کو ابو بکر رضی اللہ عنہما کے ساتھ لگایا گیا، اور عثمان کو عمر رضی اللہ عنہما کے ساتھ لگایا گیا“. (۲)

(۱) صحیح ہے، ابو داؤد، باب فی الخلفاء رقم: ۴۶۳۴، ترمذی، باب ماجاء فی رؤیا النبی ﷺ فی المیزان و الدلو. حاکم: ۳/۷۱، حاکم کی تصحیح کی علامہ ذھبی نے موافقت کی ہے. (۲) ابو داؤد رقم: ۴۶۳۶، مسند احمد: ۳/۳۵۵، حاکم: ۳/۷۲، حاکم کی تصحیح کی ذھبی نے تائید کی ہے، لیکن علامہ البانی نے اس کے ضعف کی طرف (کتاب السنہ ص: ۵۴۳) میں اشارہ کیا ہے.

سوال ۲۱۳: اجمالی طور پر ابو بکر و عمر رضی اللہ عنہما کی خلافت پر کیا دلیل ہے؟

جواب ۲۱۳: دلائل تو بہت ہیں، ایک دلیل وہ روایت ہے جو صحیح بخاری میں ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: (بينما أنا نائم رأيتني على قليب، عليها دلو فنزعت منها ماشاء الله، ثم أخذها ابن أبي قحافة فنزع منها ذنوبا أو ذنوبين و في نزعه ضعف و الله يغفرله ضعفه، ثم استحالت غربا فأخذها ابن الخطاب فلم أرعبقريا من الناس ينزع نزع عمر حتى ضرب الناس بعطن) "میں سو رہا تھا کہ خواب میں دیکھا کہ "میں ایک کنویں کے پاس ہوں، وہاں ایک ڈول رکھا ہوا ہے، میں نے ڈول سے پانی نکالا جتنا اللہ نے چاہا. پھر ابو بکر بن ابی قحافہ نے ڈول لے لیا، اس نے ایک ڈول یا دو ڈول پانی نکالا، اور اس کے نکالنے میں ضعف تھا، اللہ اس کے ضعف کو معاف کرے. پھر ڈول مغرب کی طرف ہوگیا، اسے عمر بن خطاب نے لیا، میں نے کسی ماہر شخص کو نہیں دیکھا جو عمر کی طرح ڈول نکالتا ہو، یہاں تک کہ اس نے سارے لوگوں کو سیراب کردیا". (۱)

سوال ۲۱۴: ابو بکر رضی اللہ عنہ کی خلافت اور ان کے اول خلیفہ ہونے کی کیا دلیل ہے؟

جواب ۲۱۴: ابو بکر رضی اللہ عنہ کی خلافت پر بے شمار دلائل ہیں کچھ تو اوپر گذرے، ایک دلیل وہ حدیث ہے جو بخاری و مسلم نے روایت کی ہے کہ ایک عورت نبی ﷺ

---

(۱) متفق علیہ، بخاری، کتاب الفضائل، باب النبی ﷺ لوکنت متخذا خلیلا: ۴/۷/۱۹۱، مسلم، باب فضائل عمر: ۷/۳/۱۱

کے پاس آئی، آپ نے جب اسے واپس جانے کا حکم دیا تو کہنے لگی آپ یہ بتائیں کہ جب مجھے دوبارہ آنے کا اتفاق ہو اور آپ کو نہ پاؤں (یعنی آپ کا انتقال ہو جائے) تو کس کے پاس جاؤں؟ آپ نے فرمایا: (**إن لم تجديني فأتي أبابكر**) "اگر تو مجھے نہ پائے تو ابوبکر کے پاس آنا"۔ (۱) ایک دلیل صحیح مسلم میں عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے، وہ فرماتی ہیں کہ مجھ سے مرض الموت میں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: (**ادعي لي أباك و أخاك حتى أكتب كتابا فإني أخاف أن يتمنى متمن و يقول قائل :أنا أولى و يأبى الله والمؤمنون إلا أبا بكر**) "تم میرے پاس اپنے والد اور بھائی کو بلاؤ تاکہ میں خلافت کی پرچی لکھ دوں، کیونکہ مجھے خوف ہے کہ کوئی خلافت کا امیدوار یہ کہے کہ میں خلافت کا زیادہ حقدار ہوں حالانکہ اللہ تعالیٰ اور مومنین ابوبکر کے سوا کسی پر راضی نہیں ہوں گے"۔ (۲) یہی بات آپ ﷺ نے مرض الموت میں ابو بکر رضی اللہ عنہ کی امامت نماز کے بارے میں بھی کہی۔ اور آپ کی بیعت پر تمام مہاجرین وانصار اور بعد کے تمام لوگوں کا اجماع رہا ہے اور ہے۔

سوال ۲۱۵: ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے بعد عمر رضی اللہ عنہ کی خلافت کی کیا دلیل ہے؟

جواب ۲۱۵: بہت سارے دلائل ہیں: بعض کا ذکر پہلے آچکا ہے، ایک دلیل یہ ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: (**إني لا أدري ما قدر بقاءي فيكم فاقتدوا بالذين بعدي**) "میں نہیں جانتا کہ کب تک میں تمہارے درمیان رہوں گا، اس

(۱) متفق علیہ، بخاری باب قول النبی ﷺ لو کنت متخذا خلیلا: ۴/۱۹۱، مسلم، باب فضائل ابی بکر: ۷/۱۱۰۔ (۲) مسلم باب من فضائل أبی بکر: ۷/۱۱۰

لئے تم لوگ میرے بعد ان دونوں کی اقتدا کرنا" .(۱)اور نبی کریم ﷺ نے ابو بکر و عمر رضی اللہ عنہما کی طرف اشارہ کیا.

دوسری دلیل وہ فتنہ والی حدیث ہے جو دریا کے موجوں کی مانند لہریں ماریں گے، جس میں ہے کہ حذیفہ بن یمان نے عمر بن خطاب رضی اللہ عنہما سے کہا: "آپ کے اور فتنہ کے مابین بند دروازہ ہے (قال:أيفتح أم يكسر؟ قال: بل يكسر قال عمر :إذا لا يغلق) "عمر رضی اللہ عنہ نے پوچھا: "وہ دروازہ کھول دیا جائے گا؟ یا توڑ دیا جائے گا؟ حذیفہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: کھولا نہیں جائے گا بلکہ توڑ دیا جائے گا" یہ سن کر عمر رضی اللہ عنہ نے کہا: پھر اسے بند نہیں کیا جاسکتا". (۲) وہ دروازہ عمر رضی اللہ عنہ ہی تھے اور دروازہ کا توڑ دیا جانا آپ کا قتل ہے. اور آپ کے بعد امت مسلمہ میں تلوار بند نہیں ہوسکی. ابو بکر رضی اللہ عنہ کے بعد آپ کی خلافت پر امت اسلامیہ کا اجماع ہے.

سوال ۲۱۶: ابو بکر و عمر رضی اللہ عنہما کے بعد عثمان رضی اللہ عنہ کی خلافت کی کیا دلیل ہے؟

جواب ۲۱۶: عثمان رضی اللہ عنہ کی خلافت پر بہت سے دلائل ہیں، بعض کا ذکر پہلے آچکا ہے. بہت سارے دلائل میں سے ایک دلیل کعب بن عجرہ رضی اللہ عنہ کی حدیث ہے، وہ فرماتے ہیں: نبی ﷺ نے فتنہ کا ذکر کیا اور آپ نے فتنہ کو بہت قریب بتایا، ایک آدمی سر جھکائے گذرا تو نبی ﷺ نے فرمایا: (هذا يومئذ على الهدى) "یہ شخص اس دن حق پر ہوگا". (۱) کعب بن عجرہ کہتے ہیں: میں لپکا اور

(۱) صحیح ہے، ترمذی، باب مناقب عمار بن یاسر رضی اللہ عنہ رقم: ۳۸۰۴ و۴۰۲، مستدرک حاکم: ۳/ ۷۵، الصحیحہ: ۱۲۳۰ (۲) بخاری، باب الفتنہ التی تموج کموج البحر: ۹۶/۸، مسلم، باب مذکور رقم: ۱۴۴. (۳) صحیح ہے، ترمذی، باب مناقب عثمان رقم: ۳۷۰۴، ابن ماجہ رقم: ۹۸، مسند احمد: ۴/ ۲۴۳.

عثمان رضی اللہ عنہ کا بازو پکڑ کر نبی ﷺ کے سامنے لایا اور پوچھا: "یہ شخص؟" آپ نے فرمایا: "ہاں! یہی شخص". دوسری دلیل ام المؤمنین عائشہ رضی اللہ عنہا کی روایت ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا: (يا عثمان إن ولاك الله هذا الأمر يوما فأرادك المنافقون أن تخلع قميصك الذي قمصك الله فلا تخلعه) "اے عثمان! اگر اللہ تعالیٰ تمہیں خلافت عطا کرے، اور منافقین تم سے مطالبہ کریں کہ تم اپنا وہ کرتا اتار دو جسے اللہ نے تمہیں پہنایا ہے تو مت اتارنا". (۲) آپ نے یہ بات تین مرتبہ کہی. آپ کی بیعت پر سب سے پہلے اہل شوریٰ کا اتفاق ہوا، پھر تمام صحابہ کرام نے اجماع کیا. اور سب سے پہلے عبدالرحمٰن بن عوف کے بعد آپ کے ہاتھ پر جس نے بیعت کی وہ علی رضی اللہ عنہ ہیں پھر سارے لوگوں نے آپ سے بیعت کی.

سوال ۲۱۷: خلفاء ثلاثہ کے بعد علی رضی اللہ عنہ کی خلافت پر اور آپ کے زیادہ حقدار ہونے پر کیا دلیل ہے؟

جواب ۲۱۷: علی رضی اللہ عنہ کی خلافت اور آپ کے خلفاء ثلاثہ کے بعد خلافت کے زیادہ حقدار ہونے کی دلیلیں تو بہت ہیں، بعض کا ذکر بھی آچکا ہے، ان میں سے ایک دلیل یہ ہے کہ نبی ﷺ نے عمار بن یاسر کے بارے میں فرمایا: (ويح عمار تقتله الفئة الباغية يدعوهم إلي الجنة و يدعونه إلي النار) "عمار کے لئے ایک بری خبر یہ ہے کہ اسے باغی جماعت قتل کرے گی، یہ ان کو جنت کی طرف بلا رہا ہوگا اور وہ اسے جہنم کی طرف بلا رہے ہوں گے". (۲) یہ علی

(۱) صحیح ہے، ترمذی باب مناقب عثمان رقم: ۳۷۰۵، ابن ماجہ رقم: ۹۹، مسند احمد: ۷۵/۶ (۲) بخاری، کتاب الجہاد والسیر، باب مسح الغبار عن الناس فی السبیل: ۲۰۷/۳، ترمذی: ۶۶۹/۵ رقم: ۳۸۰۰ اور امام ترمذی نے حسن صحیح غریب کہا ہے، مسند احمد: ۹۱/۳.

رضی اللہ عنہ کے ساتھ تھے' اہل شام نے انہیں قتل کیا اور وہ امام حق علی رضی اللہ عنہ کی اطاعت اور اہل سنت والجماعت کی طرف بلا رہے تھے. ایک روایت میں ہے نبی ﷺ نے فرمایا: **(تمرق مارقة على حين فرقة من الناس يقتلهم أولى الطائفتين بالحق)** ''لوگوں میں تفرقہ و اختلاف پڑتے وقت ایک جماعت ''خارج'' یعنی الگ ہو جائے گی' اس خارجی جماعت کو دو گروہوں میں جو زیادہ حق پر ہوگا وہی قتل کرے گا''. (۱) ان خارجیوں کا علی رضی اللہ عنہ نے نہروان کی جنگ میں صفایا کر دیا، اور تمام اہل سنت والجماعت کا اجماع ہے کہ علی رضی اللہ عنہ حق پر تھے.

سوال ۲۱۸: اولو الامر یعنی حاکم یا بادشاہ کے لئے کیا واجب ہے؟

جواب ۲۱۸: اولو الامر کے لئے خیر خواہی' حق اور معروف میں ان کی اطاعت و دوستی اور رفق و نرمی سے ان کو معروف کی تلقین واجب ہے. ان کے پیچھے صلاۃ' ان کے ساتھ مل کر جہاد' ان کے پاس صدقات کی ادائیگی' اگر وہ ظلم کریں تب بھی اس پر صبر ضروری ہے. نیز جب تک ان سے (کفر بواح) کھلم کھلا کفر کا ارتکاب نہ ہو ان کے خلاف تلوار سے خروج اور بغاوت ناجائز ہے' اسی طرح ان کی جھوٹی تعریف نہ کرنا کہ جس سے وہ دھوکہ میں رہیں' اور ان کے لئے صلاح و توفیق کی دعا کرتے رہنا بھی واجب ہے.

سوال ۲۱۹: قرآن و حدیث سے اس کی کیا دلیل ہے کہ اطاعت اولو الامر ضروری ہے؟

جواب ۲۱۹: دلائل بہت ہیں' چند دلیلیں درج کی جاتی ہیں' ارشاد الٰہی ہے: ﴿ **يا أَيُّها**

(۳) مسلم، کتاب الزکاۃ' باب ذکر الخوارج وصفاتہم: ۳/ ۱۱۳' مسند احمد: ۳/ ۹۳.

الَّذِينَ ءَامَنُوا أَطِيعُوااللَّهَ وَأَطِيعُواالرَّسُولَ وَأُولِي الأَمْرِ مِنكُمْ﴾ ''اے ایمان والو! اللہ تعالیٰ کی اطاعت کرو' رسول کی اطاعت کرو اور تم میں صاحب امر کی اطاعت کرو''۔ (۱) نبی کریم ﷺ نے فرمایا: (اسمعوا وأطيعوا و إن تأمر عليكم عبد) ''سمع و طاعت کرو' گرچہ تمہارا امیر غلام ہو''۔ (۲) ایک حدیث میں نبی ﷺ نے فرمایا: (من رأي من أميره شيئا يكرهه فليصبر عليه فإنه من فارق الجماعة شبرا فمات إلا مات ميتة جاهلية) ''جو اپنے امیر سے ناپسند بات صادر ہوتے دیکھے' اس پر صبر کرے' کیونکہ جو بالشت بھر جماعت سے الگ ہو جائے اور اسی حال میں موت آجائے' تو اس کی موت جاہلیت کی موت ہوگی''۔ (۳)

عبادہ بن صامت فرماتے ہیں: ''نبی ﷺ نے ہمیں اسلام کی دعوت دی' ہم نے آپ سے بیعت کی' آپ نے ہم سے جن امور پر بیعت لی وہ یہ تھی کہ ہم آپ کی سمع و طاعت کریں گے' اپنی خوشی و رنج میں بھی' تنگی و خوشحالی میں بھی اور ہم پر دوسروں کو ترجیح دینے میں بھی اور اس بات پر بھی آپ نے بیعت لی کہ ہم صاحب امر سے نزاع نہیں کریں گے' (إلا أن تروا كفرا بواحا عندكم من الله فيه برهان) ''ہاں! اگر تم صاحب امر سے کفر بواح (کھلم کھلا کفر) دیکھو' جس پر تمہارے پاس اللہ کی طرف، سے کوئی دلیل ہو تو پھر نزاع تمہارے لئے جائز ہے''۔ (۴) ایک حدیث میں نبی ﷺ نے فرمایا: (إن اُمِرَ عليكم عبد مجدع أسود يقودكم بكتاب الله فاسمعوا و أطيعوا) ''تم پر کالا

(۱) النساء: ۵۹ (۲) بخاری، کتاب الأحکام' باب السمع والطاعۃ للإمام الخ: ۱۰۵/۸، ابن ماجہ، رقم: ۲۸۹۰' مسند احمد: ۴۰۳/۶ (۳) بخاری، کتاب الفتن: ۸۷/۸' مسلم، کتاب الامارۃ' باب الأمر بلزوم الجماعۃ الخ: ۲۱/۶ (۴) بخاری: ۸۸/۸' مسلم: ۱۷/۶

نکٹا غلام بھی حاکم بنادیا جائے اور وہ کتاب اللہ کے مطابق حکومت کرے تو اس کی سمع وطاعت کرو"۔[۱] اور ایک حدیث میں آپ نے یوں فرمایا: **(على المرء المسلم السمع والطاعة فيما أحب و كره إلا أن يؤمر بمعصية فإن أُمر بمعصية فلا سمع ولا طاعة)** "مسلمان پر سمع وطاعت واجب ہے خواہ اسے پسند ہو یا ناپسند: ہاں! اگر معصیت کا حکم دیا جائے تو پھر کوئی سمع و طاعت نہیں"۔[۲]

آپ نے ایک حدیث میں فرمایا: **(إنما الطاعة في المعروف)** "اطاعت صرف معروف میں ہے"۔[۳] نبی ﷺ نے ایک حدیث میں فرمایا: **(و إن ضرب ظهرك وأخذ مالك فاسمع و أطع)** "اگرچہ حاکم تم پر کوڑے برسائے' تمہارا مال ہڑپ کر لے تب بھی سمع وطاعت کرو"۔[۴] نیز فرمایا: **(من خلع يدا من طاعة لقي الله يوم القيامة لا حجة له ومن مات و ليس في عنقه بيعة مات ميتة جاهلية)** "جو اطاعت سے ہاتھ کھینچ لے' قیامت کے دن اللہ سے اس حال میں ملے گا کہ اس کے پاس کوئی حجت نہیں ہوگی' اور جو مر جائے اور اس کی گردن پر کسی کی بیعت نہ ہو تو وہ جاہلی موت مرے گا"۔[۵] **(من أراد أن يفرق أمر هذه الأمة و هو جميع فاضربوه بالسيف كائنا من كان)** "جو اس امت میں تفرقہ ڈالنا چاہے

(۱) مسلم باب وجوب طاعة الأمراء فی غیر معصیة: ۱۵/۶' ابن ماجہ رقم: ۲۸۹۱ (۲) بخاری، کتاب الأحکام' باب السمع والطاعة للإمام: ۱۰۵/۸' مسلم، کتاب الامارة' باب طاعة الأمراء فی غیر معصیة: ۱۵/۶ (۳) متفق علیہ' حوالہ مذکور (۴) مسلم، کتاب الامارة' باب الأمر بلزوم الجماعة عند ظهور الفتن: ۲۰/۶ (۵) مسلم: ۲۲/۶' کتاب وباب مذکور' حاکم: ۷۷/۱' ذھبی نے حاکم کی تصحیح کی تائید کی ہے.

حالانکہ وہ سب ایک تھے تو اس کی گردن اڑادو' خواہ کوئی بھی ہو"۔ [(۱)] (ستکون أمراء فتعرفون و تنکرون فمن کرہ بريء و من أنکر سلم و لکن من رضي و تابع) "عنقریب کچھ حاکم ایسے ہوں گے' جو معروف و منکر دونوں کریں گے' جو منکر کو ناپسند کرے وہ بری ہو گیا' اور جو نکیر کرے وہ بچ گیا' ہاں! پھنسا وہ جو راضی ہوا اور اطاعت کیا" صحابہ کرام نے عرض کیا: "کیا ہم ان سے جنگ نہ کریں؟ آپ نے فرمایا: (لا ما صلوا) "نہیں! جب تک وہ نماز ادا کرتے رہیں"۔ [(۲)]

سوال ۲۲۰: امر بالمعروف و نھی عن المنکر کس پر واجب ہے؟ اور اس کے کیا درجے ہیں؟

جواب ۲۲۰: ہر فرد اور ہر شخص پر واجب ہے' ارشاد الٰہی ہے: ﴿وَلْتَكُنْ مِنكُمْ أُمَّةٌ يَدْعُونَ إِلَى الْخَيْرِ وَيَأْمُرُونَ بِالْمَعْرُوفِ وَيَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ وَأُولَئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُونَ(١٠٤)﴾ "تم میں ایک جماعت ہو جو خیر کی دعوت دے اور امر بالمعروف و نھی عن المنکر کرے' یہی لوگ کامیاب ہیں"۔ [(۳)] نبی کریم ﷺ نے فرمایا: (من رأي منکم منکرا فلیغیرہ بیدہ، فإن لم یستطع فبلسانہ فإن لم یستطع فبقلبہ و ذلك أضعف الإیمان) "تم میں جو بھی منکر دیکھے اسے ہاتھ سے روکے' اگر اس کی طاقت نہ تو زبان سے روکے' اگر اس کی بھی طاقت نہ ہو تو دل سے برا جانے' لیکن یہ ایمان کا سب سے کمزور ترین

(۱) مسلم' باب حکم من فرق أمر المسلمین وھو مجتمع: ۶/۲۲' ابو داؤد رقم: ۴۷۶۲' مسند احمد: ۴/۳۴۱

(۲) مسلم: ۶/۲۳' ابو داؤد کتاب السنۃ رقم: ۴۷۶۰۔ (۳) آل عمران: ۱۰۴

درجہ ہے"۔ [1]اس سلسلہ میں بے شمار آیات اور احادیث آئی ہیں؛ جو اس پر دلالت کرتی ہیں کہ جو شخص بھی منکر دیکھے' اس پر امر بالمعروف و نھی المنکر واجب ہے' جو بندہ جتنا زیادہ قادر ہوگا اتنا ہی زیادہ اس پر امر بالمعروف و نھی المنکر واجب ہوگا. اہل معصیت اور گنہگاروں پر جب کوئی اللہ تعالیٰ کا عذاب اور عتاب آتا ہے تو اس سے وہی لوگ محفوظ رہتے ہیں جو اس معصیت و گناہ سے منع کرتے رہے. ورنہ سب اس عذاب میں مبتلا ہو جائیں گے.

سوال ۲۲۱: اولیاءاللہ کی کرامت کا کیا حکم ہے؟

جواب ۲۲۱: اولیاء کی کرامت حق ہے. کرامت اس خارق عادت شیء کے ظہور کو کہتے ہیں جو اولیاء کے ہاتھ سے ظاہر ہوتی ہے' لیکن اس میں ان کا کوئی اختیار اور تصرف نہیں ہوتا، اور نہ ہی کرامت کسی چیلنج کے طور پر ظاہر ہوتی ہے' بلکہ اللہ تعالیٰ ان کے ہاتھ سے صرف جاری کر دیتا ہے اور انہیں اس کی کوئی خبر تک نہیں ہوتی. جیسے اصحاب کہف [2]' اصحاب صخرہ [3] اور جریج راہب [4] کا واقعہ.

درحقیقت اولیاء کے یہ کرامات انبیاء کے معجزات ہی ہیں' یہی وجہ ہے کہ اس امت میں زیادہ اور بڑی بڑی کرامت ظاہر ہوئی. کیونکہ ہمارے نبی ﷺ کے معجزات زیادہ بھی ہیں اور بڑے بھی. جیسے ابوبکر رضی اللہ عنہ کی خلافت میں

---

(۱) مسلم، کتاب الایمان' باب کون النھی رقم: ۴۳۴۰' ترمذی، ابواب الفتن' باب ماجاء فی تغیر المنکر بالید أو باللسان أو بالقلب: ۴/۴۶۹' ترمذی نے کہا: یہ حدیث حسن صحیح ہے. (۲) اصحاب کہف کا قصہ (البدایہ والنہایہ ج ۲ص: ۱۰ تا ۱۱۰) میں دیکھئے. (۳) اصحاب صخرہ کا واقعہ دیکھئے بخاری، کتاب الاجارۃ: ۳/۵۱' مسلم، کتاب الذکر والدعاء' باب قصہ اصحاب الغار الثلثۃ رقم: ۳۷۴۳. (۴) مسند احمد: ۲/۳۰۷' البدایہ والنہایہ: ۲/۱۳۳.

مرتد ہو جانے کے زمانے میں آپ سے کرامت ظاہر ہوئی.[۱] اور عمر رضی اللہ عنہ کی خلافت میں آپ نے منبر پر کھڑے ہو کر فرمایا: **(یا ساریة الجبل)** "اے ساریہ پہاڑ کی طرف آؤ".[۲] اور آپ کی آواز شام میں ساریہ تک پہنچی. اسی طرح آپ نے مصر کے دریائے نیل کے نام خط لکھا اور دریا بہنے لگا.[۳] اور علاء بن الحضرمی کا گھوڑا' آپ نے رومیوں کے ساتھ جنگ میں دریا میں ڈال دیا تھا.[۴] اور جیسے ابو مسلم خولانی نے آگ کے اندر نماز پڑھی[۵]' جسے اسود عنسی کذاب نے جلایا تھا. وغیرہ کرامات جو نبی ﷺ کے دور میں ظاہر ہوئیں اور صحابہ و تابعین کے دور میں بھی اور اس کے بعد بھی آج تک ظاہر ہوتی رہی ہیں، اور قیامت تک ظاہر ہوتی رہیں گی. درحقیقت یہ سب ہمارے نبی ﷺ کے معجزات ہیں' کیونکہ آپ کی پیروی ہی سے ان اولیاء کو یہ درجہ نصیب ہوا.

یہ بات یاد رکھ کہ اگر کسی غیر متبع رسول اور کافر و فاسق سے اس قسم کی کوئی خارق عادت چیز ظاہر ہوتی ہے تو وہ کرامت نہیں' بلکہ وہ فتنہ اور شعبدہ بازی کے سوا کچھ نہیں. اور یہ شعبدہ بازی کسی ولی اللہ سے صادر نہیں ہو سکتی' یہ تو شیطان کے اولیاء سے صادر ہو سکتی ہے. اللہ تعالیٰ ہمیں اور سارے مسلمانوں کو اس سے محفوظ رکھے. آمین.

سوال ۲۲۲: اللہ تعالیٰ کا ولی کون ہے؟

جواب ۲۲۲: ہر وہ شخص اللہ تعالیٰ کا ولی ہے جو اللہ پر ایمان لائے' اس سے ڈرے اور رسول

(۱) تاریخ الاسلام و طبقات المشاهير والأعلام للذهبي: ۳/ ۲۰-۲۵ (۲) اسد الغابة: ۴/ ۶۵' مجموع الفتاوی ابن تیمیة: ۱۱/ ۲۷۸ (۳) النجوم الزاهرة: ۱/ ۳۵' تاریخ الخلفاء: ۴۹ (۴) اصابة: ۷/ ۳۸' طبقات ابن سعد: ۴/ ۷۷' مجموع الفتاوی: ۱۱/ ۲۷۸. (۵) تاریخ ابن عساکر: ۹/ ۱۵' مجموع الفتاوی: ۱۱/ ۲۷۹.

اللہ علیہ وسلم کی سنت کی پیروی کرے. ارشار بانی ہے: ﴿أَلَا إِنَّ أَوْلِيَاءَ اللَّهِ لَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُونَ (٦٢)﴾ ''سن لو! اللہ تعالیٰ کے اولیاء پر نہ خوف ہوگا اور نہ وہ غمگین ہوں گے''.[۱] آگے اللہ تعالیٰ نے اولیاء کے بارے میں بیان کیا: ﴿الَّذِينَ ءَامَنُوا وَكَانُوا يَتَّقُونَ﴾ ''جو اللہ تعالیٰ پر ایمان لائے اور اللہ سے ڈرتے رہتے''.[۲] نیز فرمایا: ﴿اللَّهُ وَلِيُّ الَّذِينَ ءَامَنُوا يُخْرِجُهُم مِّنَ الظُّلُمَاتِ إِلَى النُّورِ وَالَّذِينَ كَفَرُوا أَوْلِيَاؤُهُمُ الطَّاغُوتُ يُخْرِجُونَهُم مِّنَ النُّورِ إِلَى الظُّلُمَاتِ﴾ ''اللہ تعالیٰ مومنوں کا ولی ہے' اللہ انہیں تاریکیوں سے نور کی طرف نکالتا ہے' اور کافروں کے اولیاء طاغوت ہیں جو انہیں نور سے تاریکیوں کی طرف نکال لے جاتے ہیں''.[۳] نیز فرمایا: ﴿إِنَّمَا وَلِيُّكُمُ اللَّهُ وَرَسُولُهُ وَالَّذِينَ ءَامَنُوا الَّذِينَ يُقِيمُونَ الصَّلَاةَ وَيُؤْتُونَ الزَّكَاةَ وَهُمْ رَاكِعُونَ (٥٥) وَمَن يَتَوَلَّ اللَّهَ وَرَسُولَهُ وَالَّذِينَ ءَامَنُوا فَإِنَّ حِزْبَ اللَّهِ هُمُ الْغَالِبُونَ (٥٦)﴾ ''تمہارا ولی اللہ ہے' اور رسول اور مومنین ہیں' جو نماز قائم کرتے ہیں' زکاۃ ادا کرتے ہیں اور رکوع کرتے ہیں. اور جو اللہ اور اس کے رسول اور مومنین سے منہ موڑے تو سن لو! اللہ تعالیٰ کا گروہ ہی غالب رہے گا''.[۴]

نبی کریم علیہ وسلم نے فرمایا: (إن آل أبي فلان ليسوا لي بأولياء، إنما أولیائي المتقون) ''ابو فلاں کی اولاد میرے اولیاء نہیں ہیں' میرے اولیاء تو متقی لوگ ہیں''.[۵]

---

(۱) یونس: ۶۲ (۲) یونس: ۶۳ (۳) البقرہ: ۲۵۷ (۴) المائدہ: ۵۵-۵۶ (۵) بخاری، کتاب الأدب' باب یبل الرحم ببلالها: ۷/۳۷' مسلم، کتاب الایمان' باب موالاة المؤمنين و مقاطعة غيرهم والبراء منهم: ۱/۱۳۶

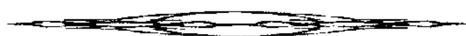
﴿قُلْ إِنْ كُنْتُمْ تُحِبُّونَ اللّٰهَ فَاتَّبِعُونِي يُحْبِبْكُمُ اللّٰهُ﴾ "اے نبی آپ کہہ دیں! اگر تم اللہ تعالیٰ سے محبت کرتے ہو تو میرا اتباع کرو' اللہ تعالیٰ تم سب سے محبت کرنے لگے گا". (۱) امام شافعی رحمہ اللہ نے فرمایا: (إذا رأيتم الرجل يمشي علي الماء أويطير في الهواء فلا تصدّقوه ولا تغتروابه حتى تعلموا متابعته للرسول صلى الله عليه وسلم) "جب تم کسی آدمی کو پانی پر چلتے یا ہوا میں اڑتے دیکھو' تو اس کی نہ تصدیق کرو' نہ اس سے دھوکہ کھاؤ یہاں تک کہ یہ جان لو کہ وہ شخص رسول اللہ ﷺ کا متبع ہے یا نہیں". (۲)

سوال ۲۲۳: وہ کون سا گروہ ہے جس کے بارے میں نبی ﷺ نے فرمایا ہے: "میری امت میں ایک گروہ ہمیشہ حق پر قائم اور غالب رہے گا' لوگوں کی مخالفت سے اس کو کوئی نقصان نہیں پہنچے گا' یہاں تک کہ قیامت آجائے". (۳)

جواب ۲۲۳: وہ گروہ تہتر (۷۳) فرقوں میں "فرقہ ناجیہ" ہے' جیساکہ نبی کریم ﷺ نے

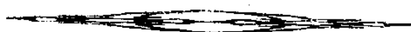
(۱) آل عمران: ۳۱ (۲) شرح العقیدہ الطحایۃ' ص: ۵۰۸' مطبوعۃ المکتب الاسلامی' بیروت' تحقیق الشیخ ناصر الدین البانی' امام شافعی رحمہ اللہ کے اس قول پر ان تمام لوگوں کے اقوال وافعال کو پرکھنا چاہیے جن کو ہم ولی مانتے ہیں اور جن کی طرف بیسیوں کرامات اور خوارقِ عادت امور منسوب کیے جاتے ہیں اور جنھیں ہم اپنی محفلوں میں بڑے فخر کے ساتھ بیان کرتے ہیں' ان کی ذاتی زندگیوں کا مطالعہ کر کے دیکھیں کہ آیا وہ اطاعت و متابعتِ رسول ﷺ (فداہ ابی وامی) کی کسوٹی پر پورا اترتے ہیں؟ یا کہیں ہم دھوکہ تو نہیں کھائے ہوئے ہیں. اے اللہ ہمیں سیدھے دین اور صحیح راستہ پر قائم رکھے. آمین ثم آمین. (۳) یہ حدیث صحیح اور حد تواتر کو پہنچتی ہے' بخاری: ۴/۱۸۷' مسلم، کتاب الامارۃ: ۶/۵۳' ابن ماجہ رقم: ۹' حاکم: ۴/۴۴۹' احمد: ۴/۱۰۱.

استثناء کر کے بتلا دیا ہے(**كلها في النار إلا واحدة وهي الجماعة**) "بہتر (۷۲) فرقے جہنمی ہوں گے' صرف ایک فرقہ ناجیہ ہوگا اور وہ اہل سنت والجماعت [1] ہیں". [2] ایک روایت میں نبی ﷺ نے فرمایا: (**هم من كان على مثل ما أنا عليه و أصحابي**) "یہ وہ لوگ ہیں جو میرے صحابہ کرام کے طریق پر ہیں". [3] اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ ہمیں ان لوگوں میں سے بنائے، اور ہمارے دلوں کو ہدایت پر قائم و دائم رکھے، اور اپنی رحمت میں ہمیں بھی جگہ دے. آمین. **إنه هو الوهاب، سبحان ربك رب العزة عما يصفون و سلام على المرسلين و الحمدلله رب العالمين.**



(۱) "جماعت" کا مطلب عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے بیان کیا: (**الجماعة ما وافق الحق و إن كنت و حدك**) "جماعت اسے کہتے ہیں جو حق کے موافق ہو گرچہ تم تنہا ہی رہ جاؤ". اللہ تعالیٰ ہمیں اتباع حق' اس پر عمل کرنے' اس کی دعوت دینے اور حق کا جھنڈا بلند کرنے کی توفیق عطا فرمائے. (۲) صحیح ہے' ابن ماجہ رقم: ۴۰۴۱' احمد: ۱۴۵/۳' علامہ البانی نے ظلال الجنۃ فی تخریج السنۃ: ۳۲/۱-۳۳ میں صحیح قرار دیا ہے. (۳) ترمذی، أبواب الایمان' باب ماجاء فی افتراق ھذہ الأمۃ رقم: ۲۶۴۱' حاکم: ۱۲۸/۱-۱۲۹. یہ حدیث شواہد کی بنیاد پر حسن ہے.

فہرست مضامین



یہ کتاب

۱۔ علامہ حافظ ابن احمد حکمی کی ''صحیح اسلامی عقیدہ'' کے موضوع پر مشہور و معروف کتاب (اعلام السنۃ المنشورۃ) کا صحیح اور سلیس اُردو ترجمہ ہے۔

۲۔ اس کتاب میں مصنف نے عقائد کے تقریباً سارے مسائل کا استقصاء کیا ہے، اور سلف صالحین کے منہج کے مطابق کی تشریح کتاب و سنت کے دلائل کے ذریعہ کی ہے۔

۳۔ یہ کتاب تقریباً چالیس سال کی مدت میں عربی زبان میں پچاسوں بار چھپ چکی ہے اور اللہ تعالیٰ نے اسے علمائے کرام، طلبہ اور دیگر عربی داں حضرات کے درمیان قبول عام عطا فرمایا ہے، اور سب نے اس سے یکساں فائدہ اٹھایا ہے۔

۴۔ یہ کتاب اس لائق ہے کہ اسے ہندو پاک کے تمام عربی مدارس کے نصاب تعلیم میں داخل کر دی جائے۔ اور اس کا اُردو ترجمہ تمام اُردو داں حضرات تک پہنچایا جائے تا کہ انہیں صحیح اسلامی عقیدہ کا علم حاصل ہو۔

۵۔ **المنار للنشر والتوزیع دلھی** (الہند) اُردو داں حضرات کی خدمت میں یہ کتاب پیش کرتے ہوئے بے حد خوشی محسوس کر رہا ہے اور باری تعالیٰ کی جناب میں شکر گذار ہے کہ اس نے اس عظیم کتاب کی نشر و اشاعت کی توفیق بخشی۔

ناشر